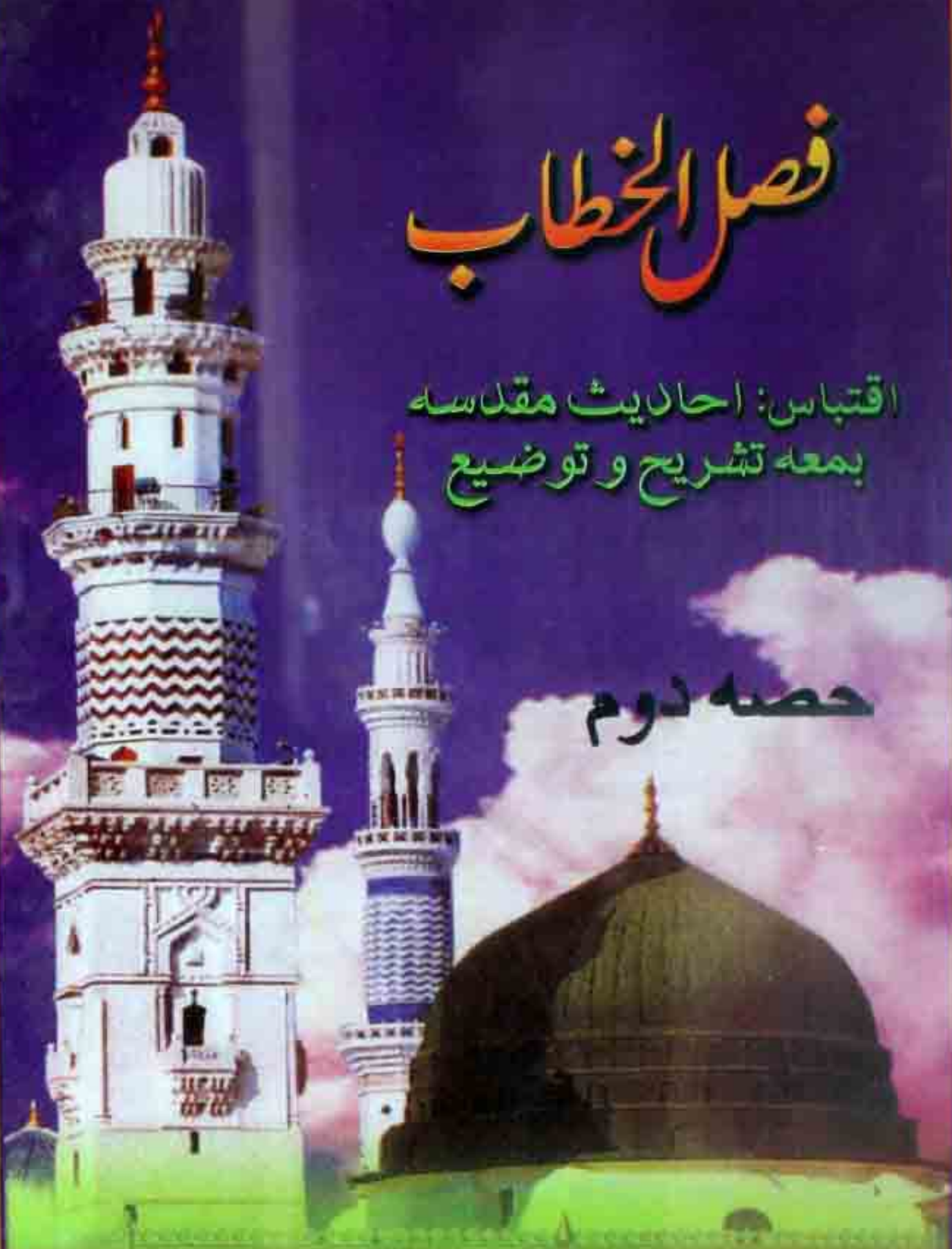


فصل الخطاب

اقتباس: احادیث مقدسہ
بمعہ تشریح و توضیح

حصہ دوم



انتخاب: صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول للہی
نقشبندی مجددی قادری للہی، اللہ شریف، ضلع جہلم

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

فصل الخطاب

(حصہ دوم)

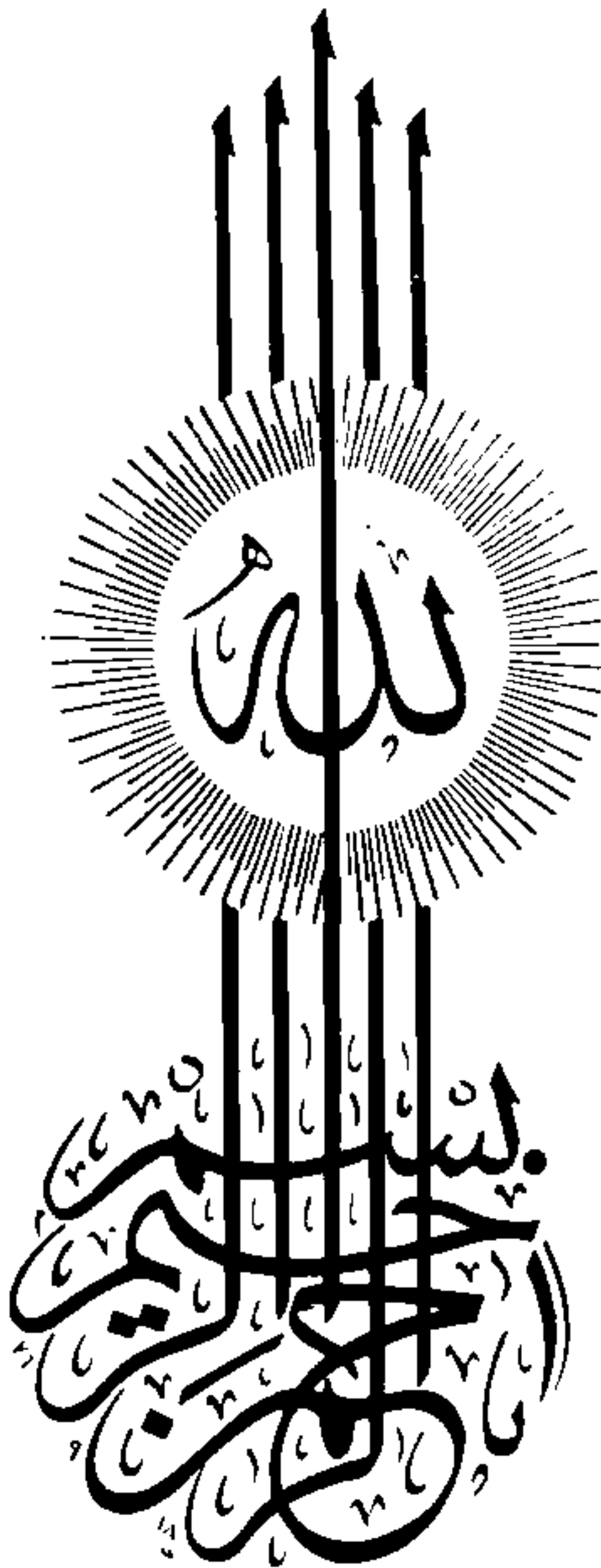
انتخاب:- احادیث مقدمہ بمعہ تشریح و توضیح

صاحبزادہ الحاج حافظ محمد مطلوب الرسول نقشبندی قادری، لکھی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ بند شریف (جہلم)

بہ سعی

حافظ گلزار حسین نقشبندی بند شریف (جہلم)



”جملہ حقوق محفوظ ہیں“

فصل الخطاب حصہ دوم	نام کتاب
صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول الہمی	مصنف
انتخاب احادیث مبارکہ	موضوع
ماہ جولائی ۲۰۰۱ء مطلق ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ	طباعت
۵۰۰	تعداد
ملک محمد عبدالقدوس آف راولپنڈی	کمپوزنگ بذریعہ کمپیوٹر
جولائی ۲۰۰۱ء	پبلایشن
ملک محمد عبدالقدوس آف راولپنڈی	طباعت و نگرانی
۱۲۵ روپے	حصہ
محمود برادرز پرٹرز گوالمنڈی راولپنڈی	طباعت

ملنے کا پتہ

- ۱- دارالعلوم جامعہ مقبولہ، مظلویہ، رند شریف ضلع جہلم
- ۲- حافظہ عبدالحلیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد حیات النبی، لائن پارک چکوال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام على
المرسلین

مفتی محمد رفیع خورشید
رہبر اہل سنت

اُس مُحْسِنِ الْإِنْسَانِيَّةِ كَيْفَ نَامَ .

جس کا وجود باجود باعثِ تخلیقِ کائنات ہوا - (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اے شرفِ آلِ آدم و وے فخرِ انبیاء
أَنْتَ الَّذِي وَصَّالَكَ لِي غَايَةُ الْمُنَى

(پیرِ قصوری)

ترجمہ :- اے آدم علیہ السلام کی اولاد کے شرف اور تمام انبیاء
علیہم السلام کے فخر، آپ ﷺ ہی وہ ہیں کہ آپ ﷺ کا وصال
(ملاقات) میری انتہائی آرزو ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر حدیث شریف
10	مقدمہ الكتاب	
13	ہجرت کا واقعہ اور یار غار کی شان	۱
17	ضحا و ازدی کا عجیب واقعہ اور قبول اسلام	۲
23	رسول اللہ ﷺ کا اپنی زندگی میں خود اپنے کام کرنا	۳
25	حضرت انسؓ اپنی خدمت بیان کرتے ہیں	۴
27	ایک سوالی کو رسول اللہ ﷺ نے تمام بحریاں عنایت کر دیں	۵
31	حضرت انسؓ پر حضور ﷺ کی شفقت	۶
34	ایک یہودی بچے کی خدمت اور اس کا ایمان	۷
38	رسول اللہ ﷺ کا بچوں پر شفقت فرمانا	۸
41	رسول اللہ ﷺ کے پسینہ اطہر کی خوشبو	۹
44	رسول اللہ ﷺ کی نبوت کب سے تھی	۱۰
48	تمام خزانوں کی چابیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں دی گئیں	۱۱
51	ایک وعظ میں رسول اللہ ﷺ نے ساری نجی خبریں سنا دیں	۱۲
53	مومن کی بعض فرشتوں پر فضیلت	۱۳
57	جنت و دوزخ کا مناظرہ	۱۴
61	جنت کے بازار کا ذکر	۱۵
64	جنت کا درخت	۱۶
66	اللہ کی راہ میں چلنے والوں کا ذکر	۱۷

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر حدیث شریف
69	جنت ایک نعمت ہے جو ہمارے فہم سے وراء ہے	۱۸
71	نیک بندوں کی شفاعت کا ذکر	۱۹
73	جنت میں داخلہ کی تعداد	۲۰
77	ایک گنبد گار کی صرف کلمہء شہادت پر بخشش	۲۱
81	جنت میں بغیر حساب کے داخلہ	۲۲
84	مومن کی بخشش اور کفار پر عتاب	۲۳
87	دنیا کے زوال کی علامات	۲۴
91	قیامت کیسے وقت میں آئیگی	۲۵
92	حیرہ راہب کا واقعہ حضور ﷺ کو شجر و حجر کا سلام	۲۶
96	رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا	۲۷
99	ستونِ حسانہ کا ذکر اور اس کا ردنا	۲۸
104	رسول اللہ ﷺ کی دعا سے ایک ہفتہ تک بارش برسنا	۲۹
109	ایک مرتبہ کیسے حضور ﷺ کی پیشگوئی	۳۰
111	سخت قیامت کی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے شکایت	۳۱
114	صحابی اور تابعی کو آپ ﷺ نہیں کر سکتی	۳۲
116	ابو بکر صدیقؓ کی رفعتِ شان ملاحظہ ہو	۳۳
120	حضرت عمرؓ کی تمام نیکیاں، ابو بکر صدیقؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں	۳۴
123	خلفاء اربعہ کی فضیلت اور شان	۳۵
125	حضور ﷺ سے اونچی آواز کرنے کی ممانعت	۳۶
128	مستمنوں غریبوں سے حضور ﷺ کا بہار	۳۷

131	حضور ﷺ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا کہ انکار پر عذاب آجائے گا	۳۸
133	ایک شخص کا سوال کہ ایمان کیا ہے؟	۳۹
135	دوسرے کے متعلق عجیب وضاحت	۴۰
136	اللہ کی ذات پر دوسرے اور علاج	۴۱
138	نماز میں وہم آنا اور اس کا علاج	۴۲
140	گناہ کبیرہ چار ہیں	۴۳
142	اہل سعادت اور اہل شقاوت کون ہیں	۴۴
146	جنت اور دوزخ والوں کا فیصلہ ہو چکا ہے	۴۵
151	ایک صحابی کا موت کے وقت پریشان ہونا	۴۶
153	مومن اور منافق سے منکر نکیر کے سوال و جواب	۴۷
161	دعاء مغفرت دفن کے بعد	۴۸
163	سنت رسول ﷺ پر عمل اصل دین ہے	۴۹
164	رسول اللہ ﷺ کی بعثت پر عجیب وضاحت	۵۰
168	جنتی کون ہوتا ہے	۵۱
169	آخری زمانے والوں کو نجات کی خوشخبری	۵۲
171	ہدایت پر اجر اور ضلالت پر گناہ	۵۳
172	دو چیزوں پر حسد کرنا جائز ہے	۵۴
174	موت کے بعد تین عمل باقی رہ جاتے ہیں	۵۵
176	درس و تدریس کی فضیلت اور غم و مصیبت سے نجات	۵۶
180	طلب علم اور عالم کی فضیلت	۵۷
185	علم کی تلاش گناہ کا کفارہ ہوتی ہے	۵۸
187	مومن موت تک خیر مننے سے سیر نہیں ہوتا	۵۹
188	اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد مجدد بھیجتا ہے۔	۶۰

189	وہ صدقات جاریہ جو موت کے بعد کام آتے ہیں	۶۱
191	ایک ساعت کا درس تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے۔	۶۲
192	عالم کی عابد پر فضیلت حضور ﷺ کا فرمان	۶۳
195	جو صرف آخرت کا غم کھائے تو اسکو دنیا کے غموں سے کافی ہوگا	۶۴
196	چالیس حدیثیں یاد کرنے پر حضور ﷺ کی شفاعت	۶۵
199	وہ عالم جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے	۶۶
200	علم دو ہیں قلبی اور لسانی	۶۷
201	حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے علم کے دو دن حاصل کئے	۶۸
203	جو علم کے لئے گھر سے نکلے وہ اللہ کی راہ میں ہے	۶۹
204	کون سی چیز گناہ مٹاتی ہے اور درجہ بلند کرتی ہے	۷۰
206	قیامت میں حضور ﷺ اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے	۷۱
212	قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا	۷۲
213	مبشرات کی تشریح	۷۳
215	حضور ﷺ کا کنیت سے منع فرمانا	۷۴
217	حضرت سائبؓ کا ہر نبوت ﷺ کو دیکھنا	۷۵
220	آذان کا جواب اور حضور ﷺ کے لئے وسیلے کی دعا	۷۶
224	آذان کی اجرت لینے سے منع فرمانا	۷۷
226	حضور ﷺ نے اپنا غسل اور جوٹھا تبرک کر کے دیا	۷۸
229	حضور ﷺ نے اپنے علم کلی کی تشریح فرمائی	۷۹
232	اللہ تعالیٰ تین شخصوں کا ضامن ہو جاتا ہے	۸۰
234	ایک سوال پر حضور ﷺ کی خاموشی اور جبرائیل علیہ السلام کا انتظار	۸۱
236	حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کے وضو کا پانی پینا اور جماعت کے آگے سے گزرنے کا حکم	۸۲

240	حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کا تمبیہ کرنا کہ نماز ہلکی پڑھائے	۸۳
245	حضرت ربیعہؓ کو حضور ﷺ کا حکم کہ مانگ جو مانگنا ہے	۸۴
249	اپنے گھروں کو قبریں نہ بنو	۸۵
251	دو شخصیتوں کے لئے حضور کی بدعا	۸۶
253	درود شریف پڑھنے کی تعداد	۸۷
255	صبح کی نماز سفیدی میں پڑھنے کا اجر عظیم	۸۸
260	فقراء اور مالدار صحابہ کا مکالمہ	۸۹
264	امام کو جماعت میں تخفیف کا حکم	۹۰
268	حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو حضور ﷺ کا حکم ذکر جہر و خفی کی تشریح	۹۱
271	رات کے آخری حصہ میں نماز اور ذکر کی فضیلت	۹۲
274	رسول اللہ ﷺ کا رات کی نماز کی ترغیب دینا	۹۳
277	صبح امیدار ہوتے ہی ذکر اور اسکی قبولیت	۹۴
279	حضرت ابو ہریرہؓ کو تین باتوں کی وصیت	۹۵
282	جمعہ کی فضیلت اور انبیاء کے جسم سلامت رہنا	۹۶
288	سخت قحط سالی میں حضور ﷺ کی دعا سے بارش کا برسنا	۹۷
292	ناپوتاؤں کے لئے جنت کی بھارت	۹۸
293	اللہ تعالیٰ کا ہرے سے قیامت کو تین سوال کرنا	۹۹
296	اعمال کے محاسبہ پر حضرت عائشہؓ کی عجیب تفسیر	۱۰۰
299	بیماری میں تندرستی والے اعمال لکھے جانا	۱۰۱
300	جسمانی بیماری میں مومن کا پورا عمل لکھا جانا	۱۰۲
302	بیماری سے مومن کے درجات بلند ہوتے ہیں	۱۰۳
304	مومن کی بیماری گناہوں کا کفارہ ہے	۱۰۴
306	حضور ﷺ کا آخری بیماری میں قلم دوات طلب کرنا اور اختلاف	۱۰۵

309	میت کے لئے مسلمانوں کی شفاعت قبول ہے	۱۰۶
311	اوپھی قبر گرانے اور تصویر مٹانے کی عجب تشریح	۱۰۷
314	میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجنا	۱۰۸
316	تابلغ عیوں کے مرنے پر ماں باپ کو بھارت اور حضور ﷺ کا اختیار	۱۰۹
318	تابلغ بچے کا جھکڑنا اور جنت میں لے جانا	۱۱۰
320	مسکین کی عجب تشریح	۱۱۱
321	نیک کام پر معاوضہ لینا جائز ہے	۱۱۲
325	ماں کے مرنے پر سعد بن عبادہ کا حضور سے سوال کرنا کہ ان کے لئے کیا صدقہ کروں	۱۱۳
330	ازواجِ مطہرات نے بحری کا گوشت خیرات کیا اور حضور ﷺ کا ارشاد	۱۱۴
331	اللہ تعالیٰ تین لوگوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے	۱۱۵
336	صوم وصال سے صحابہ کو منع کرنا کہ تم میری مثل نہیں ہو	۱۱۶
340	روزہ کے متعلق حضور ﷺ کا وضاحتی حکم	۱۱۷
344	اللہ کی حمد اور پھر صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا قبول ہو جاتی ہے	۱۱۸
347	حضرت اُمّ حانی کا حضور ﷺ کا جو ٹھاپنے کے لئے روزہ توڑ دینا	۱۱۹
350	دو مخصوص پریشک کرنا جائز ہے	۱۲۰
353	سورۃ حشر کی آخری تین آیات کا درجہ اور ثواب	۱۲۱

☆☆☆☆☆

مقدمۃ الكتاب

فصل الخطاب حصہ اول کو جس قدر پذیرائی ہوئی وہ عنایت خداوندی ہے اور بدیہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی پذیرائی سے حوصلہ پا کر مزید قلمکاری کے لئے آمادگی ہوئی اور حصہ دوم کا کام شروع کیا گیا۔

فصل الخطاب حصہ دوم بھی حصہ اول کی طرح احادیث کا مجموعہ ہے جو حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح سے منقول و ماخوذ ہے۔

مشکوٰۃ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ اس کتاب کی جمع و تدوین میں دو بزرگوں کی علمی کوششوں کو دخل حاصل ہے یہ کتاب شرق و غرب کے اہل علم طبقے میں اپنی تدوین کے لحاظ سے یکساں طور پر مقبول ہے۔ اپنی احادیث کے پیش نظر ہمارے قدیم نصاب درسی نظامی میں شامل ہے۔

کتاب کے مؤلف کا نام محمد اور لقب ولی الدین ہے۔ آپ تبریز میں پیدا ہوئے اسی نسبت سے ذنب تبریزی کے نام سے مشہور ہوئے آپ آٹھویں صدی ہجری کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ کو اپنے وقت کے نامور علماء سے حصول علم کا شرف حاصل ہوا آپ علم کے ساتھ ساتھ عمل و تقویٰ اور اخلاص میں بھی ممتاز تھے۔ آپ کی تعریف اور شان میں علماء نے بہت سے قصیدے لکھے۔ آپ کی ولادت اور وفات کا صحیح تعیین نہ ہو سکا لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ آپ کا انتقال ۳۰۷ھ ہجری کے بعد ہوا جیسا کہ آپ کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے کتاب مصابیح جو محی السنہ ابو محمد حسین کی تصنیف ہے کی تکمیل کر کے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا۔ صاحب مصابیح نے حدیث شریف کی چودہ کتابوں کا

ایک مجموعہ مدون کیا۔

مصاع کے ہر باب کے تحت دو فصلوں کا التزام کیا گیا۔ فصل اول کے لئے صحیحین (بخاری و مسلم) سے احادیث منتخب کی گئیں جبکہ فصل ثانی میں دیگر بارہ جوامع و مسانید سے انتخاب درج کیا گیا۔ مصاع میں درج شدہ احادیث کی اسناد کا ذکر مفقود تھا جبکہ علماء احادیث کے ہاں مراتب حدیث سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

چنانچہ شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ نے اسی علمی ضرورت کا شدت سے احساس کرتے ہوئے مصاع کی ہر حدیث کی سند کا ذکر کیا اور ساتھ ہی ہر باب میں فصل ثالث کا اضافہ کیا جس میں بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث کا بھی انتخاب درج کیا گیا اس نوتریم شدہ مجموعہ کو انہوں نے مشکوٰۃ المصابیح سے موسوم کیا۔

اس جگہ بطور اختصار حدیث کی اقسام کا ذکر کرنا بھی نہایت مناسب ہوگا۔

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اسی طرح صحابی اور تابعی کے قول و فعل پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچے اس کو مرفوع کہتے ہیں اور جس کی سند صحابی تک پہنچے اس کو موقوف کہتے ہیں۔

حدیث کی اصل تین قسمیں ہیں "صحیح، حسن، ضعیف" صحیح سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے ضعیف ادنیٰ ہے اور حسن متوسط درجہ ہے۔ صحیح حدیث کے مختلف مراتب و درجات ہیں اگر اس کا راوی ایک ہے تو وہ غریب ہے اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ مشہور ہے کسی حدیث کے رواۃ کی کثرت اگر اس حد تک بڑھ جائے جس پر کذب پر متفق ہونا محال ہو تو اس حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔ ضعیف حدیث وہ ہے جس میں وہ شرائط مفقود ہوں جو صحیح یا حسن حدیثوں میں پائے جاتے ہیں یا ان میں بعض مفقود ہوں اور اس کے راوی کی کسی علت کی وجہ سے مذمت کی گئی ہو۔ صحیح حدیث کا احکام میں حجت ہونا

مَشْفَقٌ عَلَيَّ هِيَ -

مشکوٰۃ المصابیح ایسی اہم علمی اور جیادی کتاب میں سے بعض احادیث کا انتخاب اور پھر اردو ترجمہ اور تشریح ایک علمی اور دینی ضرورت ہے۔ جس پر اس ناچیز نے علمی کم مائیگی کے باوجود پوری سعی و ہمت سے اس اہم ضرورت پر قلم اٹھائی اور حضرت مفتی اعظم علامہ احمد یار گجراتیؒ کی تصنیف مرآۃ المناجیح سے پورا استفادہ کیا (میرے دونوں مجموعے اسی کتاب کے مرہون منت ہیں) اس ضرورت کی تکمیل میں میرے عزیز حافظ گلزار حسین کی مکمل معاونت حاصل رہی جنہوں نے پوری دلچسپی سے میرے اس کام کو انتہا تک پہنچانے میں میری مدد کی۔

فَجَزَاهُ اللَّهُ -

الحمد للہ کہ میں اپنے فرض منصبی سے عند اللہ و عند الناس سرخرو ہو رہا ہوں بلا شبہ علوم عالیہ کی اشاعت و تبلیغ اپنے جلیل القدر اسلاف سے بطور وراثت منتقل ہوئی جس کی ذمہ داری کسی حد تک پوری ہونے پر مجھے فخر ہے میری اس خدمت سے کسی ایک کلمہ گو کی بھی دینی ضرورت پوری ہوئی تو یقیناً میرے لئے سعادت دارین کا وسیلہ ہوگی۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

مگر صاحب دلے روزے برحمت

کند بر حال این مسکین دعائے

صاحبزادہ محمد مطلوب الرسولؐ لیلیٰ

۲۳ اگست ۲۰۰۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

☆ حدیث = ۱

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرًا الصِّدِّيقَ قَالَ
نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رُؤْسِنَا وَنَحْنُ فِي
الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمِهِ
أَبْصَرْنَا قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاِثْنَيْنِ اللَّهُ تَالِيَهُمَا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابن مالک سے روایت ہے کہ جناب ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سروں کے اوپر مشرکین کے قدم دیکھے جبکہ ہم غار میں تھے، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر ان میں سے ایک بھی اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہم کو دیکھ لے گا، فرمایا اے ابو بکر تمہیں ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔
(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

حضرت ابو بکرؓ کا لقب صدیق ہے۔ صادق وہ جو زبان کا سچا ہو، صدیق وہ جو نیت، ارادہ، زبان، ہاتھ، پاؤں غرضیکہ سارے ظاہر و باطن اعضاء کا سچا ہو۔ صادق وہ کہ جیسا واقعہ ہو ویسا بیان کرے۔ اور صدیق وہ کہ جیسا کہے ویسا ہی ہو جائے۔ اسی لئے شاہی ساتی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق کہا۔ جبکہ اس نے دیکھا کہ جو آپ نے کہا تھا وہی ہوا عرض کیا۔ **يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ** حضرت صدیق اکبرؓ نے مالک بن سنان کے متعلق جو کہا تھا وہی ہوا کہ وہ شہید ہونے کے بعد زندہ ہو کر آئے۔ (کتب تواریخ میں وضاحت موجود ہے)

أَبْصَرْنَا (ہم کو دیکھ لے) جب ہجرت مدینہ کی رات حضور انور ﷺ

کا سر انور گود میں لے کر صدیق اکبرؓ غار ثور میں بیٹھے تھے اور مشرکین عرب اس غار کے دروازے پر پہنچ گئے تب آپؐ نے نہایت خوف کی حالت میں کہا تھا کہ اگر کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھا تو ہم کو دیکھ لے گا۔ صدیق اکبرؓ کو اس وقت اپنی جان کا خوف نہیں تھا بلکہ اپنی جان تو آپؐ پہلے ہی فدا کر چکے تھے کہ اکیلے اندھیرے غار میں گھس گئے۔ سانپ سے کٹوا لیا، خوف تھا تو حضور ﷺ کی تکلیف کا تھا۔ یہ خوف بہترین عبادت تھا جس پر ساری عبادات قربان ہوں۔

اپنی جان سے بڑھ کر اپنے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ کی تکلیف کا احساس عین ایمان ہے۔

اللَّهُ تَالِئُهُمَا (جن کا تیسر اللہ ہے) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اور حضور ﷺ کی یہ گفتگوب تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ قرآن مجید میں ان الفاظ سے

نقل فرمایا - اِذْ هُمْ فِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَنَا

(توبہ)

ترجمہ = جب وہ دونوں غار میں تھے تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھی کو فرمایا کہ خوف نہ
کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کے چند فضائل بیان کرنا ضروری سمجھتا
ہوں - صدیق اکبرؓ کو حضور ﷺ کا ثانی (دوسرا) کہا گیا، پھر انہیں تیسرا کون
کرے۔

لِصَاحِبِهِ = آپ کو صحابی فرمایا گیا آپ کی صحابیت قطعی یقینی ہے۔ صدیق اکبرؓ
کو یارِ غار کہا گیا یعنی حضور ﷺ کا گہرا دوست و غار کا ساتھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" (بے شک اللہ ہمارے ساتھ
ہے) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جیسے اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ ہے، ایسے ہی صدیق
اکبرؓ کے ساتھ بھی ہے۔ یعنی جو ان دونوں کے دامن سے الگ ہو اللہ اس کے ساتھ
نہیں۔

(مرآت)

صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ اللّٰهُ تَالِثُهُمَا کہنا عین ایمان ہے اور ملا
علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ معجزہ اس لئے بنا کہ حضور ﷺ کی خبر کے مطابق
کفار دونوں حضرات کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ مکڑی کے چالے اور کبوتری کے انڈے
کے ذریعے رب نے ان کو کفار سے چھلایا۔

(مرقات)

دوسرا یہ کہ حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ کی گفتگو کفار نے نہ سنی اور کفار کی
گفتگو جناب صدیق اکبرؓ میں سننے سے رہے۔

سبحان اللہ اس رات جب صدیق اکبرؓ حضور ﷺ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر بیٹھے ہوئے اور خوب جی بھر کر چہرہ انور کو دیکھتے ہوئے اس وقت ان کے دل کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو ایسی عبادت کر رہے تھے جو عرش و فرش پر کوئی نہ کر رہا تھا ان کا زانو حضور ﷺ کی رعل بنی ہوئی تھی، سامنے جمال یار تھا۔

کمال ذات احمدؑ را چہ میدانند بوجہلاں

زیارِ غاروے پُرسی کہ صد شرح وہیاں وارد

ترجمہ = ابو جہل قسم کے لوگ حضور ﷺ کا علوشان کیا جانیں۔ ان کے یارِ غار سے پوچھو کہ ہر ادا پر سو سو شرح وہیاں رکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ کفار مکہ نے اعلان کیا تھا کہ جو حضور انور ﷺ کو گرفتار کر کے یا

شہید کر کے ہمیں ثبوت دے گا تو اسے سوانٹ انعام ملے گا۔ چنانچہ سراقہ ابن مالک ابن جعشم مدحی کنانی آپسے۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو سراقہ اپنے گھوڑے سمیت پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا۔ (مرآت)

دل دل یا گری ریت والی زمین میں دھنس جانا ممکن ہے مگر سخت زمین میں

مجزہ ہے۔ سراقہ دل میں ایک بار توبہ کرتے تو زمین چھوڑ دیتی پھر لالچ آتا تو دوبارہ

دھنس جاتے۔ تیسری بار حضور ﷺ سے امان طلب کی اور وعدہ کیا کہ آپ آرام سے

سفر فرمائیں۔ میں اس طرف کسی کونہ آنے دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سراقہ میں

تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھتا ہوں چنانچہ دورِ فاروقی میں آپؐ نے وہ

کنگن پہنے۔ اللہ کی شان ہے کہ جو گرفتار کرنے آیا وہ خود حضور ﷺ کی محبت میں

گرفتار ہو گیا۔ جو پکڑنے آیا وہ محافظ بن گیا۔

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا

جب انہوں نے مشرکوں کے آثار و اقدام دیکھے " کہ ان کا ہمیں دیکھ لینا آسان ہے ، اگر وہ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور ہماری مدد اور نصرت کرنے والا ہے۔ ہم دو ہیں ہمارا معین و ناصر تیسرا ہے۔ واقدئی نے ذکر کیا ہے کہ مشرکوں میں سے ایک شخص جنگا ہو کر غار کے دروازے پر پیشاب کرنے لگا۔ تو ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو وہ شرمگاہ تنگی نہ کرتا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

(تفسیر البخاری)

داستانِ عشقِ رسول ﷺ کے حرفِ اول حضرت صدیق اکبرؓ کو نماز میں ، غار میں ، ہجرت میں ، غزوات میں حتیٰ کہ مزارِ اقدس میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب رہا۔

☆ حدیث نمبر ۲

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ ضِمَادًا اَقْدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ اَزْدِ شَنْوَاءَةَ وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيْحِ فَسَمِعَ سَفْهَاءَ اَهْلِ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا اَمَجْنُوْنٌ فَقَالَ لَوْ اَنْبَى رَاَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيهِ عَلٰى يَدِيْ قَالَ فَلَقِيْهِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَنْبَى اَرْقِيْ مِنْ هَذَا الرِّيْحِ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَ
 نَسْتَعِينُهُ مَنْ يَهْدِيهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا
 هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ
 أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَمَا بَعْدُ فَقَالَ اعِدْ عَلَيَّ
 كَلِمَاتِكَ هُوَ لَا يَفَاعَادُ هُنَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ
 وَقَوْلَ الشُّعْرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هُوَلَاءِ وَلَقَدْ
 بَلَغَن قَامُوسَ الْبَحْرِ هَاتِ يَدُكَ أَبَا يَعْكُ عَلَى الْإِسْلَامِ
 قَالَ فَبَايَعَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب علامات النبوة)

☆ ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ضحاک مکہ مکرمہ آئے اور
 یہ ازدشنوعہ سے تھے۔ اس قسم کی ہوا سے جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ
 کے بے وقوف باشندوں کو کہتے سنا کہ حضور ﷺ دیوانہ ہیں، تو بولے ان صاحب
 کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھ پر شفا دے۔ فرماتے ہیں
 کہ وہ حضور ﷺ سے ملے ہوئے اے محمد (ﷺ) میں اس خلل والی ہوا سے جھاڑ
 پھونک کرتا ہوں، کیا یہ آپ کو ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ساری
 حرفیں اللہ کی ہیں۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت

دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ، اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں ، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اس کے بعد - پھر ضحاک نے کہا اپنے یہ کلمات دوبارہ فرمائیے رسول اللہ ﷺ نے اس کے ساہنے یہ کلمات تین بار لوٹائے ، وہ بولا کہ میں نے کاہنوں کی باتیں ، شاعروں کے قول سنے ہیں مگر میں نے آپ ﷺ کی ان باتوں کی مثل کبھی نہیں سنی یہ تو سمندر کی ترہ کو پہنچی ہوئی ہیں - اپنا ہاتھ لائیے میں اسلام پر آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں - فرمایا اس نے بیعت کر لی -

(مسلم)

☆ تشریح

بعض شارحین کہتے ہیں کہ ضحاک اور ضحاکم ایک ہی شخص کے دو نام ہیں - مگر یہ صحیح نہیں ضحاکم بن ثعلبہ بنی سعد بن بحر قبیلہ سے ہیں - اور ضحاک بن ثعلبہ قبیلہ ازد سے ہیں - انہیں طلب علم کا بہت شوق تھا ، منتر بھی خوب کرتے تھے - (اشعۃ) ضحاکم یونانوں پاگلوں پر دم کیا کرتے تھے - سبحان اللہ انہیں اسی علم نے حضور ﷺ تک پہنچایا اور مسلمان بنا دیا - جیسے فرعون جادو گروں کو ان کے علم جادو نے موسیٰ علیہ السلام تک پہنچایا اور انہیں ایمان نصیب کر دیا - معلوم ہوا کہ علم کوئی بھی برا نہیں ، کبھی یہ علم ایمان و معرفت کا ذریعہ بن جاتا ہے - "ہوا" سے مراد یا تو جنوں ہے یا جن - اہل عرب جنات کو ہوا کہتے تھے - چنانچہ فلاں کو ہوا ہو گئی یہ اس وقت ہوتے تھے جب اس پر جنات کا خلل ہو گیا ہوتا - سبحان اللہ ضحاکم جادو ہے ہیں

علاج کرنے کی نیت سے مگر حقیقتاً علاج کرانے جا رہے ہیں۔ وہ سمجھے کہ طبیب بیمار کے پاس جا رہا ہے مگر واقعاً بیمار حکیم کے پاس پہنچ رہا تھا۔

ضہاد حضور انور ﷺ کو ہر طرح سے ٹھیک دیکھ کر سمجھا کہ شاید آپ ﷺ کو

جنات کا دورہ پڑا کرتا ہے، اس وقت دورہ نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ ہوش میں

بیٹھے ہیں۔ تب ہی تو اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کا علاج کروں۔ تو جواب

میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات یعنی اِنَّ الْمَحْمَدَ لِلّٰہِ۔۔۔۔۔۔ اَمَّا بَعْدُ

بطور خطبہ ارشاد فرمائے " اَمَّا بَعْدُ " کے بعد تلاوت قرآن مجید فرمانا چاہتے تھے

، ضہاد کو سنانے کیلئے، مگر ضہاد کو خطبہ سے ہی ایمان مل گیا۔ قرآن مجید تک پہنچنے کی

نوبت ہی نہ آئی، خطبہ کی فصاحت و بلاغت نے ضہاد کے ہوش اڑا دئے وہ وار فنگی

کی حالت میں بول اٹھے کہ ایک بار یہ کلام اور سنا دیجئے۔ کلمات شاندار مگر بزبان

رسول اللہ ﷺ جو سونے پر سہاگہ ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین بار دہرائے۔

معلوم ہوا تین بار میں خاص برکت ہے۔ اعضاء دھوؤ تو تین بار، قُلْ هُوَ اللّٰہُ پڑھو تو

تین بار اس طرح ختم قرآن کا ثواب ملے گا۔ حضور انور ﷺ دعا بھی تین بار فرماتے

تھے۔

خطبہ کے کلمات نے ضہاد کو بتلادیا کہ آپ ﷺ نہ ساحر ہیں نہ شاعر بلکہ

سچے رسول ہیں۔ خیال رہے کسی نے مشکلم سے کلام کو پہچانا مگر ضہاد نے کلام سے مشکلم

کی شان معلوم کی۔

وَلَقَدْ بَلَّغْنَ قَامُوسَ الْمُبْحِرِ (یہ تو سمندر کی تہہ کو پہنچی ہوئی ہے)

قاموس بنا ہے کس سے بمعنی گہرائی اس لئے غوطہ خور کو قماں بھی

کہتے ہیں اور غواص بھی یعنی ان پیارے کلمات کی فصاحت و بلاغت دریاء معرفت

کی ترہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں کسی انسان کے فکر و وہم نہیں پہنچ سکتے یہ کلمات انسانی نہیں بلکہ القائے ربانی ہیں۔
(مرآت)

جب ضناد ایمان لا کر کفارِ مکہ کے پاس واپس ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہو کیا گذری؟ جواب دیا کیا گذرنا تھی دیکھتے ہی مسئلہ حل ہو گیا کہ یہ سایہ وہ نہیں (جو میں اور آپ سمجھتے تھے) بلکہ اللہ کا سایہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

سہ اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے تمل و قال

ترجمہ = تیرا ملنا ہی ہر سوال کا جواب ہو گیا اور بغیر گفتگو کے ہر مشکل حل ہو گئی۔

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ نے ضناد کی بات کا جواب نہ دیا، اپنی صفائی بیان نہ فرمائی کہ میں دیوانہ نہیں ہوں لوگ غلط کہتے ہیں بلکہ حضور ﷺ کے کلمات نے آپ ﷺ کی شان ظاہر کر دی کہ جس کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات ایسے ہوں سمجھ لو کہ وہ ذات کریمی کیسی ہے، خوش نصیب تھے وہ جو سب کچھ لے گئے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیعت ہوتے وقت کہ مرید شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور زبان سے بیعت کرے، دیکھو ضناد نے عرض کیا کہ حضور اپنا ہاتھ لائیں تاکہ میں بیعت کروں۔ بیعت چار قسم کی ہے، جن میں سے ایک اسلام کی بیعت ہے، توبہ کی بیعت، سلوک کی بیعت، خلیفہ کی اطاعت کی بیعت۔

(مرآت)

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے ایک خلیفہ یا امیر کی بیعت اور دوسری مردِ صالح یا مرشد کی بیعت کرنا، بیعتِ مرشد

کا تصور اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

(مائدہ)

ترجمہ = اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

امام احمد رضا قادری فتاویٰ افریقیہ میں شیخ طریقت کی چار شرطیں بیان فرماتے

ہیں -

۱- مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو۔

۲- عقائد کے دلائل اور احکام شرعیہ کا عالم ہو حتیٰ کہ پیش آمدہ مسائل کا

حل بیان کر سکتا ہو۔

۳- علم کے مطابق عامل ہو یعنی فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات پر

دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو۔

۴- رسول اللہ ﷺ تک اس کے مشائخ کا سلسلہ پہنچتا ہو۔

یہ چار شرطیں ضروری ہیں ان کے علاوہ اگر کسی کو سندِ خلافت ہو، بیعت کی اجازت

ہو، وہ لوگ جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر شریعت کے پابند نہیں یا جن کو

شریعت کا علم نہیں اور حقیقت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں ان کی بیعت کرنا جائز

نہیں اس زمانہ میں ایسے پیشہ ور پیر بھرت موجود ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(شرح مسلم)

شیخ شہاب الدین سروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ سیدنا بابائید

بسطامی نے فرمایا جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ امام قشیری رسالہ

قشیریہ میں لکھتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ (شرح مسلم)

مولانا فرماتے ہیں

ح پیرا بجزیں کہ بے پیرا میں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر
یعنی پیر پکڑو، پیر کے بغیر یہ سفر بہت ہی خطرناک اور آفتوں سے بھر اہوا ہے -

☆ حدیث نمبر ۳

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخْبِطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ كَمَا
يَعْمَلُ أَحَدُكُمْ فِي بَيْتِهِ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ
يَفْلِي ثَوْبَهُ وَيَحْلِبُ شَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)
(مشکوٰۃ باب فی اخلاقه وشمائله ﷺ)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ
ﷺ اپنا جوڑہ شریف درست کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں
ایسے ہی کام کرتے تھے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کام کرتا ہے۔ فرماتی ہیں کہ
آپ ﷺ لوگوں میں سے ایک کی سی زندگی رکھتے تھے۔ اپنے کپڑوں کی جوئیں دیکھتے
تھے۔ اپنی بھری دودھ لیتے تھے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔ (ترمذی)

☆ تشریح

آپ ﷺ کے عمل شریف سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ پیوند والا کپڑا اور

یونند والا جو تا پہننے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہئے ، یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں شرم محسوس نہ کریں دوسروں کے حاجتمند نہ رہیں لیکن یہ دونوں عمل کنجوسی کی بناء پر نہ ہوں بلکہ عاجزی و انکساری کے لئے ہوں۔ یہ فرمانِ پاک اس کے خلاف نہیں کہ اللہ جب نیا کپڑا یا جو تادے تو پرانا خیرات کر دو کہ وہاں سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں عاجزی کی۔ حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں۔ آپ ﷺ حکومت کرنے ، فیصلے کرنے ، کپڑے سینے اور جوڑتے میں یونند لگانے سے بھی واقف ہیں۔ یہ سب کچھ کسی سے سیکھا نہیں بلکہ رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے ، حضور انور ﷺ نے کوئی کمال کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

آنحضور ﷺ کی زندگی پاک شاہانہ اور پر تکلف نہ تھی بلکہ عام بستر کی طرح سادہ تھی، یہ بھی معلوم ہوا صحابہ آپ ﷺ کو بستر نہ کہتے تھے۔ بستر کہنا تو بڑی بات ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو بھتیجا بھی نہ کہتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہ کہتے ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ خاوند کہہ کر نہ پکارتیں۔ یہ تمام حضرات "یا رسول اللہ ، یانہی اللہ وغیرہ القاب سے پکارتے تھے۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

(پ ۱۸، نور)

ترجمہ (اپنے درمیان رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت بلاؤ جس طرح تم میں ایک دوسرے کو بلاتا ہے)۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہ پڑتی تھیں ہاں کبھی کبھار دوسروں کی چڑھ جاتی تھیں وہ اپنے کپڑے صاف کرتے تھے اور اہم حرام آپ ﷺ کے سر مبارک سے نکالتی تھیں ، ہاں مکھی جسم پاک پر نہ

بیٹھتی اور نہ ہی پھر آپ ﷺ کو ایذا دیتا - (اشعۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے کام خود بھی کر لیتے تھے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انسؓ و دیگر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت کرنا فخر محسوس کرتے تھے جیسے کوئی غلام آقا کی خدمت محض اس لئے کرنے کہ میں اس کا منظور نظر ہو جاؤں یا آقا کی نظر عنایت کا مستحق ٹھہروں، ان کا نظریہ تو فقط یہ تھا کہ -

ع تیری اک نگاہ پہ قربان میری ساری زندگانی (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ ثَمَانَ سِنِينَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيَّ شَيْءٌ قَطُّ أَتَى فِيهِ عَلَيَّ يَدِي فَإِنْ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ أَهْلِهِ قَالَ دَعُوهُ فَإِنَّهُ لَوْ قَضَى شَيْءٌ كَانَ -

هذا لفظ المصابيح وروى البيهقي في شعب الایمان مع تغير

يسير - مشکوة باب في اخلاقه وشمائله ﷺ

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت انسؓ سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس وقت خدمت کی جبکہ میں آٹھ سال کا تھا۔ میں نے حضور ﷺ کی دس سال

خدمت کی اگر مجھ سے کسی چیز کو نقصان پہنچ جاتا تو آپ ﷺ نے کبھی مجھے ملامت نہ کی۔ اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو فرماتے جانے دو اگر کچھ مقدر میں ہوتا تو وہ ہوتا۔ (یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور یہی ہستی نے شعب الایمان میں کچھ فرق سے روایت کی ہے)

☆ تشریح

حضرت انسؓ جب حضور پاک ﷺ کی خدمت میں خدمتگاریا خادم خاص کی حیثیت سے حاضر ہوئے تو اس وقت آپؐ کی عمر آٹھ سال تھی آپؐ نے کل دس سال حضور ﷺ کی بے مثال خدمت کی۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا بچہ تھا مجھ سے کبھی کوئی چیز ٹوٹ بھی جاتی یا کبھی مجھ سے کام بگڑ جاتے تو حضور ﷺ نے مجھے کبھی برا بھلا نہیں کہا نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی جھڑکا بلکہ آپؐ نہ تو خود ملامت کرتے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ملامت کرنے دیتے۔ چیز کے ضائع ہونے کا افسوس عورتوں کو بہت زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ازواجِ مطہراتؓ ناراض ہوتی تھیں تو حضور ﷺ انہیں منع فرماتے تھے اور فرماتے برتن کی عمر اتنی ہی تھی، اور یہ کام رب کی طرف سے یونہی ہونے والا تھا۔ انسؓ تو اس کا منظر ہیں انہیں کچھ نہ کہو۔ (مرآت)

اگر آج ہم لوگ اس سنت نبویؐ پر عمل کریں تو یقیناً ہمارے گھر بھی جنت بن جائیں اور اس طرح سے ثواب بھی حاصل ہو جائے۔ گھر میں لڑائی جھگڑا اس وجہ

سے بھی ہوتا ہے کہ ایک فرد نے بچے کو جھڑکا دوسرے نے حمایت کی اس طریقے سے بات بڑھتی ہوئی لڑائی تک پہنچ جاتی ہے۔ آئیے مل کر عہد کریں کہ اس پیاری سنت پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے۔ (آمین)

شرح مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں نو سال رہا۔ مجھے علم نہیں کہ کبھی آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی میری کسی چیز کی خدمت کی اور پھر جھڑک دیا۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ بارگاہ اقدس میں نو سال اور کچھ مہینے رہے بعض روایات میں انہوں نے مہینوں کا اعتبار نہیں کیا اور بعض روایات میں نو سال اور کچھ مہینوں کو تغلیباً دس سال سے تعبیر فرمایا۔ (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۵

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَاتَى قَوْمَهُ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ أَسْلِمُوا فَوَاللَّهِ إِنْ مَعَمَدًا لِيُعْطَى عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ

فَقَالَ لَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ باب فی اخلاق و شمائلہ ﷺ)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان بھری ہوئی بحریاں مانگیں۔ حضور ﷺ نے وہ سب اسے دے دیں۔ وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور بولا اے میری قوم مسلمان ہو جاؤ، اللہ کی قسم محمد ﷺ ایسی عطا دیتے ہیں کہ فقیری کا خوف نہیں فرماتے۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز نہ مانگی گئی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو "نہیں" (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

سائل نے اتنی زیادہ بحریاں مانگیں جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کا سارا جنگل بھرا ہوا تھا۔ یہ سب بحریاں حضور انور ﷺ کی اپنی تھیں۔ غزوہ حنین میں مالِ غنیمت کے خمس میں اتنی بحریاں آپ ﷺ کو ملی تھیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے بغیر دغدغہ بلا تامل سب بحریاں سائل کو عطا فرما دیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور ﷺ کی یہ بحریاں دیکھ کر عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو بڑے مال دار ہو گئے ہیں۔ فرمایا کیسے؟ اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بحریاں آپ ﷺ کی اکیلے ملک ہیں۔ فرمایا جا سب تجھے عطا فرما دیں، لے جاؤ حیرت سے حضور ﷺ کا منہ تکتا رہ گیا خیال رہے کہ داتا نخی ہے مگر دینے کے دروازے مختلف ہیں۔ کسی کو جمال دکھا کر ایمان عطا، کسی کو سخاوت دکھا کر اپنا

متوالا بنالیا، کسی کو میدان جہاد میں جلالِ الہی دکھا کر مومن بنا دیا۔ ہم جیسے دور رہنے والے غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا۔ ان کا نام، ان کے کام کی صورت، ان کی سیرت سب ہی ایمان مٹنے کا ذریعہ ہیں۔ اس بدوی نے اسی عطا کو حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل بنایا۔ مع اپنی قوم کے مسلمان ہو گیا، وہ بحریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا۔ یاد رہے کسی سے مانگنا عیب ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ مگر اللہ ورسول سے مانگنا ہم سب کے لئے باعثِ فخر ہے۔

(مرآت)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی سائل یا بھکاری کو کبھی یہ نہ فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے۔ اگر وہ چیز ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ خاموشی یا آئندہ کے لئے وعدہ فرمایا یا معذرت کر دی لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ قُلْتَ لَا أُجِدُّ مَا أَحْبَبْتُكُمْ عَلَيْهِ۔

ترجمہ = تو نے کہا میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں (پ ۱۰ توبہ)

آیت کریمہ میں معذرت کا "لا" ہے اور انکار کا "لا" مراد ہے۔

فرزوق شاعر نے حضور ﷺ کی نعت شریف میں عرض کیا۔

مَا قَالَ لَا قَطَّ إِلَّا فِي تَشْهِيدِهِ
لَوْ لَا التَّشْهِيدُ كَانَتْ لَاءُ نَعْمٍ

کسی نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔

زفت کلمہ لا بر زبان او ہرگز
مگر بہ آئینہ ان لا الہ الا اللہ

یعنی حضور انور ﷺ نے بجز کلمہ طیب کے "لا" انکار کے لئے کبھی ارشاد نہ

فرمایا۔ آج بھی حضور ﷺ سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھر دے۔

زمانہ زمانے میں سخی ایسا کہیں دیکھا
زبان پر جس کے سائل نے نہیں آتے نہیں دیکھا

(مرآت)

سرور کائنات ﷺ نے کبھی کسی سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا، آپ
ﷺ کے جو دو سخا کے واقعات سے سیرت کی کتب بھری پڑی ہیں، جو بھی در
رسالت پر حاضر ہو اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا گیا۔ حضور ﷺ کا یہ فیض،
فضل و کرم آج بھی جاری ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ معلوم
ہوتا ہے کہ سب معاملات حضور ﷺ کے دستِ ہمت و کرامت کے سپرد ہیں۔
حضور ﷺ جو چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے رب کے لُؤن سے عطا فرماتے ہیں

(اشعۃ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَأَمَّا الْمَسْأَلِ فَلَا تَنْهَرُوا (اور جو سائل مانگنے
آئے اس کو مت جھڑکئے) (ضحیٰ پ ۳۰)

حضور ﷺ کی زندگی مبارک اس آیت کریمہ کی عملی تفسیر ہے۔ حضور
ﷺ نے کبھی کسی کو نہ نہیں فرمایا ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین کے
علاقہ سے ۹۰ ہزار درہم آئے آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک چٹائی بچھا کر اس پر
نقدی کاڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر کے بعد یہ درہم تقسیم کرنا شروع کئے، نماز ظہر تک ایک
درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب حضور ﷺ ساری رقم تقسیم فرما چکے تو اتفاق سے ایک
سائل آگیا سرکار نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں بچی، تم یوں کرو کہ کسی بھی
دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور اپنی ضرورت کی اشیاء حاصل کرو اسے کہو کہ رقم
میرے نام لکھ دے میں ادا کرونگا۔

اس وقت حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں اللہ نے آپ کو اس بات کا مکلف نہیں فرمایا۔ سرورِ دو عالم ﷺ کو عمر فاروقؓ کی یہ بات پسند نہ آئی آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے، ایک انصاری بھی اس وقت حاضر خدمت تھے۔ کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ بے دریغ خرچ فرمایا کیجئے اور پروردگار سے قلت کا خوف نہ کیجئے۔ اس پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سُرت سے پھول کر شگفتہ ہو گیا اور حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے پھر فرمایا میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

حضور ﷺ کے خزانے تو ختم ہونے والے نہیں، آپ ﷺ کے در پر آنے والا کوئی سائل کیسے خالی ہاتھ جاسکتا ہے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دئے ہیں در بے بہا دئے ہیں

☆ حدیث نمبر ۶

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَأُرْسِلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي أَنْ أَذْهَبَ لِمَا أَمَرَنِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجْتُ حَتَّى أَمَرَ عَلَى صَبِيَّانٍ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي السُّوقِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ

قَبْضَ بِقَفَائِ مَنْ وَرَائِي قَالَ فَفَنظَرْتُ إِلَيْهِ وَ هُوَ
يَضْحَكُ فَقَالَ يَا نَيْسُ ذَهَبْتَ حَيْثُ أَمَرْتُكَ قُلْتَ نَعَمْ
أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(شکوۃ باب فی اخلاقہ و شمائلہ ﷺ)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں
سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔ حضور ﷺ نے مجھے ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا،
میں نے کہا اللہ کی قسم میں نہ جاؤنگا لیکن میرے دل میں تھا کہ جاؤنگا جس کا مجھے حضور
ﷺ نے حکم فرمایا۔ چنانچہ میں روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں بچوں پر گذرا جو بازار
میں کھیل رہے تھے۔ اچانک حضور ﷺ نے میرے پیچھے سے میری گردن پکڑی
فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ فرمایا اے
انسؓ کیا تم وہاں جا رہے ہو جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا؟ میں نے عرض
کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں وہاں جا رہا ہوں۔ (مسلم)

☆ تشریح

جس وقت حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت حضرت انسؓ
کی عمر آٹھ سال تھی ان کے والدین ان کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے ان کو آپ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔
وفات ۱۰ھ میں ہوئی حضور ﷺ کی وفات تک انسؓ خدمت کرتے رہے۔ بعد

وفاتِ مدینہ سے چلے گئے اور مقام موصل میں آپ کا مزار ہے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں ناس سے مراد سارے ہی

انسان ہیں اور غلق سے مراد برتاؤ ہے۔ (مرقات)

حضرت انسؓ نے نافرمانی یا حکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ ناز برداری کی ہے اور

اپنے کریم پر نیاز مند نہ ناز ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں۔

کشاہد دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے

نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

(اقبالؒ)

جیسے عے ماں باپ سے ضد کرتے ہیں کہ ہم نہیں کرتے نیز یہ واللہ قسم کے

لئے نہیں تاکہ اس پر قسم کے احکام جاری ہوں بلکہ بلا قصد یہ لفظ بولا گیا ہے۔ امام

شافعیؒ کے ہاں یہ قسم لغو ہے اور امام اعظم کے نزدیک یہ قسم ہے ہی نہیں۔

(مرآت)

فرماتے ہیں میرا یہ انکار صرف زبانی تھا۔ دل سے نہ تھا چونکہ یہ کام لڑکپن

میں تھا اس لئے حضور انور ﷺ نے بار بار جانے کا حکم نہ دیا۔ بلکہ نہایت ہی نرمی

فرماتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اور میں حکم کی تعمیل میں کام پر چلا گیا۔ (لمعات)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں کھینے والے بچوں پر گذرا تو کھیل دیکھنے کے

لئے کھڑا ہو گیا، اچانک آپ ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑی یہ گردن پکڑنا

انتہائی پیار و محبت سے تھا، قفا، گردن کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں اور اگلے حصے کو

حلقوم کہتے ہیں۔

حضرت انسؓ نے پیچھے دیکھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے حضور ﷺ کے

لئے جہاں کہیں لفظ ضِحْكُ آتا ہے وہاں تبسم مراد ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے کبھی قہقہہ نہ لگایا۔ لفظ انس کو انیس فرمانا تصغیر کے لئے ہے۔ یہ بھی محبت کے لئے تھا۔ نام بگاڑنا مراد نہیں۔ جیسے ہمارے ہاں اکرام سے کامی یا سلیم سے سیسی کہا جاتا ہے۔

قُلْتُ نَعَمْ (میں نے عرض کیا ہاں) یہ ہے اپنے ارادے کا اظہار یعنی میں نے صرف زبان سے انکار کیا تھا۔ جانے کا ارادہ اس وقت ہی تھا چنانچہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حکم کے مطابق جا رہا ہوں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا كَانَ يَخْدِمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَوَجَدَ أَبَاهُ عِنْدَ رَأْسِهِ يَقْرَأُ التَّوْرَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا يَهُودِيٌّ أَنْشُدْكَ يَا اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَةَ عَلَى مُوسَى هَلْ تَجِدُ فِي التَّوْرَاتِهِ نَعْتِي وَصِفَتِي وَمَخْرَجِي قَالَ لَا قَالَ الْفَتَى بَلَى وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّا تَجِدُ لَكَ فِي التَّوْرَاتِهِ نَعْتَكَ وَصِفَتَكَ وَمَخْرَجَكَ وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

صَحَابِهِ أَقِيمُوا هَذَا مِنْ عِنْدِ رَأْسِهِ وَلَوْ أَخَاكُمْ رَوَاهُ
لَبَيَّهَقِي فِي دَلَائِلِ النَّبُوَّةِ -

مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت
کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو اس کے پاس نبی کریم ﷺ بیمار پرسی کے لئے تشریف
لائے، اور اس کے باپ کو اس کے سر ہانے تورات پڑھتے پایا۔ تو اس سے رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا کہ اے یہودی میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ
السلام پر تورت اتاری کیا تم میرے اوصاف، میری نعت اور میری ہجرت
تورت میں پاتے ہو کہا نہیں، تو نوجوان بولا ہاں یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم ہم
آپ ﷺ کی نعت، آپ کی صفات اور آپ کی ہجرت تورت میں پاتے ہیں اور میں
گوئی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول
ہیں۔ تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس یہودی کو اس جوان
کے پاس سے اٹھا دو اور تم اپنے بھائی کا انتظام کرو۔

(بہقی دلائل النبوة)

☆ تشریح

عربی میں نابالغ مگر سمجھدار بچے کو غلام کہتے ہیں بہت چھوٹے بچے کو صبی
کہا جاتا ہے شہ خوار کو رضع کہتے ہیں۔ یہ بچہ یہودی کا تھا۔ حضور انور ﷺ کی

خدمت میں رہتا تھا اور آپ ﷺ کی ہر طرح سے خدمت کیا کرتا تھا۔ معلوم ہوا کافر یوں سے خدمت لینا جائز ہے کبھی یہ خدمت و صحبت ہی ان کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جس طرح اس واقعہ میں ہوا، اس پچے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہ ہو سکا واقعہ یہ ہے کہ چچہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بیمار ہے اور چل پھر نہیں سکتا۔ تب حضور ﷺ مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی بیمار پر سی جائز ہے۔ خصوصاً جبکہ تندرستی میں کافر ہمارے پاس آتا جاتا ہو اور ہم سے راہ دور سم رکھتا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے مرنے والے کے پاس سورۃ یسین پڑھتے ہیں ایسے ہی یہود اپنے مرنے والوں کے پاس توریت پڑھا کرتے تھے۔ وہ چچہ غالباً قریب الموت تھا۔

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے خود قسم کھانا جائز ہے اسی طرح دوسرے کو قسم دینا بھی جائز ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کو قسم دی جائے یا لی جائے تو قسم میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جس سے اس کے دل پر رعب چھا جائے۔ یہود کے نزدیک توریت شریف اور موسیٰ علیہ السلام بڑی عزت و عظمت والے ہیں اور توریت کا نزول ان کے ہاں اللہ کی بڑی نعمت ہے اس وجہ سے حضور ﷺ نے اس طرح قسم کھائی۔

حضور ﷺ کا توریت میں اپنی صفات پوچھنا اقرار کرانے کے لئے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ساری کتب الہیہ پڑھی ہوئی ہیں توریت و انجیل میں حضور ﷺ کے نام، کام، حالات بلکہ ہجرت مدینہ تک کا ذکر موجود ہے۔

اس یہودی نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ آپ کے متعلق تمام واقعات اپنی توریت میں پڑھ چکا تھا۔ لڑکا فوراً بولا حضور توریت میں آپ ﷺ کی صفات موجود ہیں۔ پتہ چلا کہ لڑکا اگرچہ کم عمر تھا لیکن اس نے توریت میں یہ سب کچھ پڑھ لیا تھا۔ اور اس کے دل میں حضور انور ﷺ کی محبت تھی۔ اسے صحبت کی برکت سے یہ نعمت مل چکی تھی۔ اور وہ آپ ﷺ کے سامنے مسلمان ہو گیا۔ کوئی شخص اسلام و ایمان لینے آتا ہے مگر اس لڑکے کے پاس ایمان و اسلام آیا۔ کیونکہ جس ذات کریمہ پر ایمان لایا جاتا ہے جن کے نام سے انسان مسلمان بنتا ہے وہ خود اس کے گھر تشریف لے گئے۔ یہ تھا صحبت پاک کا اثر۔

تیری خلق کو رب نے جمیل کیا تیرے خلق کو رب نے عظیم کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
حضور انور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اس کی تیمارداری کرو اور جب یہ مر جائے تو اس کے کفن و دفن اور نماز جنازہ کا انتظام کرو اب اسے یہ یہودی باپ ہا تھا نہ لگائے۔ حدیث پاک سے یہ مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ نابالغ سمجھدار بچے کا ایمان معتبر ہے۔

۲۔ مرتے وقت کا ایمان قبول ہے جبکہ غرغره کی حالت سے پہلے ہو۔

۳۔ اسلامی رشتہ جانی رشتوں سے قوی تر ہے۔ کہ مومن کا کفن و دفن اجنبی

مسلمان تو کریں گے مگر اس کا باپ دادا کافر نہ کرے گا۔

۴۔ اسلام میں نئے پرانے مسلمان برابر ہیں۔ (مرآت)

اس بچے کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو کہ کوئی عمل نہ کیا اور نیکی صرف یہی کہ

حضور ﷺ کی خدمت میں گاہے گاہے حاضری دیتا رہا مرتے وقت ایمان کی دولت

سے مشرف ہو کر جنت میں چلا گیا۔

اور پھر یہ نگاہ نبوت کا کمال تھا کہ وہ چہ جو اللہ کے محبوب ﷺ کا خدمت گار تھا جب بیمار ہوا تو پتہ چل گیا کہ اب یہ دار فانی سے کوچ کرنے والا ہے۔ تبھی تو ایمان کی دولت عطا کر دی۔ اس سے پہلے ایسا نہیں فرمایا۔ سو جو درِ مصطفیٰ کی خدمت کرے اور پھر بے ایمان مرے یہ بات رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کو گوارا نہ ہوئی۔

بچے کے بارے میں پوچھنا عدمِ علم کی وجہ سے نہ تھلکہ عدمِ توجہ کی بناء پر تھا جیسا کہ حافظِ قرآن ہر وقت ہر آیت نہیں بتا سکتا ہاں جب توجہ کرتا ہے تو سنا دیتا ہے

☆ حدیث نمبر ۸

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْأُولَى ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ أَهْلِي وَخَرَجْتُ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدِّي أَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَأَمَّا أَنَا فَمَسَحَ خَدِّي فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بُرْدًا وَرِيحًا كَأَنَّهَا آخِرُ جَهَا مِنْ جُودَةِ عَطَّارٍ -

رواہ مسلم

مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته

☆ ترجمہ

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ پہلی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر کی طرف چلے، میں حضور ﷺ کے ساتھ چلا آپ ﷺ کے سامنے چے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر الگ الگ ہاتھ پھیرنے لگے۔ رہا میں تو حضور ﷺ نے میرے رخساروں پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک پائی۔ اور خوشبو ایسی گویا ہاتھ عطار کے ڈبہ سے نکالا ہو۔

(مسلم)

☆ تشریح

پہلی نماز سے مراد نماز فجر ہے۔ کیونکہ دن کی پہلی نماز یہی ہے۔ اس وقت مسجد کے دروازہ پر چے جمع ہو جاتے تھے۔ دم کرانے یا دست اقدس سر پر پھروانے کے لئے۔

چھوٹے چے اپنے والد کی گود میں تھے کچھ سمجھدار چے خود کھڑے تھے۔ حضور انور ﷺ محبت سے ان کے رخساروں کو اس طرح چھوتے ہوئے نکلتے چلے گئے کہ انگوٹھا شریف ایک رخسار پر تو انگلیاں دوسرے رخسار پر اور چوں کی ٹھوڑی حضور ﷺ کی ہتھیلی مبارک میں، جیسے عمومان بزرگ حضرات چوں کے رخساروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک ٹھنڈے اور خوشبودار تھے۔ مگر ٹھنڈک تکلیف دہ نہیں بلکہ نہایت خوشگوار تھی۔

(مرآت)

خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کا جسم اطہر خود بھی خوشبودار اور معطر تھا، حضور ﷺ عطر ملتے بھی تھے تاکہ اصل و عارضی دونوں خوشبوئیں مل کر بہت لطف

دیں کیونکہ فرشتوں کو حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو تا رہتا تھا۔

(مرقات)

علامہ سعیدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ابن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے کر آتے، آپ ﷺ ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے بسا اوقات سرد صبح میں یہ واقعہ ہوتا اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ ان میں ڈبو دیتے تو لوگ وہ پانی تبرک بنا کر گھروں کو لے جاتے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے برتنوں میں رسول اکرم ﷺ کا ہاتھ لگواتے تھے۔

انسیرینؒ فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا و ماٹھا سے زیادہ محبوب ہے۔ (شرح مسلم)

علامہ سعیدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار تھا رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ عیادت کے لئے تشریف لائے میں ہوش تھا رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور چاہو پانی مجھ پر ڈال دیا تو مجھے ہوش آگیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں صالحین کی مستعمل اشیاء اور آٹا سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔ (شرح مسلم)

تاکہ اللہ کے بندے ان مقبول بندوں سے تبرکات اور شفا حاصل کریں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ سلف الصالحین کی دستار، کرہ حتیٰ کہ جوڑے وغیرہ بھی پیچھے آنے والوں نے سنبھال کر بطور تبرک محفوظ جگہ میں رکھے ہوتے ہیں ان کی اصل

حدیث پاک ہے۔

☆ حدیث نمبر ۹

وَعَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ لَهُ نِطْعًا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ
وَكَانَ كَثِيرًا الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَتَجْعَلُهُ فِي
لَطِيبٍ وَالْقَوَارِيرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا
قَالَتْ عَرَقَكَ نَجْعَلُهُ فِي طَيْبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ
لَطِيبٍ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرْجُوا بَرَكَتَهُ
لِصَبْيَانِنَا قَالَ أَصَبْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته

☆ ترجمہ

حضرت ام سلیم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف
لاتے تھے اور وہاں قیلولہ کیا کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے لئے چمڑے کا بستر بچھا
دیتی تھیں۔ حضور ﷺ اس پر آرام کیا کرتے تھے، حضور کو پسینہ بہت آتا تھا۔ تو وہ
حضور کا پسینہ جمع کر لیتی تھیں۔ اسے خوشبو میں ڈال لیتی تھیں تو نبی کریم ﷺ نے
فرمایا اے ام سلیم یہ کیا ہے۔ بولیں حضور ﷺ آپ کا پسینہ ہے۔ جسے ہم اپنی خوشبو

میں ڈال لیتے ہیں۔ یہ بہترین خوشبو ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بولیں یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کی برکت سے اپنے بچوں کے لئے امید کرتے ہیں، فرمایا تم ٹھیک کرتی ہو۔
(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک کی راوی حضرت اُمّ سلیمؓ کے نام میں اختلاف ہے، کنیت اُمّ سلیم بنت ملحان ہے۔ آپ پہلے مالک بن نضر کے نکاح میں تھیں۔ ان سے حضرت انس بن مالکؓ پیدا ہوئے مالک بن نضر مشرک مارے گئے تو ابو طلحہؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا آپ نے فرمایا میرا مہر یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس کے بغیر کوئی مہر نہیں چاہتی۔ چنانچہ ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور آپ سے نکاح کیا۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اُمّ سلیم اور اُمّ حرام دونوں ملحان کی صاحبزادیاں ہیں بعض مؤرخین نے کہا کہ یہ دونوں بیٹیاں حضور ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں۔ اس لئے آپ ﷺ سے پردہ نہ کرتیں اور آپ ﷺ ان کے ہاں آرام فرماتے تھے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ دونوں بیٹیاں مدینہ کے انصار بنو نجار سے ہیں۔ حضور انور ﷺ شیر خوارگی میں مدینہ نہیں گئے۔ لہذا حق یہ ہے کہ یہ دونوں بیٹیاں حضور انور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی رضاعی خالہ تھیں کیونکہ عبدالمطلب نے مدینہ منورہ میں بنی نجار میں ایک مٹی مٹی سے نکاح کیا تھا حضرت عبداللہ مدینہ میں ہی پیدا ہوئے وہاں ہی شیر خوارگی کا زمانہ گزارا اور بنی نجار میں ہی پلے بڑھے۔ اُمّ حرام نے حضرت عبداللہ کو دودھ پلایا جو کہ اُمّ سلیم کی

بہن ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ یہ دونوں بیہیاں حضور ﷺ کی رضاعی
داویاں ، پھوپھیاں ہیں۔ لہذا آپ ﷺ کا ان کے ہاں تشریف لے جانا اور آرام فرمانا
بالکل درست ہے۔ (مرقات)

شارح مشکوٰۃ مزید فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور ﷺ بہت حیا والے تھے ،
جس کو حیا و شرم بہت آتی ہو اسے پسینہ بہت آتا ہے۔ (مرقات)

حضرت امّ سلیمؓ جسم شریف سے پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنے عطر میں ملا لیا
کرتی تھیں۔ انہیں جسم اطہر چھونا جائز تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس بستر سے یا حضور ﷺ
کے کسی کپڑے سے نچوڑ لیتی ہوں۔

حضور انور ﷺ کے پسینے کا خوشبودار ہونا غیر اختیاری معجزہ تھا۔ جیسے
حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ، یا حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی ۔
انبیاء کرام کے معجزات تین قسم کے ہوتے ہیں۔ لازمی معجزات ، عارضی اختیاری
معجزات جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نضاء اور ید بیضاء کہ جب پھینکا تو سانپ
من گیا۔ عارضی غیر اختیاری معجزے جیسے قرآنی آیات کا نزول ، یہ خوشبودار پسینہ
پہلی قسم کا معجزہ ہے۔

صاحب اشعۃ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ امّ سلیم بطور تبرک
آپ ﷺ کا پسینہ اپنے چوں پر ملتی تھیں۔ ، جس سے خوشبو بھی حاصل ہوتی اور
برکت بھی ، تاکہ اس کی برکت سے بچے آفات اور بلاؤں سے محفوظ رہیں۔ (اشعۃ)
معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات دافع بلا ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ
السلام کی قمیص نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حال کر دی۔ (القرآن)
صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے پسینہ ، ان کے لباس ، ہاں ،

سارے آثار سے برکت اور قرب الہی حاصل کرنا مستحب ہے۔ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری میت پر جو خوشبو لگائی جائے اس میں یہ پسینہ شریف شامل کیا جائے۔

(مرقات)

حضور ﷺ نے اپنا تہبند شریف اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کے کفن میں برکت کے لئے رکھوایا۔

(مرآت)

علامہ سعیدیؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی پھول، مشک یا عنبر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبو دار نہیں پایا۔ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ کوئی عطر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوشبو دار نہ تھا۔ امام ابو یعلیٰؒ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا آپ ﷺ اپنا پسینہ مبارک پونچھ کر اس شخص کو دیتے اور فرماتے کہ اپنی لڑکی سے کہو کہ اسے لگالے۔ چنانچہ جب وہ اس پسینہ کو لگاتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے، اور لوگ ان کے گھر کو خوشبو والا گھر کہتے۔ امام دارمیؒ شہبہؒ اور امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ جس راستے سے گذرتے بعد میں گذرنے والے آپ ﷺ کے پسینے کی خوشبو سے پہچان لیتے کہ آپ ﷺ ادھر سے گذرے ہیں اور آپ ﷺ جس پتھر کے پاس سے گذرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى وَجَبَتْ لَكَ النَّبُوءَةُ قَالَ وَادَمُ
بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ زَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول
اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی، فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام روح
اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی)

☆ تشریح

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام
کے جسم میں ابھی روح پھونکی نہ گئی تھی، اس وقت ہم نبی تھے۔ حدیث پاک کا یہ
مطلب نہیں کہ ہم علم الہی میں نبی تھے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ہم نبی ہونگے
کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام کی نبوت کو جانتا تھا۔ پھر اس میں حضور ﷺ کی
خصوصیت کیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت کا اعلان اس وقت ہو
چکا تھا۔ فرشتے حضور ﷺ پر کروڑوں سال سے درود پڑھ رہے تھے۔ تمام رُوحوں
کے سامنے سارے نبیوں سے حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ کی نصرت و مدد
کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا تھا۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الْخ (پ ۳ آل
عمران) (اور جب اللہ نے نبیوں سے پکا وعدہ لیا) عرش اعظم، آسمانوں، جنت

کے مخلوقوں، درپچوں میں، وہاں کے درختوں کے پتوں پر حوروں کی پتلیوں میں، فرشتوں کی آنکھوں میں، غلمان کے سینوں پر، طوبیٰ کے غنچہ و گل میں حضور ﷺ کا نام لکھ دیا گیا انشاء اللہ ہم بھی وہاں جا کر یہ ساری بہاراں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں حضور ﷺ سارے نبیوں کے نبی تھے۔ آپ ﷺ ان کی روحوں کو تعلیم و تربیت دیتے تھے۔ سارے انبیاء حضور ﷺ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے دنیا میں تشریف لائے اور حضور سے سیکھے ہوئے علوم مخلوق کو سکھائے۔

(اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ چنانچہ ابن سعد نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں، طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت کی۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالجَسَدِ -

(میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے)

(مرقات)

خیال رہے کہ جسمانی نبوت کے لئے شرط ہے کہ نبی انسان ہوں اور انسانی سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوتا ہے لیکن روحانی نبوت کے لئے یہ شرط نہیں۔

لذا فرمانِ عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ نبی انسان ہونے چاہئیں۔ اس وقت حضور ﷺ صفتِ انسانیت سے موصوف نہ تھے، یا یوں کہو کہ انسانیت کے لئے اولادِ آدم ہونا ضروری ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ جو انسان ہیں مگر اولادِ آدم نہیں۔ یوں ہی جو

مخلوق جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جائے گی وہ انسان ہوگی مگر اولادِ آدم نہ ہوگی

لذا اس وقت بھی حضور ﷺ انسانیت کی صفت سے موصوف تھے۔ (مرآت)

ہنا ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

نہ ہوا تھی نہ آدم تھا نہ تھا ظاہر خدا پہلے

سیرۃ الحلبیہ میں غلام علی بن برہان الدین الحلبی ایک روایت نقل کرتے

ہیں جسے حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنے والد حضرت امام حسینؑ اور انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں حضرت	أَنَّ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے	وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نُورًا بَيْنَ يَدَيْ
اپنے مولا کی بارگاہ میں نور کی صورت	رَبِّي قَبْلَ خُلُقِ آدَمَ عَلَيْهِ ا
میں موجود تھا	لِضَلْوَةِ وَالسَّلَامِ بَاءَ رُبْعَةِ عَشْرَ
	الف عام

کائنات میں تخلیق آدم سے پہلے حضور ﷺ کب سے موجود تھے۔ اس کا تعین کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اس سلسلے میں مختلف آئمہ نے ایک روایت ذکر کی ہے۔ کہ علامہ حلبیؒ انسان المعیون المعروف سیرۃ الحلبیہ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ جبرائیل ذرا یہ تو بتلاؤ کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کیا آقا! عمر کا تو مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ (ساری کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے) چوتھے پردہ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ جگا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ

چمکتا تھا۔ آقا میں نے وہ نورانی ستارہ اپنی زندگی میں بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، حضور ﷺ (تبسم کناں چہرہ انور کے ساتھ) فرمانے لگے جبرائیل مجھے اپنے رب ذوالجلال کی قسم وہ (چمکنے والا) ستارہ میں ہی ہوں۔

عالم بشریت میں جلوہ گری تو بہت بعد کی بات ہے، حضور ﷺ تو اس وقت بھی عالم وجود میں تھے جب نور کو بھی کوئی وجود نہ ملا تھا۔ کائنات جب نیست کے مرحلے میں تھی اور فقط خداوند قدوس اپنی شان الوہیت دربوہیت کے ساتھ موجود تھا، اس سے آگے کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۱

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَعَثت
بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنَصَرْتِ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا اَنَا نَائِمٌ
رَأَيْتُنِي آتِيَةً بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوَضَعَتْ فِي
يَدِي -

متفق علیہ

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ﷺ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جامع باتوں کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور ہیبت سے میری مدد کی گئی ہے، جبکہ میں سو رہا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور

☆ تشریح

سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں۔

تمام زمینی اور دریائی پیداواریں زمینی خزانے ہیں آپ ﷺ کو چابیاں دئے جانے کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کو ان سب کا مالک بنا دیا گیا اور مالک بھی اختیار والا کہ آپ لوگوں کو اپنے اختیار سے تقسیم فرمائیں۔ خیال رہے کہ نبی کا خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدانے

ہر کار بنایا تمہیں مختار بنایا

بے یار و مددگار جسے کوئی نہ پوچھے

ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے۔

“إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا” (پ ۲۶ فتح)

ترجمہ = اے محمد ﷺ ہم نے تم کو صریح و صاف فتح دی۔

حضور ﷺ بہ عطاء الہی اللہ کے سارے خزانوں کے مالک ہیں۔ حضرت

ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ سے جنت مانگی جو عطا کر دی گئی۔

جس دن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو احد پہاڑ کو سونا بنا

دوں، اس دن سے آج تک احد پہاڑ سے سونا نکل رہا ہے۔

جَوَامِعِ الْكَلِمِ = (جامع باتیں) قرآن پاک کے الفاظ بھی جامع ہیں

اور حضور ﷺ کے الفاظ بھی نہایت جامع ہیں کہ لفظ تھوڑے معنی بہت زیادہ۔

دیکھو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اعمال کا اعتبار نیتوں سے ہے، دین کی حقیقت خیر

خواہی ہے، مومن کامل وہ ہے جو بے کار اور غیر مفید باتیں چھوڑ دے، بظاہر یہ جملے

چھوٹے چھوٹے ہیں مگر ساری شریعت و طریقت ان میں بھری ہوئی ہے۔

وَنَصِرْتُ بِالرَّعْبِ = (اور ہیبت سے میری مدد کی گئی) دشمنوں

کے دل میں قدرتی طور پر حضور ﷺ کا رعب تھا ایسا دیکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ

اکیلے سو رہے ہیں، کافر تلوار لے کر آکھڑا ہوا مگر قتل نہ کر پٹکا بلکہ ٹھہر کر خود

گر گیا۔ مولانا فرماتے ہیں =

۔۔۔ ہیبتِ حق است این از خلق نیست

ہیبتِ این مرد صاحبِ دلق نیست

ترجمہ = یہ ہیبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے خلقت سے نہیں، اور نہ ہی اس گدڑیا

پوش مرد کی طرف سے ہے۔

خیال رہے چاند سورج حضور ﷺ کے مطیع ہیں کنکروں، پتھروں، لکڑیوں

نے حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا، یہ ساری مخلوق حضور ﷺ کو مانتی ہے، سوائے کفار،

جن و انس باقی سب حضور ﷺ کو مانتے ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۱۲

وَعَنْ عَمْرٍو قَالَ قَالَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلَ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلَ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ -

(مشکوٰۃ باب بدء الخلق وذكر الانبياء)

☆ ترجمہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ہم میں ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم کو ابتداء خلق کے متعلق خبر دی حتیٰ کہ جنتی جنت میں اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں اپنے مقامات پر، جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (بخاری)

☆ تشریح

حضور پاک ﷺ کا یہ وعظ فجر کی نماز سے لے کر مغرب کی نماز تک تھا، درمیان میں سوا ظہر، عصر کی نماز کے اور کسی کام کے لئے وعظ شریف بند نہ فرمایا اور دن بھر میں ابتدا سے انتہا تک بیان فرمادینا حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے پر زین کتے کتے پوری زیور شریف پڑھ لیتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس وعظ شریف میں پرندوں کا پر مارنا، قطرہ کا

حکمت کرنا، ذرہ کا جنبش کرنا تک بیان فرمادیا۔ گذشتہ ماضی کے تمام حالات اور آئندہ مستقبل کا ایک ایک حال بیان فرمادیا۔ یہ حضور ﷺ کے علم غیب کُلّی کی قوی دلیل ہے۔ اور یہ حدیث ان آیات کی تفسیر ہے۔ وَ عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ (اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے) (پ ۵ نساء) وَيَعْلَمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (اور تمہیں ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے) (پ ۲ بقرہ)

خدا مطلع ساخت ہر جملہ غیب

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ خَبِيرٌ أَدْمِي

ترجمہ = آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر غیب پر مطلع فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ ہر چیز پر خبردار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سارے غیب حضور ﷺ کو بتائے، حضور ﷺ کو یاد بھی رہے فرماتے ہیں وَ تَجَلَّىٰ لِي كُلُّ شَيْءٍ وَ عَرَفْتَا (اور ہر چیز میرے لئے روشن ہو گئی اور میں پہچان گیا) پھر حضور ﷺ نے یہ سب کچھ صحابہؓ کو بتایا مگر ان میں سے کسی کو سارا یاد نہ رہا۔ اس تعلیم میں بعض کو زیادہ یاد رہا بعض کو کم اور بعض کو کچھ یاد نہ رہا الغرض رب نے اپنے محبوب کو سب کچھ سکھا دیا۔ حضور ﷺ نے صحابہؓ کو سب کچھ وعظ میں بتایا، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو رب نے سارے نام سکھائے، وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا،، (پ ۱ بقرہ) اور حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو وہ سب نام بتائے، سکھائے نہیں، یہ فرق خیال میں رہے۔

جب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اس ہاتھ میں (جو کتاب ہے) مجھ

پر ایمان لانے والوں کے نام ہیں اور دوسرے ہاتھ میں جو ایمان نہیں لائیں گے

انکے نام ہیں ، تو اس پر منافقین نے اعتراض کیا کہ ہم نے ظاہری کلمہ پڑھا ہے۔
(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ہماری خبر نہیں تو پھر جنتیوں اور دوزخیوں کا کیسے پتہ چل گیا کہ فلاں
دوزخ میں جائے گا اور فلاں جنت میں جائے گا۔

جب حضور اکرم ﷺ نے نا تو منبر نبھانے کا حکم دیا۔ صورتِ جلال میں
تمام سامعین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ سَلُّوْنِي عَنَّا بَشَلَّتُمْ (جو چاہو پوچھو)
اس پر ایک شخص نے اپنا نسب پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ لوگ مجھ پر شک
کرتے ہیں کہ تیرا باپ فلاں نہیں ، فلاں ہے ، وضاحت فرمادیں۔ تو حضور ﷺ
نے اس کو اس کے حقیقی باپ خذیفہ کی خبر دی۔ بالآخر حضرت فاروق اعظمؓ نے
دست بستہ (اقرار و ایمان رسالت کے ساتھ) معذرت خواہانہ انداز میں حاضری دی
اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ کیونکہ صحابہؓ تو اپنے محبوب کا جلال دیکھ کر ہیبت زدہ ہو
گئے کہ منافقین کے علمِ غیب پر شک کرنے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔
واللہ اعلم

☆ حدیث نمبر ۱۳

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُؤْمِنُ
أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْ بَعْضِ مَلَائِكَتِهِ زَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ -
(مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن اللہ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والا ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ تشریح

اس حدیث پاک میں جن مومنین کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے، کہ عام مومنین عام فرشتوں سے افضل ہیں اور خاص مومنین خاص فرشتوں سے افضل ہیں یہ بھی خیال رہے کہ خاص مومنین سے مراد حضرات انبیاءؑ، ورسل و مرسلین ہیں اور خاص ملائکہ سے مراد حضرت جبرائیلؑ و میکائیلؑ وغیرہ اشرف ملائکہ ہیں عام مومنین سے مراد صالحین، متقین ہیں جن میں خلفاء راشدین، تابعین، اولیاء اللہ ہیں۔ رب فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ اَوْلٰئِكَ هُم خَيْرُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ (پ ۳۰ پینہ)

لذا ہر انسان فرشتوں سے افضل نہیں، ہاں ایمان اور عمل صالح اسے افضل بنا دیتا ہے۔ صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین، حضور غوثِ پاکؑ، امام اعظم ابو حنیفہؒ عام فرشتوں سے بھی افضل ہیں۔ (مرقات)

ہاں انسانیت ملکیت سے افضل ہے مگر صدیق اکبرؑ انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔

یہی حق میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور ان کی اولاد کو پیدا کیا تو فرشتے بولے یا رب تو نے انہیں پیدا فرمایا جو

کھائیں گے ، پیئیں گے ، نکاح کریں گے ، سوار ہوں گے - تو ان کے لئے دنیا کر دے اور ہمارے لئے آخرت - اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جس میں اپنی رُوح پھونکی اسے اس مخلوق کی طرح نہ کروں جس سے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گئی۔

فرشتوں کا یہ عرض کرنا کہ اولادِ آدم گھر میں ، خشکی میں ، دریا میں ، سواریوں میں ، دورانِ سفر بھی دنیا میں مشغول رہے گی ، دنیا نہیں چمٹی رہے گی۔ واقعی فرشتوں نے ٹھیک کہا ہم ویسے ہی ہیں۔ معلوم ہو! فرشتوں کو بھی رب تعالیٰ نے علومِ غیبیہ بخشے کہ وہ لوگوں کے آئندہ حالات کی خبر رکھتے ہیں۔

فرشتوں نے کہا ہم دنیاوی کام نہیں کرتے صرف تیری یاد ہماری زندگی ہے لہذا تو انسانوں کو دنیاوی زندگی میں ہمیشہ رکھ اور انہیں وہاں کی نعمتیں ہمیشہ دے۔ ہم کو یہاں ہمیشہ رکھ اور یہاں کی نعمتیں ہمیشہ دے ایسا نہ ہو کہ ان کو تو دونوں جہاں کی نعمتیں ملیں اور ہم ان سے محروم رہیں۔ فرشتوں کی یہ عرض انسانوں کے لئے بد دعا یا بد خواہی نہیں بلکہ ان کی بھی خیر خواہی ہے اور اپنے لئے دعا بھی ہے۔

ربِّ کائنات نے فرشتوں سے کہا اے فرشتو! میرے ظاہری و باطنی کمالات کا منظر انسان ہے۔ تم کو میں نے صرف کُن کہہ کر پیدا کیا ہے اور انسان یعنی آدم علیہ السلام کا خمیر عرصہ تک تیار کیا گیا پھر عرصہ تک اسے سکھایا گیا میں نے دستِ قدرت سے اس کی شکل بنائی اسے ظاہری خوبیوں سے آراستہ کیا، پھر اس میں اپنی خاص رُوح پھونکی جس سے وہ باطنی خوبی کا حامل ہو گیا۔ انسان مادہ اور مجرب دونوں کا معجونِ مرکب ہے اور انسان اطاعت اور غصے سے مخلوط ہے۔ لہذا وہ ثواب و عذاب کا مستحق ہے، جبکہ تم بذاتِ خود معصوم ہو لہذا دوزخ سے محفوظ اور جنت

سے محروم ہو۔

یہ حدیث پاک ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بشر فرشتہ سے افضل ہے۔ یہ ہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ فرشتوں کے کمالات انسان پر موقوف ہیں، جنس بشریت، جنس ملکیت سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ گز لمبا اور سات گز چوڑا تھا۔ گویا لمبائی ۹۰ فٹ اور چوڑائی ۱۰ فٹ تھی۔
واللہ اعلم
(مرآت)

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ -

ترجمہ = میں نے انسان کو بہتر صورت میں پیدا کیا۔

حضرت انسان تخلیق میں اشرف المخلوقات ٹھہرا اور یہ سہرا ایمان اور عمل صالح کی بناء پر انسان اپنے سر سجائے رکھے تو مخلوق میں حضرت انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جبکہ فرشتے بھی مخلوق ہیں۔ لیکن انسان ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو تو پھر حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

ثُمَّ رَدَدْنَا نَافِلِينَ -

ترجمہ - (پھر ہم نے اس کو دوزخ کے نچلے درجے لوٹا دیا)

أُولَئِكَ كَانُوا لِنِعْمِ رَبِّهِمْ أَصْلًا

ترجمہ - (وہ لوگ تو ڈنکر ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے)

☆ حدیث نمبر ۱۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَحَا جِبَتِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَقَالَتِ النَّارُ اوْثَرْتُ بِاِ لْمُتَكَبِّرِينَ وَ اِ لْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْ خُلْنِي اِلَّا صُعَفَاءَ النَّاسِ وَ سَقَطَهُمْ وَ غَرَّتُهُمْ قَالَ اللهُ لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِي اَرْحَمُ بِكُمْ مِنْ اَشْيَاءِ مِنْ عِبَادِي وَ قَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِي اَعْدَبُ بِكُمْ مِنْ اَمْشَاءِ مِنْ عِبَادِي وَ لِكُلِّ وَ اِحْدَةٍ مِنْكُمْ مِلْوُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِي ؕ حَتَّى يَضَعَ اللهُ رِجْلَهُ يَقُولُ قَطُّ قَطُّ فَهِنَالِكَ تَمْتَلِي ؕ وَ يُرَوِي بَعْضُهَا اِلَى بَعْضٍ فَلَا يَظْلِمُ اللهُ مِنْ خَلْقِهِ اَحَدًا وَ اَمَّا اِ لْجَنَّةُ فَاِنَّ اللهُ يَنْشِيءُ لَهَا خَلْقًا مُتَّفِقًا عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب خلق الجنة والنار)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت اور دوزخ نے مناظرہ کیا تو دوزخ بولی کہ میں غرور والوں اور جاہلوں کے لئے خاص کی گئی ہوں۔ جنت بولی کہ پھر میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ ان میں سے گرے پڑے سیدھے سادے ہی داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے

جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے ، تیرے ذریعے جس بندے پر چاہوں گا رحم کرونگا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے ، تیرے ذریعے جس بندے پر چاہوں گا عذاب کروں گا۔ تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے۔ لیکن آگ تو دو دن بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا تو کہے گی بس بس، اس وقت بھر جائے گی اور بعض بعض کی طرف سمٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہ کرے گا۔ رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

جنت و دوزخ کا یہ مناظرہ قولی زبانی ہے، نہ کہ صرف حال کا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں حواس و شعور کلام پیدا فرمایا ہے۔

وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ (کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے)

(پ ۱۵ بنی اسرائیل)

مولانا روم فرماتے ہیں۔

نُطِقِ اَبٍ وَ نُطِقِ خَاكٍ وَ نُطِقِ كَلْبٍ ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل

فلسفی کو مگرِ حنانہ است از حواسِ انبیاءِ بیگانہ است

ترجمہ = پانی، مٹی اور خاک کا کلام یہ سب اہل دل کے حواس محسوس کر لیتے ہیں فلسفی جو حنانہ کے واقعہ کا انکار کرتا ہے وہ (اس لئے) کہ حواسِ انبیاء کے اور اک سے ناواقف ہے۔

دوزخ جنت سے کہنے لگی میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آ کر رہیں گے۔ بادشاہ، وزیر، تکبر کرنے والے اور مالدار کفار مجھ میں رہیں گے۔ تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین لوگ یعنی ضعفاء تجھ میں رہیں گے۔

دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہِ الہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا؟ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ مراد ہیں۔ سقط اور غرت سے مراد ہے احوال و صفات کے لحاظ سے کمزور، سقط وہ جنہیں لوگ معتبر نہ سمجھیں ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ غرۃ وہ جو دین میں مشغلہ رکھنے والے جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں بلکہ چالاک انہیں دھوکہ دے دیں حدیث شریف میں ہے

الْمُؤْمِنُ غَرٌّ كَرِيمٌ الْكَافِرُ حَبٌّ لَثِيمٌ -

ترجمہ = مومن صاف سادہ دل ہے اور کافر حب لثیم ہے۔

چونکہ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مظہر ہے اور اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں، وہ تو میرے رحم و کرم کا مرکز ہیں۔ بڑے درجے والے ہیں۔

دوزخ سے فرمایا گیا اے دوزخ تو میرے غضب اور قہر کی مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب اور قہر کے حقدار ہوں گے۔ تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میری صفات کا مظہر ہو۔ عذاب سے مراد ہے عذاب کی جگہ یعنی محل عذاب۔ عدل بھی میری صفت ہے اور فضل بھی

میری صفت ہے۔ تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھر دی جاؤ چنانچہ ہم تم میں کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے دونوں کو بھر دیں گے۔

شارحین نے رجل الہی یعنی قدم کے بہت معنی کئے ہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ مراد پاؤں یعنی قدم ہو اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ خود ہی جانے۔ یہ فرمان عالی تشابہات سے ہے۔ ورنہ اللہ اس گوشت و پوست کے ہاتھ پاؤں سے پاک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آگ میں اپنا قدم قدرت رکھے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جائے گا اور زیادتی کا مطالبہ ھَلْ مِنْ مَّزِيدٍ (پ ۲۶ ق) بند ہو جائے گا پھر یہ قدم قدرت نکال لیا جائے گا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

عالم را لقمہ کرد و در کشید

معدہ اش نعرہ زناں هل من مزید

ترجمہ = تمام جہاں کو لقمہ بنا کر ہضم کر لیا۔ ابھی اس کا معدہ نعرہ لگاتا ہے

کہ مجھے اور چاہئے۔

دوزخ بھرنے عذاب دینے کے لئے کوئی مخلوق پیدا نہ کی جائے گی کیونکہ یہ ظلم ہے اور رب تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ خیال رہے ظلم کے دو معنی ہیں۔ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا، اور کسی کو بغیر تصور سزا دینا یہ کہہ کر۔

وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

ترجمہ۔ (اور تم کو بدلہ دیا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے ہو) (پ ۳ یسین)

پہلے معنی تو رب تعالیٰ کے لئے متصور نہیں کہ، چیز اللہ کی مخلوق و مملوک

ہے، دوسرے معنی ظلم سے رب پاک ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ -

(پ ۵ نساء)

(خدا کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا)

خیال رہے دوزخ صرف بد عقیدگی اور بد عملی سے ملے گی، مگر جنت کسی
 ، وہی ، عطائی تین طرح سے ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسی ہے ، کسی
 نیک کے طفیل ملنا وہی ہے ، جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے
 یا یونہی مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور ﷺ کے طفیل، جو قوم جنت بھرنے کے لئے
 پیدا کی جائے گی انہیں جنت عطائی ملے گی۔ محض فضلِ الہی سے۔ یہ مسئلہ اس
 حدیثِ پاک سے حاصل ہوا۔
 (مرآت)

شارح بخاری قَدَمَهُ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تشابہات میں
 سے ہے یا اس سے تقدّم مراد ہے ، یعنی اللہ تعالیٰ دوزخ میں وہ لائے گا جو عذاب
 کے مستحق اس لئے رکھے گئے ہیں یا ایک مخلوق کا نام ہی قدم ہے یا وضع قدم کے
 معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زجر و تشدید کرے گا۔ یا دوزخ کو تسلی دے گا۔

(تفہیم البخاری)

☆ حدیث نمبر ۱۵

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا يَا تَوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهْبُ
 رِيحُ الشِّمَالِ فَتَحَسُّوهُ فِي وَجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزِدُّ
 دُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَزِيحُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ وَقَدْ آزَدُوا
 حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ وَاللَّهُ لَقَدْ آزَدْتُمْ
 بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُونَ وَأَنْتُمْ وَاللَّهُ لَقَدْ آزَدَكُمْ

بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب صفة الجنة واهلها)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے تو شمالی ہوا چلے گی ان کے چہروں ان کے کپڑوں میں بھر جائے گی جس سے ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا پھر یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے جو حسن و جمال میں بڑھ چکے ہوں گے۔ ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے، تو یہ کہیں گے رب کی قسم تم لوگ بھی ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے۔

(مسلم)

☆ تشریح

جنت میں بازار کاروبار یا خرید و فروخت کے لئے نہیں بلکہ آپس میں ملاقات کے لئے ہے۔ اور رب کے دیدار کا بازار ہے۔ وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے۔ اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے۔ حضور ﷺ کا دیدار، صحابہ کرامؓ کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے، اور اس سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کیونکہ جنت میں نہ دن ہے نہ رات ہے نہ ہفتہ، مہینہ وغیرہ۔

نابعلی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے۔ جنہیں علمائے دین ہی پہچانیں گے اس افضل وقت کا نام جمعہ ہوگا جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کر کے اس بازار میں جایا کریں گے وہاں ان سے پروردگار عالم فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔

(مرقات)

گویا جنت میں جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطا کا دن ہے کہ اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے۔ دنیا میں تم جس ہوا کو شمالی (اتروالی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں میں بھر دے گی۔

خیال رہے جب ہم مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے، جنت میں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا اہل عرب شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مومن سون کہتے ہیں، یہ بارش لاتی ہے اس لئے اسے شمالی ہوا فرمایا۔

(مرقات)

ہندوپاک میں مشرقی ہوا کو مومن سون کہتے ہیں جو بارش لاتی ہے۔ جب جنتی اس بازار سے اپنے گھر واپس آئیں گے تو ان کا حسن و جمال ان کی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہو چکی ہوگی۔ جس پر ان کے گھر والے ان کے حسن و جمال کی زیادتی کا ذکر کریں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے۔ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط ملط نہ ہو پردہ وہاں بھی ہوگا۔ مگر عورتوں کو گھر میں ہی وہ سب کچھ دے دیا جائے گا جو مردوں کو بازار میں بلا کر دیا جائے گا۔

مرد کہیں گے اے بیویو! ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال، خوشبو، مہک، بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب کچھ مل گیا۔

وہ ہوا یا تو ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی۔ یا ان مردوں کے قرب سے انہیں بھی حسن و مہک ملے گا یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں منتقل آگے گا۔ اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات)

جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۶

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجْرَةً يُسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَتَّظِرُ وَ لَقَابَ قَوْسٍ أَخَذَ كُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ أَلشَّمْسُ أَوْ تَغَرَّبَتْ مَتَّفِقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب صفة الجنة واعلیٰ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا اور طے نہ کر سکے گا اور تم میں سے ایک کے کمان کی جگہ جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع

یا غروب ہو۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یہ درخت شجرہ طویلی ہے جس کے ہر پتے پر لکھا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ - سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے یا تجلی الہی اور وہاں کی نورانیت اس کا سایہ ہوگا، یا خود اس درخت کا نور - ظلّ و صوب اور روشنی کو بھی کہتے ہیں، غرضیکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہ ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن، رات، صینے یا سال ہوتے تو سو سال لگتے۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ رب فرماتا ہے - فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ (پس وہ دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم پ ۷۷ پ ۲۷ نجم)

صاحب اشعۃ فرماتے ہیں کہ قاب کنارہ کمان کو بھی کہتے ہیں (اشعۃ)

اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔ (مرآت)

شارح بخاری علامہ رضوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ظلّ سے مراد راحت اور نعمت ہے کیونکہ جنت میں متعارف سایہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ سورج کی گرمی سے بچاتا ہے۔ اور جنت میں سورج نہ ہوگا جنت تو صرف نور ہی نور ہے۔ اس میں گرمی اور سردی نہیں بلکہ وہاں سردی ہی سردی ہے اور بے شمار نعمتیں ہیں۔

(تفہیم البخاری)

مذکورہ حدیث پاک میں جنت کے درجات کی صرف بھی اشارہ ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۷۱

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ غُذْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَطَّلَعَتْ إِلَى الْأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَمَلَّتْ وَمَا بَيْنَهُمَا رِيحًا وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
(مشکوٰۃ باب صفة الجنة واهلها)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کی راہ میں صبح یا شام چلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، اور اگر جنت والی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان کوچکا دے اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے اور اس کے سر کی مانگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔
(بخاری)

☆ تشریح

حدیث پاک میں لفظ،، او،، شک کے لئے نہیں بلکہ بیانی نوعیت کے لئے ہے۔ اللہ کی راہ میں چلنے کی سینکڑوں قسمیں ہیں۔ نماز کے لئے مسجد میں جانا، علم دین سیکھنے کے لئے جانا، جہاد کے لئے جانا، حج و عمرہ کے لئے جانا، کسی زندہ یا وفات یافتہ کی زیارت کے لئے جانا اور سنت سمجھ کر حلال روزی کی تلاش کرنا وغیرہ۔

(اشعة اللمعات)

دنیا سے مراد نفس کے لئے کاروبار و مشغولیت رکھنا، یا دنیا کے عیش و آرام، اگر خدا کرم کرے تو کھانا پینا سونا جاگنا بھی دین من جائے اگر کرم نہ کرے تو نماز و حج اور جہاد بھی دنیا من جائے اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔

جنتی عورتوں سے مراد حوریں ہیں یا جنت میں پہنچ چکنے کے بعد دنیا کی جنتی عورتیں۔ جنت میں جنتی عورتوں کا حسن حُوروں سے زیادہ ہوگا۔ کیونکہ ان پر عبادات کا حُسن بھی ہوگا۔ صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں وہ عورت یا تو مشرق و مغرب کے درمیان کو چمکادے یا جنت اور زمین کے تمام علاقہ کو چمکادے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کیونکہ یہاں جنت اور زمین کا ذکر ہو رہا ہے۔

(مرقات)

صاحبِ اشعة شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دوسرے معنی کو اختیار فرمایا۔ جنتی عورتوں کا حُسن دیکھنے کے لئے آنکھیں بھی دوسری ہی عطا ہوگی، جو اس تلاش کو جمیل سکیں۔ ہم تو ان آنکھوں سے سورج کو نہیں دیکھ سکتے۔ مخلوق تو ان آنکھوں سے جنابِ مصطفیٰ ﷺ کا اصل رنگ و روپ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اسی لئے معراج

رات کے وقت لوگوں سے چھپا کر کرائی گئی۔ یعنی سارے معجزے دکھائے گئے مگر یہ بڑا معجزہ معراج دکھایا نہ گیا بلکہ چھپایا گیا۔ صرف سنا گیا، کیونکہ اس دن حسن مصطفیٰ ﷺ اپنے اصلی رنگ میں تھا۔

جنتی عورت، جنت اور زمین کے درمیان کے علاقے کو مہکادے، وہ مہک بھی ایسی ہو جس کی دنیا والے تاب نہ لاسکیں، ہم خالص مشک سو گنھیں تو ناک سے خون جاری ہو جائے، وہ مہک تو اللہ اکبر۔

نَصِيفًا سے مراد یا تو سر پر باندھنے کا رومال ہے جو امیر عورتیں دوپٹے کے نیچے رکھتی ہیں، یا دوپٹہ ہی مراد ہے، یا اس سے مراد جنتی عورت کی مانگ ہے، مانگ میں موتیوں کی لڑی لگائی جاتی ہے، اس لڑی کے موتیوں کی قیمت دنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ ہے۔ جنتی حوروں کی یہ چیزیں اتنی بیش قیمت ہیں کہ دنیا بھر کے سونے چاندی، ہیرے، جواہرات، لعل و گوہر اس ایک کی قیمت نہیں من سکتے۔

(مرآت)

اللہ کی راہ میں چلنے والوں کے ذکر کے بعد ساتھ ہی جنتی عورتوں کا ذکر کیا جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی راہ میں چلنے والو! تمہیں بیش بہا انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ جنتی کو ملنے والے انعام و اکرام کی عظمت و خوبی کے بیان سے جنتی کی عظمت باسانی سمجھی جاسکتی ہے، یعنی جو چیز بطور انعام دی جا رہی ہے وہ اتنی خوبیوں والی نعمت ہے، تو جس کو وہ نعمت دی جائے گی اس کی عظمت اس سے کہیں زیادہ ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۸

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ اللَّهُ
تَعَالَى أَعَدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَ
لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَأْ وَإِنْ
سُنْتُمْ فَلَا تَعْلَمَ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ مَتَّفِقٌ
عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب صفة الجنة واهلها)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر انکا خطرہ گذرا، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کبھی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

شارت مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ صالحین یا تو ماہرے صلاح سے یا صلاحیت سے یعنی نیک اعمال والے بندوں کے لئے یا جنت کے قابل لوگوں کے لئے۔ پہلی صورت میں جنت کسی مراد ہے، دوسری صورت میں عام جنت کسی ہو یا وہی ہو

یا عطائی۔ (کسی، وہی، عطائی کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔)

جنت کی نعمتیں نہ تو بیان میں آسکتی ہیں نہ گمان میں، وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہونگی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دکھائے۔ آمین

خیال رہے کہ یہاں آنکھ، کان اور دل سے مراد عام مسلمانوں کے آنکھ، کان اور دل مراد ہیں۔ ورنہ حضرت آدم علیہ السلام تو وہاں رہ کر آئے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے معراج میں وہاں کی سیر فرمائی اور حضرت ادریس علیہ السلام تو وہاں ہی موجود ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں ان جیسی نعمتیں کسی آنکھ نے نہ دیکھیں، کسی کان نے نہ سنیں۔ واقعی دنیا میں نہ ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ کسی کے دیکھنے میں آئیں۔

آیت کریمہ میں بھی نفس سے مراد عام لوگ ہیں۔ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد دل کی خوشی اور سرور کے اسباب ہیں، جن سے دل میں چین رہے۔ آج ہم اپنے بیٹوں کو قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہتے ہیں اس آیت کریمہ اور حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں کیوں نہ ہو کہ حضرت آدم و حوا علیہ السلام وہاں رہ چکے ہیں۔ سرکارِ دو جہاں دیکھ آئے ہیں۔ وہاں کی نعمتیں اب دنیا میں بھی آرہی ہیں۔ نیل و فرات وہاں سے آئے ہیں۔ اور حجرِ اسود بھی جنت ہی سے آیا ہے۔ جیسے روایات میں مذکور ہے۔ (مرآت)

جنتیوں پر جب حسنِ خدا جلوہ فرما ہوگا تو وہ اس دیدار میں مست ہو جائیں گے۔ حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب آشکار ہوگا تو عشاقِ چین پائیں گے۔

☆ حدیث نمبر ۱۹

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ أَهْلَ النَّارِ فَيَمُرُّ بِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فَلَانُ أَمَا تَعْرِفُنِي أَنَا الَّذِي سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ أَنَا الَّذِي وَهَبْتُ لَكَ وَضُوءًا فَيَشْفَعُ لَهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(مشکوٰۃ باب الحوض و الشفاۃ)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخی لوگ صف بستہ ہونگے تو جنتیوں میں سے ایک شخص اُن پر گزرے گا تو ان دوزخیوں میں سے ایک کہے گا اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور ایک اور دوزخی کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا۔ یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پھر اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(ابن ماجہ)

☆ تشریح

جنتیوں کے راستے میں گنہگار مسلمان دوزخ میں جانے کے لئے ایسے صف باندھے کھڑے ہونگے جیسے امیر و غنی کی راہ میں بھکاری صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں

(مرقات)

وہ ان سے یہ آس لگائے کھڑے ہونگے کہ کوئی ہمیں پہچان لے اور چھوڑائے۔ اوہر جنتی آگے پیچھے گزر رہے ہونگے۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ وہ شخص کے گا کہ میں نے تجھے فلاں وقت کھانا کھلایا، فلاں وقت سلام کیا، فلاں وقت کپڑا دیا، فلاں وقت تجھے محبت سے کچھ معمولی ہدیہ پیش کیا تھا۔ غرضیکہ ڈوتے کو تنکے کا سہارا، یہ بھی اسی طرح سہارے گا، یہ دو چیزیں بطور مثال ارشاد ہوئی ہیں۔ (مرقات)

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

☆ صالحین، علماء اور شہدا کی شفاعت برحق ہے۔

☆ شفاعت سے ہم جیسے گنہگاروں کی تقدیریں پلٹ جائیں گی، دیکھو یہ

پکارنے والا دوزخیوں کی صف میں آگیا تھا، شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکل کر جنتی ہو گیا، دعا سے قضا بدل جاتی ہے۔ (مرآت)

☆ ہم جیسے گنہگاروں کو چاہئے کہ صالحین، مقبولین کی خدمت کیا کریں۔

ان کی خدمت بڑا کام آئے گی۔ ان سے تعلق رکھیں ان سے تعلق بہت فائدہ دے گا انہیں ہدیہ پیش کریں اگرچہ زبانی اچھی بات ہی ہو یعنی محبت والی بات

(مرقات و اشعہ)

☆ رب تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ ہر ایک کو براہِ راست بغیر وسیلہ ہر چیز

دے، مگر قانون یہ ہے کہ گنہگاروں کو نیکو کاروں کے وسیلہ سے دے۔ دیکھو ان

دوزخی صف والوں کو رب ہی بخشے گا مگر جنتی راہ گذروں کی شفاعت سے، بلکہ ان

لوگوں کو جنتیوں کے راستہ میں اسی لئے کھڑا کرے گا کہ انہیں ان کے وسیلے سے

شفاعت کی بھیک ملے۔

۷۷ دنیا میں اللہ والوں سے تعلق چاہئے، ان کا دیکھنا بھی کل قیامت میں کام آئے گا۔

~ اٹھ جاگ فرید استیا، خلقت و بھن جا

مت کوئی عشیا مل پوے کہ تو بھی عشیا جا

قیامت میں جان پہچان بھی کام آئے گی **يَدْخُلُهُ الْجَنَّةَ** فرما کر یہ بتایا

کہ وہ جنتی اس دوزخی کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

۷۸ قیامت کے دن لوگوں کو اپنے اچھے برے اعمال یاد ہونگے۔ دنیا کی

دوستیاں آپس کے سلوک یاد ہونگے ایک دوسرے کی پہچان ہوگی۔

۷۹ وفات یافتہ بزرگوں کی فاتحہ، ختم قرآن وغیرہ انشا اللہ قیامت میں کام

آئے گی کیونکہ اس میں بھی ان حضرات کی خدمت میں کھانے پانی وغیرہ کا ثواب ہدیہ کیا

جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے ذریعے ہم کو ان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۰

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ

جَلَّ وَ عَدَنِي أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي أَرْبَعَ مِائَةِ أَلْفٍ

بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ

هَكَذَا فَحَثَّ بِكَفِيهِ وَ جَمَعَهُمَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ زِدْنَا يَا

رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ هَكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ

أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَلَيْكَ أَنْ يَدْخُلَنَا اللَّهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ

عُمَرَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ شَاءَ أَنْ يُدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ
بِكَفِّ وَاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَدَقَ عُمَرُ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ -

(مشکوٰۃ باب العوض والشفاعة)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل
کرے گا۔ تو جناب ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اور زیادہ دیجئے، فرمایا اور
اس طرح پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ ملائے ان کا لپ بھرا۔ حضرت ابو بکرؓ نے
عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں زیادہ دیجئے، فرمایا اور اسی طرح، تو حضرت عمرؓ نے
فرمایا اے ابو بکرؓ ہمیں چھوڑو بھی تو ابو بکرؓ نے فرمایا تمہارا کیا حرج ہے کہ ہم سب کو
اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ایک
مٹھی میں ساری خلقت کو جنت میں داخل کر دے، وہ کر سکتا ہے، تب نبی کریم ﷺ
نے فرمایا عمرؓ سچ کہتے ہیں۔

(شرح سنہ)

☆ تشریح

چار لاکھ کی یہ تعداد حضور ﷺ کی امت کی ہے، جو احکام شرعیہ کے مکلف

تھے۔ انبیاء کرامؑ، مومنوں کے نام سمجھ چکے جو فوت ہو جائیں، دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں۔ انبیاء کرام کے بلا حساب جنت میں داخلے کی تائید یہ آیت کریمہ کر رہی ہے۔

يُدْخَلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ ۲۴ مومن) ترجمہ = وہ جنت میں داخل ہونگے اور انہیں وہاں بغیر حساب رزق دیا جائے گا) ان چار لاکھ کے علاوہ رب تعالیٰ کے لپ بھر اور بھی بغیر حساب جنت میں جائیں گے حق تعالیٰ ان مومنوں کو اپنے دونوں دست قدرت میں لے کر وہاں پہنچا دے گا۔ خدا کرے ہم بھی اس لپ میں ہوں، منہ چھوٹا ہے طلب بڑی ہے مگر وہ بڑی قدرتوں والا ہے۔ حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ جمع فرما کر یہ بتایا کہ رب تعالیٰ مٹھی بھر کر نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر ٹھٹھے گا۔

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اور زیادہ بخشش کی خبر دیجئے اور زیادہ بخشش کرائیے۔ حضور ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کو بغیر حساب عذاب سے ٹھٹھے۔ کیونکہ رب تعالیٰ آپ کی بات ٹالتا نہیں جو آپ کہتے ہیں رب وہی کرتا ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (ترجمہ = اور عنقریب تمہارا رب تمہیں عطا کرے گا سو آپ راضی ہو جائیں گے۔

(پ ۳۰ ضحیٰ)

حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو بکرؓ یہ اجمال رہنے دو زیادہ کی تصریح نہ کرو تا کہ ہم خوف و امید پر اعمال کرتے رہیں۔ صدیق اکبرؓ کہنے لگے عمرؓ ذرا خاموش تو رہو میں حضور ﷺ سے ساری امت کے لئے بے حساب جنتی ہونے کا وعدہ لے لیتا ہوں اے عمرؓ تمہارا اس میں کیا بجزو تا ہے کہ سارے امتی بے حساب جنتی ہو جائیں۔ خیال رہے کہ اللہ ورسول کے بعد حضرت صدیق سب سے بڑھ کر رحیم و کریم ہیں

حضرت عمرؓ کہنے لگے اے ابو بکرؓ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ تو حاصل ہو گیا کہ صرف چار لاکھ کا حضور ﷺ نے ذکر نہیں فرمایا، ساتھ ہی رب کے لپ بھر کا بھی ذکر ہے، یہ لپ بڑا ہی وسیع ہے۔ یاد رہے اللہ تعالیٰ لپ سے پاک ہے یہاں دستِ قدرت کا لپ مراد ہے۔

یہاں صدیق اکبرؓ کی عرض و معروض میں غلبہ امید کی جھلک ہے اور عمر فاروقؓ کی عرض و معروض میں رضا بالقضاء کا ظہور ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے قول کی تائید بارگاہِ نبوت سے ہوئی۔ نیز سب لوگ بغیر حساب بخش دئے جائیں تو شفیعوں کی شفاعت، محبوبوں کی محبوبیت، گرتوں کے سہارے دینے والے، ڈوبوں کو ترانے، بگڑتوں کو ہمانے، گرتوں کو سنبھالنے کا ظہور کیسے ہو۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے قول کو ترجیح دی گئی اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ قیامت میں گنہگاروں کو بخشنا بھی ہے مگر محبوبیت کی شانِ بندہ نوازی بھی دکھانی ہے۔ (مرآت)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدمی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں۔ چنانچہ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

علامہ مذکور نے شرح مسلم میں ۴۹ اقسام کی شفاعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک قسم "جب تک چاہیں شفاعت کریں" بھی ہے۔ (شرح مسلم)

☆ حديث نمبر ۲۱

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ سَيَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيُنْشَرُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ سَجَلًا كُلُّ سَجَلٍ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصْرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتَنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا أَظْلَمَكَ كَتَبْتَنِي أَلْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَمْ تَعِدْ قَالَ لَا يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٍ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ أَحْضِرْ وَزُنْكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذَا الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجَلَاتِ فَيَقُولُ إِنَّكَ لَا تَظْلَمُ قَالَ فَتَوَضَّعَ السِّجَلَاتِ فِي كَفَّةٍ وَالْبِطَاقَةَ فِي كَفَّةٍ فَطَاشَتْ السِّجَلَاتُ وَثَقُلَتْ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللَّهِ شَيْءٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ (مشكوة باب الحساب والتصاص والميزان)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ ہر دفتر تاحید نگاہ ہوگا۔ پھر فرمائے گا کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تجھ پر میرے نگران کا تبین نے ظلم کیا ہے، عرض کرے گا نہیں یارب۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا، نہیں یارب۔ تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا، تو ایک ورق نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ رب فرمائے گا اپنے تول پر حاضر ہو وہ کہے گا یارب یہ ورق ان دفتروں کے مقابل کیا ہے۔ رب فرمائے گا کہ ظلم نہیں کیا جائے گا، پھر یہ ورق ایک پڑے میں اور دفتر دوسرے پڑے میں رکھا جائے گا تو یہ دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ ورق بھاری ہو جائے گا۔ اللہ کے نام کے مقابل کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔ (ترمذی ابن ماجہ)

☆ تشریح

باقی مخلوق سے ایک شخص کو الگ کر کے اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ اور اسے دکھائے جائیں گے، لفظ سَجَل سیمین اور جیم پر زیر اور لام پر شد یعنی قرآن کریم میں دفتر کے محافظ فرشتے کو سَجَل فرمایا گیا ہے۔
كُطِبَ الْمَسْجِلِ لِلْكِتَابِ ترجمہ = جیسے خطوں کا طومار پیٹ لیتے ہیں۔

(پے انبیاء)

خیال رہے قیامت میں کوئی شخص اندھا، کانا، ان پڑھ نہ ہوگا ہر جاہل سے جاہل شخص بھی اس دن سب کچھ پڑھے گا۔ یہ بھی خیال رہے کہ ہمدے کا یہ اقرار جرم ہی اللہ تعالیٰ کو آج بھی پیارا ہے کل قیامت میں بھی پیارا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اقرارِ جرم کی توفیق دے بہانہ بازیاں اور انکارِ جرم بڑی سخت پکڑ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے۔

عذرِ بدتر از گنہ کا ذکر کیا ہم پہ بے پوچھے ہی رحمت کیجئے

یہاں عذر سے مراد اپنی معذوری یا بہانہ ہے جو گناہ کا باعث ہو یعنی کیا تیرے پاس کوئی وجہ گناہ موجود ہے، ہمدہ عرض کرے گا کوئی عذر نہیں میں نے بغیر کسی مجبوری بغیر کسی بے علمی کے گناہ کئے ہیں، میں گناہگار ہوں معافی دے دیجئے۔ جس لائق میں تھادہ میں نے کر دیا جو تیری شانِ عالی کے لائق ہے وہ تو کر۔ میں گنہگار، تو ستار و غفار ہے مہربانی فرما۔

صاحبِ لمعات فرماتے ہیں کہ ہمدے کے اس عذر پر دریائے رحمت جوش میں آجائے گا۔ بطاقہ وہ چھوٹا سا پرچہ جو حفاظت کے لئے کپڑے میں لپیٹ کر رکھا جائے، طاق کپڑے کی تہ کو کہتے ہیں،، ب،، زائد ہے۔ (قاموس ولعات) معلوم ہو ا مومن کا کلمہ طیبہ رب کی بارگاہ میں بڑا محفوظ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ وہ ہو گا جسے مومن زندگی میں صدقِ دل سے پڑھا کرتا تھا، اور جو اس نے مرتے وقت پڑھا تھا اسی پر جان رب کے سپرد کی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ کلمہ طیبہ پر فرمائے۔

آمین

اس ہمدے کو کہا جائے گا کہ میزانِ اعمال پر جا اور اپنے دفتروں کو اس پرچہ

سے وزن کرا۔ معلوم ہوا وہاں وزن بائوں سے نہ ہوگا بلکہ نیک اعمال کا بڑے اعمال سے ہوگا، اس لئے حضرت انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کے لئے وزن نہیں کیونکہ کوئی گناہ نہیں پھر وزن کس چیز سے ہو۔

وہ عرض کرے گا یا رب اس وزن سے سوائے میری رسوائی کے اور کیا ہوگا ابھی تو معاملہ تیرے حضور ہے اور جب وزن ہوا تو اس وزن کو سب دیکھیں گے وہاں یہ پرچہ یقیناً ہلکا ہوگا۔ تو میری رسوائی ہی ہوگی۔ اس لئے وزن نہ کرا، بلکہ میرا پردہ رکھ لے۔ یہ تو بندے کی عرض تھی لیکن اللہ کے حکم سے کلمہ شہادت کا وہ پرچہ نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور گناہوں کے پلہ میں لاکھوں من کے دفتر، معلوم ہوا وزن خود اعمال کا نہ ہوگا بلکہ اعمال کی تحریروں کا ہوگا۔ جو نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (اور جسے چاہے بخش دے)

خیال رہے کہ قیامت کے دن وزن بقدر اخلاص ہوگا منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے، آج مرزائی، چکڑالوی وغیرہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں۔ ان کے کلمے کا کوئی وزن نہیں، گویا یہ بے معنی الفاظ ہیں۔ حضور ﷺ کے نام مبارک کا جب یہ وزن ہے تو سمجھو کہ حضور ﷺ کے اعمال کا وزن کیا ہوگا۔ حضور ﷺ کا ایک سجدہ ہم جیسے کروڑوں گنہگاروں کے گناہوں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہماری بد کاریوں کو ہماری نیکیوں سے نہ تولے بلکہ اس راتوں کو رونے والے، گنہگاروں کے غم کھانے والے، امت کے رکھوالے کے سجدہ سے وزن فرمادے تاکہ ہم ڈوبوں کا بیڑا پار ہو جائے۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اعمال کا وزن نہ ہوگا کیونکہ کارخانہ قدرت میں کوئی ترازو ایسا نہیں بنا جو حضور ﷺ کے اعمال تول سکے، جس

طرح آج بھی کوئی ترازو ایسا نہیں جو سمندر کے پالی یا ہوا کو تول سکے، سورج کی روشنی کا کوئی صحیح میٹر نہیں ہے۔
(مرآت)

حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ایک پلڑے میں گناہوں کے لاکھوں من دفتر اور دوسرے پلڑے میں صرف کلمہ شہادت ہوگا جو ان لاکھوں دفتروں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ اور یہ گنہگار صرف کلمہ شہادت کی بناء پر جنت میں داخل ہوگا۔

اس شانِ کریمی نے کچھ اس انداز سے تولا
بھاری ہی رہا میرا دیدہ تر دامنِ تر سے

☆ حدیث نمبر ۲۲

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يَدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفًا
لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفًا وَ
ثَلَاثَ حَشِيَّاتٍ مِنْ حَشِيَّاتِ رَبِّي زَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ

(مشکوٰۃ باب الحساب والقصاص والميزان)

☆ ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

فرماتے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار جنت میں اس طرح داخل فرمائے گا کہ نہ ان کا حساب ہوگا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار، میرے رب کے لپوں میں سے تین لپ۔

(احمد ترمذی ابن ماجہ)

☆ تشریح

عربی زبان میں لفظ سبعین یا سبعین الف زیادتی بیان کرنے کے لئے آتا ہے وہی یہاں مراد ہے لا حساب کے معنی ہیں کہ ان سے مطلقاً حساب نہ ہوگا اور جب حساب ہی نہ ہو تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ان سے نہ حساب سیر ہوگا نہ حساب مناقشہ - صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ یہاں حساب مناقشہ کی نفی ہے - پیشی والا حساب تو ہوگا۔ (مرقات)

حساب سے مراد حسابِ قیامت ہے اور ہو سکتا ہے کہ حسابِ قیامت اور حسابِ قبر دونوں مراد ہوں نہ حسابِ قبر سب کے لئے ہے نہ عذابِ قیامت سب کے لئے ہے۔ بعض حضرات ان حسابوں سے الگ ہیں (ماوراء ہیں) (مرآت) پہلے ستر ہزار تو وہ تھے جو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے بے حساب جنتی ہوئے اور یہ دوسرے ستر ہزار وہ ہیں جو ان پہلے والوں کے طفیل ان کی خدمت، ان کے قرب کی وجہ سے بے حساب جنت میں جائیں گے۔ گلدستہ میں پھولوں کے ساتھ اگر گھاس بھی بندھ جائے تو وہ بھی عزت پا جاتی ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کے

ساتھ بے شمار لوگ ہونگے جو ان کے طفیل چٹے جائیں گے۔
 شیخ سعدی فرماتے ہیں

حسبِ شَنِيدِمِ كِه در رُوزِ اُميدِ وِ شَم
 بَدَاں رَا بَہ نِيكَاں بَہ هَمْدِ كَرِيْمِ

ترجمہ = میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن بروں کو نیکیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

ظاہر یہ ہے کہ ثَلَاثَ مَعطُوفِہِ سَبْعُوْنَ اَلْفَاً پر مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور رب تعالیٰ کے تین لپ۔ بعض نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے سَبْعِيْنَ اَلْفَاً پر اور يَدْخُلُ کا مفعول ہے۔ یعنی مجھ سے رب نے وعدہ فرمایا کہ تین لپ بھر اور بھی جنت میں بے حساب بھجے گا۔ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ لپ سے مراد ہے بے اندازہ کیونکہ جب کسی کو بغیر گئے بغیر تولے ناپے دینا ہوتا ہے تو وہاں لپ بھر بھر کر دیتے ہیں۔

یہ حدیث تشابہات سے ہے ورنہ رب تعالیٰ مٹھی اور لپ سے پاک ہے۔
 (مرآت)

ایک مجلس وعظ میں سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو بے شمار نعمتیں عطا کیں اور علومِ غیبیہ سے نوازا، لیکن جب اپنے آخری نبی محبوب آخر الزماں کی باری آئی تو اپنی تمام وکمال نعمتیں ساری کی ساری انڈیل دیں۔ جیسے کہ کسی آدمی کی بہت اولاد ہو تو وہ جھول بھر کر اپنی اولاد میں شیرینی تقسیم کرنے لگے اور جب آخری بیٹا آئے تو اس پر اپنی پوری جھول پھاور کر دے۔ کہ یہ سب کچھ تم لے لو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام کی سب نعمتیں اپنے

محبوب نبی کو عنایت کر دیں۔

☆ حدیث نمبر ۲۳

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتَرُّهُ فَيَقُولُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتَّىٰ قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَىٰ فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَعْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطِي كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكُفَّارُ أَلْمَنَّا فِقُونَ فَيُنَادِي بِهِمْ عَلَىٰ رُؤْسِ الْخَلَائِقِ هُوَلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

(مشکوٰۃ باب الحساب و القصاص و الميزان)

☆ ترجمہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قریب کرے گا اس پر اپنا پردہ رکھے گا۔ اور اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں یارب، حتیٰ کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرا لے گا۔ اور وہ شخص اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک

ہو، رب فرمائے گا کہ میں نے یہ عیب دنیا میں چھپائے تھے اور آج انہیں چھتا ہوں
پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اسے دے دی جائے گی لیکن کفار و منافقین کے سامنے
پکارا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولیں۔ خبردار ظالموں پر اللہ
کی لعنت ہے۔
(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کُفَّ کے کئی معنی ہیں ،
پردہ ، حفاظت ، نگاہ ، سایہ ، پرندے کے بازو وغیرہ مگر یہاں پردہ کے معنی
میں ہے۔
(اشعۃ)

چونکہ پرندہ انہیں بازوؤں ، پروں سے اپنے انڈوں ، بچوں کو چھپاتا بھی ہے
لہذا ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اس لئے اسے کُفَّ کہتے ہیں۔

قیامت کے دن مومن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے
چھپایا جائے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا
(مرآت)

فرمان پاک سے معلوم ہوا کہ مومن اپنے گناہوں کا فوراً اقرار کر لے گا۔
وہاں بہانے نہ بنائے گا بلکہ کُفَّار و منافقین جھوٹ بولیں گے۔

وَاللّٰهُ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (اور اللہ کی قسم ہم مشرکوں سے نہ تھے)

(پ ۷ انعام)

یہ بھی معلوم ہوا کہ مومنوں کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا اور گناہوں کا

حساب خفیہ ہوگا۔ بلکہ نیکی مومنوں کے چہرے پر نمودار ہوگی کہ ان کے منہ چمکتے ہونگے مگر بدوں کی بُرائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہونگی ان کے منہ نہ بگڑیں گے کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لچپال محبوب ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے آخرت میں بھی ہوگی۔

گناہگار سوچے گا کہ اب میں پکڑا گیا، عذاب میں گرفتار ہوا، وہ شخص یہ دل میں ہی سوچے گا کسی کو بتائے گا نہیں، اس لئے فی نفسہ فرمایا گیا، رب بھی اس شخص کے عیب چھپائے گا اور بندہ بھی خاموش رہے گا۔ اس فرمانِ الہی سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں دنیا کے چھپے گناہوں کو جو بندہ خود ہی اعلانیہ کرتا رہا ہو پھر وہاں بھی اعلان ہوگا۔

حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ مومن کی بخشش ضرور ہوگی۔ کسی کو اول ہی بخشا جائے گا، کسی کو کچھ سزا دے کر، کسی کو شفاعت کے پانی سے اس کے گناہ دھو کر، کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپا کر، بہر حال ہر گناہگار کی بخشش یقینی ہے، کیوں نہ ہو کہ محبوب کی امت ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

کوئی یہ پوچھے کہ داعظ کا کیا جگوتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

قیامت میں اس مومن کو تحریر دی جائے گی یہ تحریر گویا جنت کا پیمانہ اور ویزا ہوگا۔ اس میں بدے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تو معاف کر دئے گئے۔ کُفار و منافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سب رد ہو چکیں۔ بغیر ایمان کے کوئی نیکی صدقہ وغیرہ قبول نہیں نیز وہ لوگ ان نیکیوں کا بدلہ دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کر چکے، ہاں ان کے گناہوں کا اعلان بھی ہوگا

لور ان کا حساب بھی اعلانیہ ہوگا کیونکہ وہ پردہ پوش نبی ﷺ کے دامن سے دور رہے۔

لذا اے مومن تو اپنے سِتَّارِ الْعَيُوبِ اور غَفَّارِ الذَّنُوبِ رب سے شمس کی امید بھی رکھ لور اس کی ناراضگی کا خوف بھی رکھ۔ اسی امید و خوف کے درمیان ایمان ہے۔

مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے عیوب تلاش کر کے ان کا اظہار کرتا پھرے۔

☆ حدیث نمبر ۲۲

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّخَذَ الْفِيءَ دُولًا وَلَا أَلَا مَانَةً مَغْنَمًا وَلَا لَزَكُوةً مَغْرَمًا وَتُعَلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَعَقَّ أُمَّهُ وَادْنَى صَدِيقَهُ وَأَقْصَى أَبَاهُ وَظَهَرَتْ الْأَضْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَا لِقَبِيلَةٍ فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْدَلُهُمْ وَأَكْرَمُ الرَّجُلِ مَخَافَةُ شَرِّهِ وَظَهَرَتْ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَارِيفُ وَشَرِبَتِ الْخُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْلَهَا فَارْتَقَبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخُسْفًا وَمَسْحًا وَقَذْفًا وَأَيَاتٍ تَتَابَعُ كِنَظَامِ قِطْعِ

سِكَّةٌ فَتَتَابَعُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ -

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب غنیمت کو اپنی دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو ٹیکس بنا لیا جائے اور غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں اونچی ہوں، اور آدمی کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے اور رنڈیاں، باجے ظاہر ہو جائیں اور شراب پی جائے، اور اس کے پچھلے، پہلے والوں پر لعنت کریں۔ اس وقت تم سرخ ہوا، زلزلہ، دھنسا اور صورتیں بدلنا، پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگاتار ہوں گی، جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگاتار گرے۔

(ترمذی)

☆ تشریح

جماد میں مال غنیمت غازیوں میں تقسیم ہوتا ہے گویا غنیمت غازیوں کا حصہ ہوتا ہے مگر قریب قیامت مال غنیمت مالدار آپس میں تقسیم کر لیا کریں گے اور غریب غازیوں کو اس سے محروم کر دیا کریں گے، اسے اپنی دولت سمجھیں گے۔ اور امانت کا مال، مال غنیمت کی طرح ہضم کر جائیں گے۔ زکوٰۃ ٹیکس سمجھ کر ادا کریں

گے یعنی بے دلی اور بد دلی یا مجبور ہو کر دیں گے۔ مسلمان دینی علوم چھوڑ کر دنیاوی علوم پڑھیں گے یا دینی علوم دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کمانے کے لئے پڑھیں گے، تبلیغ دین کے لئے نہیں پڑھیں گے۔ جیسے آج عربی فاضل، تنظیم المدارس یافتہ و تفسیر و حدیث کی ایک آدھ کتاب صرف امتحان کے لئے پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا مقصد امتحان پاس کر کے نوکری حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بعض صرف وعظ گوئی کے لئے دینی علم پڑھتے ہیں۔

(مرآت)

خیال رہے دنیاوی علوم پڑھنا جرم نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جدید علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ دینی علوم بھی ضرور حاصل کریں، تاکہ اپنے پیارے مذہب سے بھی واقفیت حاصل ہو۔ مقام افسوس ہے کہ آج بعض ایم، اے پاس کو دعائے قنوت یا نماز جنازہ بھی یاد نہیں بلکہ تجربہ ہے کہ بعض میٹرک پاس کو غسل کے فرائض تک کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔

(مرآت)

نبی کریم ﷺ نے علامات قیامت بتاتے ہوئے فرمایا کہ آدمی بیوی کے کہنے میں آکر ماں سے دُور رہے گا۔ ماں کی نافرمانی کرے گا۔ نیک باپ سے نفرت اور فاسق دوستوں سے محبت کرے گا۔ غرض یہ کہ بیوی اور دوستوں کی محبت میں والدین کو ستائے گا۔ اور مسجدوں میں دنیاوی باتوں کا شور، لڑائیاں جھگڑے ہونے لگیں گے۔ دیکھ لو آج مسجدوں میں قتل ہو رہے ہیں محفلِ نعت، میلاد شریف، ذکر کے حلقے تو حضور ﷺ کے زمانہ ہی میں مسجدوں میں ہوتے تھے یعنی آپ ﷺ کی طاہری موجودگی میں۔ بلند آواز میں ذکر ہوتا تھا۔ حضرت حسانؓ مسجد نبویؐ میں حضور ﷺ کی نعت شریف پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ نے مسجد میں اپنا میلاد خود ارشاد

فرمایا ہے۔ لوگ حضور ﷺ کے وعظ پر نعرہ تکبیر بلند کرتے تھے لہذا یہ آوازیں یہاں مراد نہیں۔
(مرآت)

آدمی کی تعظیم اس کی شرارتوں کے خوف سے، رعایاں باجے ظاہر ہونا اور فاسق و فاجر کا سردار بننا۔ یہ تینوں باتیں آج دیکھی جا رہی ہیں۔ شریر لوگوں کے سامنے حق بات کہنے سے لوگ ڈرتے ہیں۔ عرب کے عام علاقوں میں شراب کھانے کا جزو بن چکی ہے۔ ریڈیو ٹی وی کے علاوہ آج ڈش انٹینا سے اکثر گھر ریڈیو خانہ بنے ہوئے ہیں اور ہر درودیوار سے گانے کی آوازیں آرہی ہیں۔ یہودی لاطی کے فحش لٹریچر سے ہماری نسل تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں میں مذکورہ عیوب جمع ہو جائیں گے تو ان پر پانچ دنیاوی عذاب یکے بعد دیگرے مسلسل آئیں گے۔ یعنی سرخ ہوا، زلزلہ، دھنسا، صورتیں بدلنا اور پتھر برسنا، یہ عذاب اس طرح آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر اس کے دانے مسلسل اوپر تلے گرتے ہیں۔ دیکھ لو مسلمانوں میں یہ تمام عیوب پیدا ہو چکے ہیں۔ بعض عیوب مسلمانوں میں ایسے بھی پیدا ہو چکے ہیں جو کسی دوسری قوم میں نہیں مثلاً مسجدوں کی بے ادبی، سلف صالحین کو مشرک کہنا ان کو گالیاں بچنا، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نجر کے کھر کے نعل کا بھی بڑا ادب و احترام کرتے ہیں۔ مگر مسلمان خود ہی حضور ﷺ کی ذات اقدس میں نقائص کی تلاش میں سرگرداں ہیں آپ ﷺ کے تبرکات خود مٹا رہے ہیں ساری قومیں اپنے بزرگوں کا بڑا احترام کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہندو ہنومان کا ادب کرتے ہیں جو رام چندر کا ساتھی تھا اور مصیبت کا مددگار تھا۔ مگر مسلمان قوم میں ایسے افراد بھی ہیں جو اپنے نبی کی بیویوں، دوستوں پر تبرکات عبادت سمجھتے

ہیں۔

(مرآت)

ابن عساکرؒ نے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی محبت ایمان ہے۔ ان سے بغض کفر ہے، جو میرے صحابہ کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو ان کی عزت کی حفاظت کرے میں اس کی حفاظت کروں گا۔

(مرقات)

دیکھ لو اب مذکورہ عذاب آنے شروع ہو چکے ہیں ہر جگہ مسلمان زمینی اور آسمانی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۵

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُونَ أَسَنَةً كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُونَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُونَ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ زَوَاهِ التِّرْمِذِيُّ - (مشکوٰۃ باب اشراط الساعة)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمانہ جلد گزرنے لگے گا۔ تو ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھڑی کی طرح، اور

گھڑی آگ سلگانے کی طرح۔

(ترمذی)

☆ تشریح

یہ زمانہ یا تو اس طرح گزرے گا کہ زمانہ اور وقت میں برکت نہ ہوگی انسان ایک کام بھی نہ کر سکے گا کہ دن ختم ہو جائے گا یا اس طرح کہ لوگ مصیبتوں، آفتوں میں مبتلا ہو جائیں گے کہ انہیں وقت محسوس نہ ہوگا۔ مصیبت کا زمانہ اگر محسوس کیا جائے تو دراز محسوس ہوتا ہے اگر احساس ہی نہ رہے اور ہوش اڑ جائے تو وقت محسوس ہی نہیں ہوتا یا لوگوں میں عیش و آرام بہت زیادہ ہوگا اور عیش و آرام کا زمانہ محسوس نہیں ہوتا۔

“ضرمہ“ ضن کے فتح اور “ر“ کے کسرہ سے بمعنی آگ سلگانا جو جلانے سے پہلے ہوتا ہے یہ فرمانِ عالی بطور مثال سمجھانے کے لئے ہے۔ یہاں ساعت سے مراد پل، سیکنڈ یا گھڑی نہیں بلکہ کم از کم ایک گھنٹہ مراد ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۶

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا هُوَ يَقُولُ أ

لَسَّلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ ترجمہ

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا کہ ہم لوگ اس کے بعض اطراف میں گئے، تو جو درخت، پھر آپ ﷺ کے سامنے آتا تھا وہ کہتا تھا یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔

(ترمذی و دارمی)

☆ تشریح

غالباً یہ واقعہ ظہور نبوت کے بعد کا ہے، آپؐ کسی کام کے لئے حضور ﷺ کے ساتھ مکہ کے اطراف میں گئے تھے۔

ظاہر یہ ہے کہ درختوں، پتھروں کا یہ سلام حضرت علیؓ نے خود سنا۔ لہذا اس واقعہ میں حضور ﷺ کا معجزہ اور حضرت علیؓ کی کرامت دونوں کا ذکر ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عرض کرنا،، الضَّلُوَةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ،، شرک یا حرام نہیں بلکہ جائز ہے، اسے تو پتھر اور درخت بھی حرام نہیں سمجھتے، نماز میں سبھی پڑھتے ہیں،، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ،، سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ۔

ترمذی اور دارمی کی ایک اور روایت میں حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ

ابو طالب شام کی طرف گئے ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ قریش کے سرداروں کی جماعت میں تشریف لے گئے، جب وہ راہب پر پہنچے تو اترے، سواریاں کھولیں، ان کے پاس راہب آگیا، حالانکہ اس سے قبل یہ لوگ گزرتے تھے تو وہ ان کے پاس نہ آتا تھا۔ وہ لوگ ابھی اپنا سامان کھول رہے تھے کہ راہب ان لوگوں کے درمیان گھسنے لگا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور بولا یہ تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ یہ ربُّ العالمین کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا، تو قریش کے سرداروں نے پوچھا تجھ کو کیسے علم ہوا۔ وہ بولا تم جب اس گھاٹی کے سامنے آئے تو تمام درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا۔ یہ مخلوق اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتی اور میں اس مہرِ نبوت سے پہچان گیا ہوں جو ان کے کندھے کی ہڈی کے نیچے سب کی طرح ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ راہب چلا گیا ان کے لئے کھانا تیار کرا کے لایا تو اس وقت حضور ﷺ اونٹ چرانے میں مشغول تھے۔ وہ کہنے لگا انہیں بلا لاؤ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا۔ جب آپ ﷺ قریب آئے تو دیکھا کہ درخت کے سائے پر قبضہ ہو چکا ہے چنانچہ آپ ﷺ ایک طرف بیٹھ گئے درخت کا سایہ آپ ﷺ پر جھک گیا۔ پھر وہ راہب بولا میں تم کو قسم دیتا ہوں ان کا ولی کون ہے لوگوں نے کہا ابو طالب ہیں وہ انہیں قسمیں دیتا رہا کہ یہ شخصیت ایسی ہے کہ کسی وقت بھی کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔ انہیں واپس لے جاؤ حتیٰ کہ ابو طالب نے آپ ﷺ کو واپس بھیج دیا۔ راہب نے بسکٹ اور زیتون کا توشہ دیا تھا

(مرآت)

شیخ محقق عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور ﷺ کی عمر بارہ

سال تھی۔ ابو طالب تجارتی قافلہ لے کر مکہ سے شام کی طرف گئے تھے۔ حضور ﷺ خوشی تشریف لے گئے تھے، گویا ازیہ تھا کہ راہب جمال دیکھ کر ایمان لائے۔ اس عیسائی پادری کا نام عمیرہ تھا اور اس کی منزل کا نام بھری تھا جو شام میں ہے۔

(اشعۃ)

پادری انجیل کا بڑا عالم تھا اور عابد بھی، وہ اس راستے پر بیٹھا ہی اس لئے تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ اس راہ سے گزریں گے، گویا اسے زیارت کا شوق تھا۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ الْعَالَمِیْنَ سے مراد اولین و آخرین تمام جہان ہیں۔ حضور گذشتہ، موجودہ، آئندہ ساری مخلوق کے نبی رحمت اور سردار ہیں۔ اب سارے انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امت ہیں۔

(مرقات)

وہ راہب اس زمانے کے اولیاء اللہ میں سے تھا اس نے کشف سے ان تمام کا سجدہ دیکھ لیا تھا۔ خیال رہے اولیاء اللہ کا وجود دین کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اس وقت نیسایت تھی وہاں اولیاء اللہ تھے، عیسائیت منسوخ ہوتے ہی ولایت نہ رہی، معلوم ہوا جس مذہب میں ولی ہوں وہ مذہب حق ہے۔

گر میوں میں دن کے وقت بادل حضور انور ﷺ پر سایہ کرتا تھا رات کو نہیں اور سردیوں کے موسم میں سایہ نہ کرتا تھا۔ آپ ﷺ کا جسم اقدس اول ہی سے بے سایہ اور خوشبودار تھا۔ کبھی جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھی، بعض نادان کہتے ہیں کہ جب حضور انور ﷺ پر بادل سایہ کئے رہتا تھا تو جسم اقدس کا بے سایہ ہونا کیونکر معلوم ہوا۔ ان کا یہ سوال عبث ہے کیونکہ سایہ صرف دھوپ میں نہیں پڑتا بلکہ چاندنی میں اور شمع کے سامنے بھی پڑتا ہے۔ اور رات کے وقت بادل سایہ نہ کرتا

تھا، نیز سردیوں میں بھی بادل کا سایہ نہ ہوتا۔ (مرآت)

صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس دوران جب کہ حضورؐ جمعہ قافلہ شام جا رہے تھے، تو راہب کو سات رومی ملے جو حضورؐ کے قتل کے ارادے سے اس طرف آرہے تھے۔ انہیں بھی کاہنوں نے پتہ بتایا تھا کہ نبی آخر الزمان اس ماہ اس راستے سے گذریں گے۔ عیرہ نے مشکل انہیں واپس کیا۔

(اشعۃ)

مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (شرح مسلم)

وہ پتھر ان لوگوں سے کہیں افضل ہیں جو آج بھی اپنے نبی ﷺ پر سلام بھیجنے پر ہمہ وقت معترض رہتے ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۲۷

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا نَعْدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً وَأَنْتُمْ تَعْدُونَ وَنَهَا تَخْوِيفًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ الْمَائِقَالِ أَطْلُبُوا فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ فَجَاءُوا بِمَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ فَأَخْلَ يَدَهُ فِي الْأَنْاءِ فِيهِ ثُمَّ قَالَ حَى عَلَى الطُّهُورِ الْمُبَارِكِ وَالْبِرَكَةِ مِنْ

اللَّهُ فَلَقَدْ رَأَيْتَ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ
 وَهُوَ يَوَكُلُ رِوَاهُ الْبُخَارِيُّ -

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم معجزات کو
 برکت شمار کرتے تھے اور تم انہیں ڈر کی چیز سمجھتے ہو ہم ایک سفر میں رسول اللہ
 ﷺ کے ساتھ تھے تو پانی کم ہو گیا، فرمایا کچھ چھاکھچا پانی تلاش کرو، لوگ ایک
 برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ حضور ﷺ نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا، پھر
 فرمایا اُو برکت والے پاک پانی اور اللہ کی برکت پر۔ میں نے پانی کو دیکھا کہ رسول
 اللہ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے اور یقیناً ہم کھانے کی تسبیح سنتے
 تھے حالانکہ وہ کھایا جاتا تھا۔
 (بخاری)

☆ تشریح

حدیث شریف میں آیات سے مراد حضور ﷺ کے معجزات ہیں۔ مقصد
 یہ ہے کہ تم ان قرآنی آیات سے یہ مت سمجھ لینا کہ معجزات ڈرانے یا قوموں پر
 عذاب کے لئے ہی آتے ہیں، جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ بلکہ

مومنین کے لئے رحمت ہوتے ہیں، اور سرکش کے لئے عذاب جو معجزہ مانگیں اور دکھائے جانے پر ایمان نہ لائیں ان پر عذاب آجاتا ہے۔

سرکار نے فرمایا کسی برتن میں کسی کے پاس کچھ چا کھچا پانی ہو تو لاؤ، خیال رہے یہاں برکت کا معجزہ دکھانا مقصود تھا۔ اس لئے پانی منگوا لیا۔ ورنہ آپ ﷺ کو اس بات کی ضرورت نہ تھی، سو کھے برتن میں بھی پانی پیدا ہو سکتا تھا۔ فرمایا یہ پانی پاک اور پاکیزہ بھی ہے، اور برکت والا بھی ہے کہ تھوڑا پانی سب کو کافی ہوگا اور تمام پانیوں سے افضل اور اعلیٰ بھی ہے کہ ہماری انگلیوں سے اس کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ دنیا میں تین پانی بڑے افضل ہیں اول نمبر یہ پانی کیونکہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے ظاہر ہوا، دوم نمبر زمزم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا، سوم نمبر وہ پانی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی ایزی سے پیدا ہوا تھا۔ رب فرماتا ہے =

أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (اپنے پاؤں سے لات مار، یہ نہانے اور پینے کی ٹھنڈی جگہ ہے)

(پ ۲۳ ص)

بعض کے نزدیک پھر وہ پانی جو جناب مریم کے لئے جاری کیا گیا۔

قَدْ جَعَلَ رَبُّكَ تَحْتِكَ سُرِّيًّا (تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے)

(پ ۱۶ مریم)

خیال رہے جس پانی کو اللہ والوں سے نسبت ہو جائے اس کی عزت و عظمت ہے اور جس کو بھوں سے نسبت ہو وہ منحوس، اگرچہ دونوں پانی اللہ کی مخلوق ہیں۔ آب زمزم کی تعظیم ایمان کارکن ہے اور گنگا کے پانی کی تعظیم کفر ہے، کیونکہ علامت کفر ہے۔

(مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ علامت یعنی اور کر تانی نے کہا کہ یہ پانی تو جناب

رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں ہی سے نکل رہا تھا یا بذات خود پانی زیادہ ہو رہا تھا، اور انگلیوں سے جوش مار کر بہ رہا تھا۔ یہ بہت بڑا معجزہ ہے۔ گو موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی مار کر اس سے پانی جاری کیا تھا، لیکن پتھروں سے طبعاً پانی نکلتا رہتا ہے، ان سے چشمے پھوٹتے ہی رہتے ہیں۔ مگر ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کا بہہ نکلنا عجیب تر ہے۔ اس لئے ہمارے نبی ﷺ کے اس معجزے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ پر فوقیت ہے۔

علامہ عینی نے کہا کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ سرور کائنات ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا کئی مواقع میں ظہور پذیر ہوا ہے، اور بہت سے مقامات میں ایسا پایا گیا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی نبی سے ایسا معجزہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی نبی کہ بڈیوں، پٹھوں اور گوشت پوست سے پانی جوش مار کر نکلا ہو۔ (تفسیر البخاری)

شرح مسلم فرماتے ہیں کہ سب سے افضل پانی وہ ہے جو آپ ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا، پھر زمزم کا پانی افضل ہے حتیٰ کہ جنت کی نہروں اور کوثر و تسنیم سے بھی افضل ہے۔

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۲۸

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اسْتَنْدَ إِلَى جَذَعِ نَخْلَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صَبَغَ لَهَا الْمِنْبَرَ فَاسْتَوَى عَلَيْهِ صَاحَتْ

لَتَنْخَلَةَ التِّي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ
فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ ثَانَّ
أَيْنِ الْمَصْبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقْرَتْ قَالَ بَكَتْ
عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ زَوَاةَ الْبُخَارِيِّ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ ترجمہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو کھجور کے ایک ڈنڈے سے ٹیک لگالیتے تھے۔ جو مسجد کے ستونوں میں سے ایک تھا، پھر جب حضور ﷺ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو آپ اس پر جلوہ گر ہوئے، تو جس ستون کے پاس آپ ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ چیخ پڑا حتیٰ کہ قریب تھا کہ چر جاوے۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے حتیٰ کہ اسے پکڑا اپنے ساتھ چمٹایا تو وہ سسکیاں بھرنے لگا اس بچے کی سسکیوں کی طرح جسے چپ کر لیا جائے حتیٰ کہ قرار پکڑ گیا۔ راوی نے کہا کہ وہ اس ذکر الہی پر رویا جو وہ سنا کرتا تھا۔ (بخاری)

☆ تشریح

اس ستون کا نام اسطوانِ حنّانہ ہے، حنّانہ بنا ہے حنین سے بمعنی

باریک آواز سے رونا۔ یہ ستون محرابِ النبی ﷺ کے بائیں طرف بالکل متصل ہے۔ اب وہاں نیا ستون بنایا گیا ہے۔ اسے اب بھی حنانہ کہتے ہیں، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب منبر نہیں بنا تھا۔ حضور انور ﷺ زمین پر ہی کھڑے ہو کر خطبہ فرماتے تھے حنانہ کے رونے کی آواز تمام صحابہؓ نے سنی، یہ ستون کیوں رویا؟ اس کے متعلق بعض ظاہرین لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ذکرِ الہی بنا کرتا تھا اب اس محرومی پر رویا ہے مگر یہ سوچ محض غلط ہے، آج ہم لوگ بھی ذکرِ الہی کرتے ہیں، ستون کیوں نہیں روتے۔ نیز خطبہ کی آواز تو منبر سے بھی اس تک پہنچ رہی تھی۔ کیونکہ وہ منبر سے بالکل قریب تھا۔ نیز پھر وہ حضور ﷺ کے سینہ سے لگا لینے پر خاموش کیوں ہوا۔ وجہ صرف یہ تھی جو مولانا روم فرماتے ہیں۔

مسندت من یوم از من تاختی

بر سر منبر تو مسند ساختی

در فراق تو مرا چوں سوخت جان

چوں نہ نالم بے تو اے جان جہاں

ترجمہ = آپ کی مسند (بیٹھنے کی جگہ) تو میں تھا اب مجھ سے دور ہو گئے ہو، اور منبر پر اپنی مسند بنالی ہے۔ میری جان تو آپ کے فراق (جدائی) میں جل رہی ہے، تو اے! جہاں کی جان میں کس طرح تیرے بغیر نالہ نہ کروں (روؤں)۔ یہ گریہ زاری اس لئے تھی کہ وہ جمعہ کے دن پشتِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ کے بوسے لیتا تھا آج اس وصال کی نعمت سے محروم ہو گیا اور اس فراق پر رویا۔

مسند فلسفی کو منکر حنانہ است از حواسِ انبیاء بے گانہ است

ترجمہ = فلسفی جو حنانہ کے واقعہ سے انکار کرتا ہے۔ وہ (اس لئے) کہ حواسِ انبیاء

کے اور اک سے ناواقف ہے۔

جب حضور ﷺ نے اس ستون کو سینہ پاک سے لگایا تو وہ اس طرح سسکیاں بھرنے لگا جیسے روتے بچے کو ماں سینے سے لگائے تو وہ خاموش ہونے سے پہلے سسکیاں بھرتا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام حسینانِ جہاں صرف انسانوں کے محبوب رہے مگر حضور ﷺ ایسے انوکھے حسین ہیں کہ ساری مخلوقات کے محبوب ہیں، کیوں نہ ہو کہ خالق کے محبوب جو ٹھہرے، دیکھو لکڑیاں فراق میں گر یہ وزاری کر رہی ہیں۔ دوسرا یہ کہ سارے حسینوں کا یہ حال ہے کہ انہیں دیکھا ہزاروں نے مگر عاشق ایک ہوا۔ حسنِ یوسف کی عاشق صرف زلیخا، لیلیٰ پر فریفتہ صرف مجنوں مگر حضور ﷺ ایسے حسین ہیں کہ آج انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں مگر جان قربان کرنے والے لاکھوں عاشق موجود ہیں۔ حسنِ یوسف صرف مصر کے بازار میں چمکا مگر حسنِ محمدی ﷺ ہر جگہ تابد چمک رہا ہے۔

حسنِ یوسف پہ کشیں مصر میں انگشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

ستونِ حنّانہ ذکرِ الہی پر روتا تھا یہ حاشیہ آرائی صرف قنادہ کی ہے مگر قنادہ کے ذکر پر کبھی کوئی ستون نہیں رویا۔ یہ محض غلط ہے۔ وہ فراقِ رسول ﷺ میں روتا تھا۔ خواجہ حسن بصریؒ جب یہ حدیث پڑھتے تو بہت روتے تھے، فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کے عشق میں خشک لکڑی روئی تم اس لکڑی سے کم نہ ہو۔ (مرآت) صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ علماء نے فرمایا کہ معجزہ عشق القمر اور ستون کے رونے کی احادیث معاً متواتر ہیں لفظاً مشہور مستفیض ہیں۔ (اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ ستونِ حنّانہ قربِ رسول اللہ ﷺ فوت

ہونے پہ رویا تھا -

(مرقات)

دارمی نے بریدہ سے روایت ذکر کی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ستونِ حنّانہ سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو۔ میں تجھے اسی جگہ رکھ دیتا ہوں جہاں سے تو لایا گیا ہے۔ یا پھر تجھے جنت کا درخت بنا دیتا ہوں تو وہاں کی نہروں کا پانی پئے گا۔ تیری شکل و صورت اچھی ہوگی اور پھلدار ہوگا۔ اولیاء اللہ تیرا پھل کھائیں گے اس نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آپ مجھے جنت کا درخت بنا دیں۔
(یعنی، تفہیم البخاری)

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ ﷺ کو پہچانتا تھا، آپ سے محبت کرتا تھا، آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے قرب اور لمس سے اس تنے میں اللہ نے حیات پیدا فرمادی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے جن میں پہلے عادتاً اور عرفاً حیات ہوتی تھی، مگر زیادہ حیرت اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لمس اور قرب سے کھجور کے تنے میں جان آگئی جس میں عادتاً اور عرفاً حیات نہیں ہوتی جنکے اعجاز آفرین لمس سے بے جان میں حیات آجائے تو پھر خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا۔

کھجور کا خشک تنا تو آپ ﷺ کے فراق میں روئے مگر کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے، تو بے جان کھجور سے بھی گیا گذرا ہے۔

(شرح مسلم)

مولانا فرماتے ہیں

کم ز خاکی ، چونکہ خاکے یار یافت

در بہارے صد ہزار انوار یافت

ترجمہ = کیا تو مٹی سے بھی گیا گذرا ہے ، کیونکہ مٹی جب بہار میں یار سے ملتی ہے
یعنی بارش ، تو اس میں سو ہزار سبزہ آگ آتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۲۹

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمٍ
لِجُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَ
جَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا تَرَى فِي
السَّمَاءِ قَرْعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى تَارَا
لِسَحَابٍ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مَنْبَرِهِ حَتَّى
رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَخَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَطَرْنَا يَوْمَئِذٍ ذَلِكَ
وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْآخِرَى وَقَامَ
ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَّمُ الْبِنَاءُ
وَعَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حُوا
لَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيرُ لِي نَاحِيَةً مِنَ السَّحَابِ إِلَّا

أَنْفَرَجَتْ وَصَارَتْ الْمَدِينَةَ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَأَلَ الْوَادِي
قَنَاةَ شَهْرًا وَلَمْ يَجِبِيءُ أَحَدٌ مِّنْ تَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجُودِ
مُتَنَقِّ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو سخت قحط سالی نے گھیر لیا، تو جب نبی کریم ﷺ جمعہ المبارک کا خطبہ پڑھ رہے تھے تو ایک دیہاتی اٹھا اور بلا یارسول اللہ ﷺ مال برباد ہو گیا اور بچے بھوکے ہو گئے، آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا فرمائیں۔ تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے ہم آسمان میں بادل نہیں دیکھتے تھے۔ تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ حضورؐ نے ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے حتیٰ کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھا پھر حضور ﷺ اپنے منبر سے نہ اترے تھے کہ میں نے آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے بارش ٹپکتے دیکھی، پھر ہم پر آج، کل اور پرسوں دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی۔ اور یہی بدو یا کوئی اور دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ عمارتیں گر گئیں مال ڈوب گئے آپ اللہ سے دعا کریں، تو حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا اے اللہ ہمارے آس پاس برسنا ہم پر نہ برسنا۔ پھر آپ بادل کے کسی گوشہ کی طرف اشارہ نہ فرماتے مگر وہ چر جاتا اور مدینہ شریف تالاب کی طرح بوجیا اور وادی قنات ایک مہینہ تک بہتی رہی کسی طرف سے کوئی بھی آتا تو بارش کی خبر دیتا۔

(مسلم و بخاری)

☆ تشریح

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اپنے فقر و فاقہ کی شکایت حضور ﷺ سے کرنا، انہیں اپنے دکھ سنانا سنت صحابہؓ ہے۔ ہم بھی عرض کر سکتے ہیں کہ یا رسول اللہ گناہوں نے ہماری پیٹھ (کمر) توڑ دی ہے، آپ ﷺ پناہ دیجئے مولانا جامی فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ بسوئے تو پناہ آوردہ ام

بچو کاہے عاجزم کوہے گناہ آوردہ ام

ترجمہ = یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی طرف پناہ لینے آیا ہوں، ایک تنکے کی طرح عاجز ہوں لیکن گناہ کا ایک پہاڑ لے کر آیا ہوں۔

ان دکھڑے سنانے کی اصل یہ حدیث ہے۔ صحابہ کرامؓ نے بارش کی دعا خود

نہ کی بلکہ حضور ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ معلوم ہوا کہ ہماری دعاؤں اور

حضور ﷺ کی دعا میں فرق ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء کے لئے نماز پڑھنا

شرط نہیں، صرف دعا بھی استسقاء ہے۔ یہ امام صاحب کی دلیل ہے امام ابو حنیفہؒ

نماز کا انکار نہیں کرتے بلکہ اسے شرط نہیں مانتے، دیکھو حضور ﷺ نے صرف دعا کی

تو بارش آگئی۔ معلوم ہوا کہ عین خطبہ جمعہ میں دعا مانگ سکتے ہیں، یاد رہے کہ امام

صاحب کے نزدیک بارش کے لئے دعا استغفار کا پڑھنا ہے۔ قرعہ بادل کے

چھوٹے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے۔ اس وقت آسمان بالکل شیشے کی طرح صاف تھا۔ جو نہی

سرکار نے ہاتھ اٹھائے بادل آیا اور بارش شروع ہو گئی۔ اللہ اکبر دعا تھی یا تیر تھا جو

قبولیت کے نشانے پر لگا۔ دورانِ خطبہ بارش شروع ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے بھی لگی، اور حضور ﷺ کے رخسار پر قربان ہو کے گرنے بھی لگی۔ صَلَّى اللهُ عَلَيَّ مُحَمَّدًا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ - یا رسول اللہ ہمارے خشک دلوں پر بھی کرم کی بارش برسا دو۔

أَنَا فِي عَطَشٍ وَسَخَاكَ أُمَّ أَيْ كَيْسُوَيْ پاك اے ابر کرم
 بر سن بارے رم : جھم رم : جھم دو بوند اوھر بھی گرا جانا

صحابہ کرامؓ یہ سمجھتے تھے کہ جن کی دعا بارش لائی ہے انہی کی دعا بارش ہٹائے گی۔ اس لئے بارش تھمنے کی دعا خود نہ کی بلکہ حضور ﷺ سے کرائی معلوم ہوا کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور ﷺ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

وہ جنم میں گیا جو ان سے مستغنیٰ ہوا
 ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش اگر مضر ہو تو اس کے بند کرنے کی دعا کرنا بھی جائز ہے۔ بارش حد میں ہو تو رحمت ہے اگر حد سے بڑھ جائے تو زحمت ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بارش رحمت ہے رکنے کی دعا نہیں کرنا چاہئے، یہ غلط ہے۔

حضور ﷺ نے دعا کے بعد اپنے خدا داد اختیارات کا اظہار بھی فرمایا ایک بار اسی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ اسی اشارہ سے ڈوبا ہوا سورج نیبر میں واپس لوٹا دیا۔ اسی انگلی کے اشارے سے جما ہوا بادل پھاڑ دیا اور واپس لوٹا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں ہوا دی گئی تھی۔ وَتَسْخَرُنَا لَهُ

لِرِّيحِ تَجْرِي بِأَمْرِهِ - ترجمہ۔ اور ہم نے اس کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا جو اس کے حکم سے چلتی تھی - (پ ۲۳ ص) حضور ﷺ کے قبضہ میں ساری خدائی وے دی ﷺ۔
(مرآت)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ بارش سے مدینہ پاک کی زمین میں پانی ایسا بھرا تھا جیسے تالاب میں بھرا ہوتا ہے۔ اس پانی پر اب دھوپ پڑ رہی تھی (مرقات) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جوہ کے معنی ہیں بڑی گیند یعنی مدینہ پاک کے اوپر آسمان گیند کی طرح ہو گیا کہ یہاں بادل کوئی نہیں آس پاس بادل تھا اور ضرورت کی جگہ برس رہا تھا۔
(اشعۃ)

وادی قنات ایک ماہ تک بہتی رہی قنات ایک جنگل کا نام ہے۔ اس میں پہاڑی پانی آتا تھا گویا یہ ایک نالہ تھا جو عام طور پر خشک رہتا تھا، بارش ہونے پر بہتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ اتنی بارش ہو چکی تھی کہ ایک ماہ تک پہاڑ سے پانی اس نالے میں بہتا رہا۔

معلوم ہوتا ہے اولاً بارش صرف مدینہ پاک پر ہوئی پھر دوسری دعا سے وارد گرد مقامات پر ہوئی اور دوسری دعا کے بعد لوگ جس طرف سے بھی آئے بارش کی خبر لائے۔ حضور ﷺ کا فیضان عام ہوا جس سے دور و نزدیک سب نے فائدہ اٹھایا۔
کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رَحْمَةُ الْعُلَمِيْنَ ہو
خیال رہے گذشتہ جمعہ کو یہ حضرات دھوپ میں مسجد میں آئے تھے بارش لے کر گھروں کو گئے تھے۔ آج اس کے برعکس بارش میں مسجد میں تشریف لائے اور دھوپ لے کر گھر گئے۔
(مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نبوت کی واضح دلیل ہے۔ جبکہ

سرورِ کائنات ﷺ کے ذرہ بھر اشارہ سے موسلا دھار بارش ہوئی اور یکسر قحط سالی کا سماں خوشحالی میں بدل گیا -
(تفہیم البخاری)

☆ حدیث نمبر ۳۰

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا كَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ ﷺ
فَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ وَلَجِقَ بِالْمَشْرِكِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
إِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْبَلُهُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو طَلْحَةَ إِنَّهُ أَتَى
الْأَرْضَ الَّتِي مَاتَ فِيهَا فَوَجَدَهُ مَنبُودًا فَقَالَ مَا شَأْنُ هَذَا
فَقَالُوا دَفَنَاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلَهُ الْأَرْضُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ -
(مشکوٰۃ باب المعجزات)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کاتب تھا، وہ اسلام سے پھر گیا۔ اور مشرکین سے جا ملا۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے زمین قبول نہیں کرے گی۔ مجھے ابو طلحہؓ نے خبر دی کہ میں اس زمین میں گیا جہاں وہ مرا تھا۔ اسے باہر پھینکا ہوا پایا، تو پوچھا اس میت کا کیا حال ہے، لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بار بار دفن کیا مگر اسے زمین قبول نہیں کرتی۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یہ شخص جو کاتبِ وحی تھا، پہلے عیسائی تھا بعد میں مسلمان ہوا اور بارگاہِ نبوی میں اتنا قریب حاصل کر گیا کہ حضور ﷺ کے ہاں کاتبِ وحی ہو گیا۔ مگر پھر مرتد ہو کر عیسائی بن گیا۔ (معاذ اللہ) جس طرح ابلیس نے بہت قریب الٰہی حاصل کیا پھر اڑنے پر مارا گیا۔ (مرآت)

بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص عبد اللہ بن سرح تھا، مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ حسب روایت وہ تو مرتد ہونے کے بعد پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ (مرقات) وہ مرتد ہو کر مشرکین سے کہنے لگا کہ حضور ﷺ کو قرآن میں سکھاتا تھا۔ جو میں بتاتا تھا وہی وحی سمجھ کر لکھ لیا جاتا تھا۔ (معاذ اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عنقریب ہی کافر مرے گا اور اس کی لاش قبر میں نہ رہ سکے گی۔ بلکہ اسے نکال پھینکے گی۔ حدیثِ پاک میں تین غیبی خبریں ہیں جو ہو بہو پوری ہوئیں۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ زمین بھی حضور ﷺ کے دوست و دشمن کو پہچانتی ہے اور حضور ﷺ کے حکم کے تابع ہے کہ جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا بالکل ویسا ہی ہوا۔ ابو لہب کے بیٹے عتبہ کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا اسے شیر پھاڑے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک شیر نے سب کے منہ سونگھے اس کا منہ سونگھ کر اسے پھاڑ ڈالا۔ (مرآت)

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میری ماں مشرک تھیں میں دعوتِ اسلام دیتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق نازیبا باتیں کہتی جو مجھے ناپسند تھیں۔ ایک دن میں روتا ہوا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابو ہریرہؓ کی ماں کے لئے ہدایت کی دعا فرماویں آپ ﷺ نے دعا فرمائی میں دوڑتا ہوا خوشی سے نکلا جب دروازے پر پہنچا تو وہ بند تھا۔ ماں نے قدموں کی آہٹ سنی تو کہا ٹھہر جاؤ میں نے پانی انڈیلنے کی آواز سنی پھر بغیر دوپٹہ کئے جلدی جلدی ماں نے دروازہ کھولا اور بولیں اے ابو ہریرہؓ۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں خوشی سے روتا ہوا دوڑ کر بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوا تو سرکارِ اللہ کا شکر ادا کیا اور دعائے خیر کی۔

(مسلم)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اپنے والدین کو بھی تبلیغ کی جائے جب وہ کافر، مشرک، بت پرست ہوں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو ہریرہؓ کو پختہ یقین تھا کہ سرکارِ اللہ نے دعا فرمائی ہے، میری ماں کو ضرور ہدایت ملے گی، اور ابھی ملے گی۔ اسی لئے تو آپ دوڑتے ہوئے خوش ہو کر قدرتِ خدا کا نظارہ کرنے گھر گئے کہ پہلے میں گھر پہنچتا ہوں یا میری ماں مسلمان ہوتی ہے۔

(مرآت)

ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

☆ حدیث نمبر ۳۱

وَعَنْ أَبِي الْجَوَزَاءِ ، قَالَ قَطِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَطْعًا
 شَدِيدًا فَشَكَرُوا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَنْظِرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ
 ﷺ فَجَعَلُوا مِنْهُ كَوْثِي إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَ
 بَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ ففَعَلُوا فَمَطَرُوا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ
 وَ سَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتَّى تَفْتَقَتْ مِنَ الشَّجَمِ فَسُمِّيَ عَامَ
 الْفَتْقِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ - (مشکوٰۃ باب الکرامات)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ سخت قحط میں
 مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول
 اللہ ﷺ کی قبر کی طرف غور کرو اس سے ایک طاق آسمان کی طرف سنا دو حتیٰ کہ قبر
 انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بادل خوب
 برسائے گئے حتیٰ کہ چارہ اگ کیا اور اونٹ موٹے ہو گئے۔ یہاں تک کہ پرہلی سے
 گویا پھٹ پڑیں گے، اس سال کا نام عام الفتح (پچھن کا سال) رکھا گیا۔
 (دارمی)

☆ تشریح

حدیث پاک کے رلوی ابو الجوزاءؓ کا نام اوس ابن عبد اللہ ہے۔ آپ بصری
 تابعی ہیں، آپ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کی ہے

آپ کو ۸۳ ہجری میں شہید کیا گیا۔

اہلِ مدینہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی کہ بارش نہیں ہوئی جس سے چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ آپ رب سے دعا کریں تاکہ بارش ہو جائے معلوم ہوا کہ آسمانی آفات کی شکایت اللہ کے مقبول بندوں سے کر سکتے ہیں۔

جناب ام المومنینؓ نے فرمایا میرے حجرے کی چھت قدرے پھاڑ دو تاکہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی آڑ نہ رہے، یہ طریقہ تھا قبرِ انور کے وسیلہ سے بارش مانگنے کا یہ طریقہ حضرت عائشہؓ نے اپنے اجتہاد سے اختیار فرمایا۔

(مرآت)

مرقات اور اشعة نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات شریف میں حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ بعد وفات جناب عائشہ صدیقہؓ نے حضور ﷺ کی قبرِ انور بلکہ اس کی خاک کی برکت سے دعا کرائی، یہ بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا ہے۔ یہ طریقہ بہت مبارک ہے۔ حدیثِ پاک سے چند مسائل اخذ ہوئے۔

۱- وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز ہے۔

۲- ان کے تمکات کے وسیلہ سے دعائیں کرنا جائز بلکہ سنتِ صحابہؓ ہے۔

۳- بزرگوں کی قبریں بِإِذْنِ السُّبْحِيِّ دَافِعِ الْبَلَاءِ اور مشکل کشا ہیں

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص دافع البلاء تھی کہ اس کی برکت سے

حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ (القرآن)

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں کا دھوون شفاء تھا۔

ارکض برجلک ترجمہ - اپنے پاؤں سے لات مار۔

بعض صوفیائے کرام ننگے سر آسمان کے نیچے بیٹھ کر دعائیں یا وظیفے کرتے

ہیں۔ یہ حدیث ان کی اصل ہے۔ خیال رہے آسمان ہماری روزی کا خزانہ ہے۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ترجمہ - اور آسمان میں تمہارا رزق ہے

جو تمہیں حسب وعدہ دیا جائے گا۔ لہذا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یا قبر انور کی چھت

کھول کر دعا کرنا جائز ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۳۲

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لَا تَمَسَّ النَّارَ مُسْلِمًا رَأَيْتُ أَوْرَاقِي مَنْ رَأَيْتُ رَوَاهُ

لِتَرْمِذِي - (مشکوٰۃ باب مناقب الصحبة)

☆ ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسالت مآب

ﷺ نے فرمایا کہ اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے

(ترمذی)

والے کو دیکھا۔

☆ تشریح

فرمانِ رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حالتِ ایمان مجھے دیکھا اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ لہذا جو لوگ حضور ﷺ کے بعد مرتد ہو کر مرے وہ اس بشارت سے الگ ہیں۔

اسی طرح جن لوگوں کو اخلاص سے صحابہ کرامؓ کی صحبت نصیب ہوئی ان کی خدمات میسر ہوئیں وہ بھی دوزخ سے محفوظ ہیں۔

صحابی اور تابعی کا فرق یہ ہے کہ صحابیت کے لئے ایک نظرِ جمالِ مصطفوی ﷺ دیکھ لینا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کی صحبت و خدمت ضروری ہے۔

اس فرمانِ عالی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اعمال کرنے، برے اعمال سے بچنے یا ان سے توبہ کرنے کی توفیق دے گا۔ جس سے وہ دوزخ سے بچ جائیں گے۔ عوام میں مشہور ہے جو پاک تہن شریف میں حضور بابانج شکر فرید الدینؒ کے مقبرہ کے بہشتی دروازے میں داخل ہو جائے وہ جنتی ہے۔ اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اسے جنتی اعمال کی توفیق دے گا۔ اور اس دروازہ میں داخلہ کی برکت سے گزشتہ گناہِ صغیرہ معاف فرمادے گا اور گناہِ کبیرہ سے بچنے کی توفیق دے گا۔ رب فرماتا ہے۔ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ تَرْجَمُ۔ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔

یہ مطلب نہیں کہ ان لوگوں کے لئے گناہِ حلال ہو گئے مولانا فرماتے ہیں۔

ہے گفت طوئی من رانی مصطفیٰ

والذی يبصر لمن وجهی یرئ

ترجمہ = حضور ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہو جس نے مجھے دیکھا اور اس کو بھی

خوشخبری ہو جو اس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا۔

ح جنہاں اکھیاں دلبر ڈٹھا لوہ اکھیں تک لیاں

توں ملیوں تے سا جن ملیا ہن آساں لگ گیاں

حضور ﷺ کو دیکھنے والی آنکھ کی زیارت بھی بہشتی ہونے کا ذریعہ ہے۔

احمد اور ابن حبان نے اور عبد الحمید نے بروایت حضرت ابن عمرؓ حدیث

نقل فرمائی کہ طوبی لمن رانی وامن بی و طوبی لمن لم

یرانی وامن سبع مرات

کہ جو مجھے دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے اسے ایک بار مبارک اور جو مجھے بغیر دیکھے ایمان

لائے اسے سات بار مبارک۔ (مرقات)

خیال رہے کہ سارے صحابہؓ جنتی ہیں مگر عشرہ مبشرہ وہ ہیں جنہیں ایک

حدیث نے جمع فرمایا ورنہ سارے صحابہ جنتی ہیں۔ عشرہ مبشرہ ذیل صحابہؓ ہیں۔

ح دہ یار بہشتی اند قطعی یو بجر و عمر و علی و عثمان

سعد است و سعید و یو عبیدہ طلحہ و زبیر و عبد الرحمن

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

☆ حدیث نمبر ۳۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَا فِينَاهُ مَا خَلَا

أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافئُهُ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ

وَمَا تَفْعَنِي مَالٌ أَحَدٍ قَطُّ مَا تَفْعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ وَ لَوْ
 كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَا تَتَّخِذُتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا إِلَّا وَإِنَّ
 صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
 ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ کر دیا سوائے ابو بکرؓ کے ہم پر ان کا
 احسان ہے کہ اللہ انہیں اس کا بدلہ قیامت کے دن دے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا
 نفع نہ دیا جتنا کہ ابو بکرؓ کے مال نے دیا۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو دوست بناتا
 خیال رکھو تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں۔ (ترمذی)

☆ تشریح

حدیث پاک میں احسان سے مراد شخصی خدمات و احسانات ہیں یعنی سوائے
 صدیق اکبرؓ کے جس شخص نے بھی ہم سے کچھ سلوک کیا تھا ہم نے اس سے بڑھ کر
 بدلہ دے دیا ہے۔ لہذا یہ حدیث اس فرمان پاک کے خلاف نہیں کہ احسانات کا بدلہ نہ
 ہو سکا قیامت میں رب تعالیٰ سے دلویا جائے گا۔ وہ قومی اور جماعتی احسان و خدمات ہیں
 صدیق اکبرؓ کے احسان سے یا تو وہ بدنی، مالی، وطنی، لولادی قربانیاں مراد
 ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمہ کرتے رہے یا حضرت بلالؓ کو خرید کر
 آزاد کرنا مراد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صدیق نے مجھ پر احسان کیا کہ بلالؓ کو

آزاد کیا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَسَيُجَنَّبُهَا إِلَّا تَقَىٰ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ (اور ہم عنقریب چالیں گے اس کو جو بہت بڑا پرہیزگار ہے، مال دیتا ہے تاکہ تزکیہ ہو جائے)

اس آیت کریمہ میں اس آزادی بلالؓ کا ذکر ہے۔ (مرقات)

حضرت بلالؓ کی خریداری پر حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ کے لئے فرمایا تھا۔

مصطفیٰؐ گفت کہ اے اقبال جو در خریدن می شوم انباز تو

اے ابو بکرؓ بلالؓ کی خریداری میں ہم کو بھی اپنے ساتھ ملا لو۔ ادھی قیمت ہم سے لے لو ہم تم دونوں ان کے خریدار ہونگے۔ تو حضرت صدیق اکبرؓ تڑپ گئے، قدموں پر فدا ہو کر بولے۔

گفت مادو ہند گاں کوئے تو کرد مش آزاد ہم بردوئے تو

حضور ﷺ میں بھی آپ ﷺ کا غلام، بلالؓ بھی آپ کے غلام حضور میں نے

انہیں آپ ﷺ کے لئے ہی خریدے ہیں میں نے انہیں آزاد کر دیا بلالؓ نے جب چہرہ

مصطفیٰؐ کو دیکھا تو

چوں بید آں خستہ روئے مصطفیٰؐ خرمغشیا علیہ برقفا

چہرہ مبارک دیکھتے ہی غش کھا کر گر گئے۔ بے ہوش ہو گئے حضور نے اپنی چادر سے

چہرے کا گرد و غبار صاف کیا اور فرمایا أَوْذِيْتِ فِي اللَّهِ كَثِيرًا اے بلالؓ تجھے

اللہ کی راہ میں بڑی لذتیں پہنچیں

فرمان پاک کہ صدیق کے مال نے جتنا نفع دیا اتنا نفع کسی اور کے مال سے نہ ہوگا

، چنانچہ جب ابو بکرؓ ایمان لائے تو آپؐ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ آپ بڑے امیر

کبیر تھے اتنی بڑی دولت حضور انور ﷺ پر خرچ کر دی بہت سے غریب مسلمان

جو کفار کے غلام تھے بڑی مصیبت میں تھے انہیں خرید کر آزاد کیا ان سب میں حضرت بلالؓ ابن ابی رباح اور مالکؓ بن نہیر بہت مشہور ہیں۔

جب ہجرت میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے تو چند درہم آپ کے ساتھ تھے وہ بھی حضور ﷺ پر خرچ کرنے کے لئے ساتھ لیے تھے۔

حدیث پاک میں لفظ خلیل آیا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک خلیل وہ ہے جس کا محبت میں دل رہے اور رفیق وہ ہے جس کی محبت دل میں رہے۔

کشتی دریا میں اور دریا کشتی میں بڑا فرق ہے

أَلَا وَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ (خیال رکھو کہ تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں) یہاں صَاحِبَكُمْ سے مراد حضور ﷺ کی اپنی ذات مبارک ہے۔

یہ وہی صدیق اکبرؓ ہیں جن کے بارے آپ کی لختِ جگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب میرے والد بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے حضور ﷺ کی قبرِ انور کے پاس لے جانا اور اجازت طلب کرنا او کہنا، یہ ابو بکرؓ ہیں، یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس دفن کر دیں؟ اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اگر اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں لے جانا۔ الی آخر۔

(طویل روایت حدیث ہے) المختصر اس وصیت پر من وعین عمل کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ہم نے آواز سنی کہ اس کو اندر داخل کر دو۔ اور ایک اور روایت میں الفاظ یوں ہیں۔

رَأَيْتُ الْبَابَ قَدْ فَتِحَ فَسَمِعْتُ قَائِلًا يَقُولُ ادْخُلُوا الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ فَإِنَّ الْحَبِيبَ إِلَى الْحَبِيبِ مُشْتَاقٌ

(الخصائص اکبری ۲۸۱، ۲۸۲)

ترجمہ = میں نے دروازہ دیکھا کہ وہ کھل گیا اور میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا کہ دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو، بے شک دوست، دوست کے ساتھ ملنے کا مشتاق ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی، امام رازی کے حوالے سے رقمطراز ہیں "حضرت ابو بکرؓ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپؐ کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک کے سامنے دروازے پر لایا گیا اور آواز دی گئی "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ" ﷺ یہ ابو بکر دروازے پر حاضر ہے تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ قبر شریف کے اندر سے کوئی آواز دیتا ہے کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے ہاں داخل کر دو۔ (جمال الاولیاء ۲۹)

☆ حدیث نمبر ۳۴

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَا رَأْسُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجْرِي فِي لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ إِذْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلْ تَكُونُ لِأَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نَجُومِ السَّمَاءِ قَالَ نَعَمْ هَسْرُ قُلْتُ فَأَيْنَ حَسَنَاتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ إِنَّمَا جَمِيعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ لِحَسَنَةِ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ

رَوَاهُ رَزِينٌ (مشکوٰۃ باب منافب ابی بکر و عمر)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت عائشہؓ سے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک ایک چاندنی رات میں میری گود میں تھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں گی۔ فرمایا ہاں وہ حضرت عمرؓ ہیں۔ میں بولی تو جناب ابو بکرؓ کی نیکیاں کہاں گئیں۔ فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی ساری نیکیاں ابو بکرؓ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی طرح ہیں۔ (رزین)

☆ تشریح

ضَاحِيَةٌ بنا ہے ضحوة سے بمعنی چمک دار روشن اس سے مراد وہ رات ہے جس میں چاندنی ہو اور بادل نہ ہو، آسمان صاف ہو، چاند خوب چمک رہا ہو حضرت عائشہؓ کی گود اس وقت عرشِ معلیٰ سے افضل ہو گئی ہوگی کہ وہ صاحبِ قرآن ﷺ کی رعل بنی۔

اس سوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کو ہر آسمان کے ہر گوشہ کی خبر ہے اور زمین کے ہر کونہ اور تا قیامت اپنے ہر امتی کے ہر عمل کی خبر ہے۔ کیونکہ تارے مختلف آسمانوں پر ہیں اور امت کی عبادتیں زمین کے مختلف گوشوں میں دن کے اجبالے میں رات کے اندھیرے میں ہوگی۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہی بتا سکتا ہے جسے دونوں کی خبر ہو۔ یہ ہے

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا عقیدہ۔

دیکھو حضور ﷺ کا علم، کہ یہ نہ فرمایا کہ جبرائیل امین کو آنے دو، پوچھ کر بتائیں گے۔ نہ یہ کہ قلم دوات کاغذ لاؤ ٹوٹل لگا کر کہیں گے، نہ یہ کہ ذرا سوچ کر حساب لگالینے دو بلکہ تامل فرمایا کہ میری ساری امت میں حضرت عمرؓ وہ ہیں جن کی نیکیاں تعداد میں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں یہ ہے حضور ﷺ کا علم غیب مکی۔

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ،، احد،، میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی داخل ہیں اور ان کی نیکیاں حضرت عمرؓ سے کم ہیں۔

صدیق اکبرؓ کی ایک نیکی میں بہت گفتگو ہے کہ اس سے کونسی نیکی مراد ہے حضرت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے مراد ہجرت کی رات، غارِ ثور میں حضور انور ﷺ کی خدمت مراد ہے۔ اس رات حضرت صدیق اکبرؓ نے تہجد نہیں پڑھی تھی اور کوئی عبادت نہ کی تھی۔ بلکہ صرف حضور ﷺ کی بے مثال خدمت کی تھی، اور آپ ﷺ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر خوب جی بھر کر اس صورتِ پاک کے نظارے کئے تھے۔ یہ ایک نیکی دنیا بھر کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر قرار پائی۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں

اصل الاصول ہمدگی اس تاجور کی ہے

☆ حدیث نمبر ۳۵

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ زَوْجِنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ لِهَجْرَةٍ وَصَجِبَنِي فِي الْغَارِ وَأَعْتَقَ بِلَا مِنْ مَالِهِ رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ يَقُولُ الْحَقُّ وَإِنْ كَانَ مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَالَهُ مِنْ صَدِيقٍ رَحِمَ اللَّهُ عُثْمَانَ يَسْتَجِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللَّهُ عَلِيًّا اللَّهُمَّ أَدِرَا لِحَقِّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

(مشکوٰۃ باب مناقب العشرة)

☆ ترجمہ

حضرت علیؑ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ ابو بکرؓ پر رحمت کرے انہوں نے اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دیا اور مجھے ہجرت گاہ تک پہنچایا اور غار میں میرے ساتھ رہے اور بلالؓ کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ عمرؓ پر رحمت کرے کچھ وہ حق بات کہتے ہیں اگرچہ کڑوی ہو انہیں حق نے ایسا کر دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں اللہ عثمانؓ پر رحمت کرے کہ ان سے فرشتے جیا کرتے ہیں اللہ علیؑ پر رحمت کرے الہی علیؑ کے ساتھ حق کو گردش دے جدھر وہ گردش کریں۔

ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

☆ تشریح

اس فرمانِ پاک سے معلوم ہوا کہ زندہ کورحمۃ اللہ علیہ کہہ سکتے ہیں۔

(مرقات)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی دختر نیک اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

کا نکاح حضور انور ﷺ سے کیا اس میں اپنی بیٹی کی قربانی ہے اسلئے حضور انور ﷺ نے اسے صدیق اکبرؓ کی قربانیوں کے سلسلے میں ذکر فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ غارِ ثور تک حضور ﷺ کو اپنے کندھے پر لے گئے اور

اس سے آگے حضور ﷺ کے مصاحبِ رفیقِ سفر ہے مدینہ منورہ تک۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے ہجرت کے لئے دو اونٹ پالے تھے، ایک اپنے لئے

اور دوسرا حضور انور ﷺ کے واسطے۔ جب آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کی خبر

دی تو حضرت ابو بکرؓ نے وہ اونٹ پیش فرمایا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں منظور

ہے مگر قیمت سے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے آٹھ سو درہم میں وہ اونٹ جناب صدیق

اکبرؓ سے خریدا، مگر بطورِ قرض۔ (اشعۃ)

یہ ثابت نہیں کہ حضور انور ﷺ سے یہ قرضہ جناب صدیق اکبرؓ نے

وصول بھی کیا، اگر وصول کیا بھی ہو گا تو حضور ﷺ پر ہی خرچ کیا ہو گا۔ حضور ﷺ

فرما رہے ہیں کہ غارِ ثور کی کئی راتیں کئی دن جناب صدیق اکبرؓ نے میرے ساتھ

گزارے کہ اس زمانہ میں ان کے سوا، کسی نے مجھے نہ دیکھا۔ اس زمانہ میں میرا منہ سچنا

ان کی عبادت تھی۔ جو کسی لور کو میسر نہ تھی۔ اس غار میں مجھ پر جان فدا کی کہ میری حفاظت کرتے ہوئے سانپ سے اپنے پاؤں میں ڈسوا لیا، یہ قربانی صرف انہوں نے کی۔

سبحان اللہ حضرت بلالؓ کی خریداری، ان کا آزاد کرنا حضور ﷺ نے جناب صدیق اکبرؓ کی قربانیوں کے سلسلہ میں بیان فرمایا ہے۔

مذکورہ حدیث میں خلفائے راشدینؓ کی فضیلت کا ذکر یوں کیا گیا ہے جیسے ہر پھول کی اپنی خوشبو ہے۔ اور وہ خوشبو میں یکتا ہے۔ ایسے ہی رضائے محبوب ﷺ کی خاطر حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا تن من و دھن قربان کیا کہ رازدانِ رسول ﷺ بننے کا شرف حاصل ہوا اور ان کے عشق کے ذکر کے بغیر گویا داستانِ عشقِ رسول ﷺ ادھوری ہے۔

☆ حدیث نمبر ۳۶

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ بِنِ شَمَّاسٍ خَطِيبًا الْأَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ بِهَا الَّذِينَ أَمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (إِلَى آخِرِ الْآيَةِ) جَلَسَ ثَابِتٌ فِي بَيْتِهِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَ النَّبِيُّ ﷺ سَعْدَ بْنَ مَعَاذٍ فَقَالَ مَا شَأْنُ ثَابِتٍ أَيْشَتِكِي فَأَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ ثَابِتٌ أَنْزَلَتْ هَذِهِ

الْأَيَّةَ وَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي مِنَ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ
 اللَّهِ ﷺ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذَلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ
 فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
 (مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ثلاث بن قیس بن شماس انصار
 کے خطیب تھے جب یہ آیت اتری، کہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز
 پر اونچی نہ کرو۔ (آخر آیت تک) تو جناب ثلاثؓ اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ نبی کریم
 ﷺ کی بارگاہ سے غیر حاضر ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب سعدؓ بن معاذ سے
 پوچھا، فرمایا ثلاثؓ کو کیا ہوا کیا وہ ہمارے؟ حضرت سعدؓ ان کے پاس گئے اور ان کے
 سامنے رسول اللہ ﷺ کا فرمان سنایا۔ تو ثلاثؓ بولے کہ یہ آیت نازل ہو چکی ہے۔
 اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں اونچی آواز والا ہوں تو میں
 تو دوزخیوں میں سے ہوں۔ یہ ماجرا حضرت سعدؓ نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا
 تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ وہ تو جنت والوں میں سے ہے۔ (مسلم)

☆ تشریح

حضرت ثلاثؓ بن قیس انصاری خزر جی ہیں۔ ۱۲ھ جنگ یمامہ میں شہید

ہوئے۔ خطیب سے مراد فصیح، تاریخ دان، عالم انساب ہے۔

ذرا غور فرمائیے تمام سلاطین و حکام اپنے آدابِ مجلس خود بناتے ہیں مگر حضور ﷺ وہ سلطانِ کونین ہیں جن کے دربار کے آداب خود ربّ تعالیٰ نے بنائے اور انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات پر بھی جاری فرمائے۔ یہ آیت کریمہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں حضور ﷺ کے آستانہ عالیہ میں عرض و معروض کرنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے۔

خیال رہے آیت کریمہ میں گفتگو کا ذکر ہے کہ دورانِ گفتگو کسی کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے لوہنجی نہ ہو۔ اس سے اذان وغیرہ دوسرے مواقع مستثنیٰ ہیں وہ تو بلند آواز سے ہی ہونگے۔

حضرت ثامتؓ شرم کی وجہ سے بارگاہِ عالی میں حاضر نہ ہوئے کہ میں بارہا وہاں لوہنجی آواز سے بول چکا ہوں، میرے اعمال ضبط ہو چکے ہیں اب کس منہ سے حاضر ہوں۔ یہ غیرتِ قوتِ ایمان کی علامت ہے۔

حضرت سعد بن معاذ جناب ثامتؓ کے پڑوسی اور ان کی قوم سے تھے انہیں ثامتؓ کے حالات کی زیادہ خبر ہونی چاہئے تھی اس لئے حضور ﷺ نے آپ سے پوچھا یاد رہے کہ سعد بن معاذؓ ۵۵ھ میں وفات پائے اور سورۃ حجرات ۵۹ھ میں نازل ہوئی تو یہ واقعہ کیونکر درست ہوا اللہنا حق یہ ہے کہ اس سورۃ کی اگلی آیات لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بعد میں نازل ہوئیں۔ لَا تَرْفَعُوْا أَسْوَاتَكُمْ پہلے نازل ہو چکی تھی۔

(مرقات)

حضرت ثامتؓ نے اس آیت کریمہ سے سمجھا کہ اس حکم سے میں دوزخی ہوں تو ان جنتیوں کے بادشاہ عالم پناہ کی بارگاہ میں کس منہ سے جاؤں۔ نار، نور کے پاس کیسے

جائے یہ ہے انتہائی خوفِ الہی کیونکہ اس آیتِ کریمہ میں بے ادبی سے اونچی آواز سے بولنا مراد ہے۔ جو چیخ کر بولنے کا عادی ہو وہ مراد نہیں۔ حضور ﷺ کی بے ادبی کفر ہے، اور کفر آگ کا موجب ہے۔ (مرقات)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی اس خوف کی وجہ سے ان کے ایمان کی رجسٹری ہو گئی۔ انہوں نے انتہائی خوف سے اپنے آپ کو اس آیت کی زد میں محسوس کیا۔

سبحان اللہ حضرت ثامتؓ ابن قیس کی شہادت یوں ہوئی کہ غزوہ یمامہ میں جو میلہ کذاب کے مقابل خلافتِ صدیقی ۱۲ھ میں ہوا۔ جہاد کے وقت آپ نے کفن پہنا خوشبو ملی پھر میدانِ جنگ میں داخل ہوئے اعلیٰ درجہ کا جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔ یہ ہے فرمانِ نبوی ﷺ کا ظہور۔ (مرقات)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہم میں سے ہر ایک کو جانتے ہیں کہ کون دوزخی ہے اور کون جنتی۔

☆ حدیث نمبر ۳۷

وَعَنْ عَائِدِ بْنِ عَمْرِو أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ اتَى عَلَى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ فِي تَفْرِ فَقَالُوا مَا أَخَذَتْ سَيُوفَ اللَّهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللَّهِ مَا خَذَهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَتَقُولُونَ هَذَا الشَّيْخُ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ فَاتَى النَّبِيَّ ﷺ

فَاخْبَرَهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتُ
 أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاتَا هُمُ فَقَالَ يَا إِخْوَتَاهُ
 أَغْضَبْتَكُمْ قَالُوا لَا، يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَخِي
 (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

☆ ترجمہ

حضرت عائذ ابن عمروؓ سے روایت ہے، کہ ابو سفیان، حضرت سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم پر گزرے جو ایک جماعت میں تھے تو ان حضرات نے کہا کہ اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ پر نہ گذریں تو جناب ابو بکرؓ کے کہ تم قریش کے بوڑھے اور ان کے سردار کے متعلق یہ کہتے ہو پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ شاید تم نے ان حضرات کو ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ تب ابو بکر صدیقؓ ان حضرات کے پاس گئے اور بولے اے میرے بھائیو کیا میں نے تم کو رنجیدہ کر دیا؟ وہ بولے نہیں اے میرے بھائی اللہ تم کو بخشے۔

(مسلم)

☆ تشریح

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔ جبکہ ابو سفیان مسلمان

نہیں ہوئے تھے، مگر صلح ہو جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ آیا جایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں ان کی دختر حضرت ام حبیبہؓ حضور ﷺ کی زوجہ تھیں۔ (مرقات واشعۃ)

حضرت سلمان، بلال اور صہیب رضی اللہ عنہم کا مطلب یہ تھا کہ اب تک اتنے جہاد ہوئے مگر ہماری تلواروں نے ابو سفیان کی گردن نہ کاٹی۔ اللہ کی تلواروں سے مراد عازی مجاہدوں کی تلواریں ہیں جو راہِ الہی میں چلتی تھیں۔ دشمنِ خدا سے مراد ابو سفیان ہیں کیونکہ اس وقت تک وہ کافر تھے۔ صدیق اکبرؓ کا مطلب یہ تھا کہ ابو سفیان قرشی ہیں اور قرشیوں کے سردار ہیں اور ہمارے مدینہ میں امان سے آئے ہوئے ہیں تم ان کے لئے سخت الفاظ بول رہے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر ان سے جنگ چھڑ جائے۔ آپ کا یہ فرمان نہایت ہی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

پھر صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان حضرات نے ابو سفیان سے یہ کہا تھا اور میں نے یہ کہا مگر میری نیت نیک تھی من وعن سب کچھ عرض کر دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو بکرؓ اگرچہ تمہاری نیت بالکل درست ہے، مگر اس میں ایک کافر کی حمایت کی اور مومنوں کی تادیب کی جہک آرہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس وجہ سے ان حضرات کے دلوں کو صدمہ پہنچا ہو۔

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی خوشنودی مساکین و غرباء، خصوصاً مساکین صحابہؓ کی رضا خوشنودی میں ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی ان حضرات کی ناراضگی میں ہے۔

دلا خوش باش کان سلطان دین را بد رویشاں و مسکیناں سرے ہست

ترجمہ = اے دل خوش ہو کہ اس شاہ دین کا درویشوں اور مسکینوں سے خصوصی تعلق ہے۔

عرب میں یَغْفِرُ اللّٰهَ لَكَ اظہار خوشی کے لئے کہتے ہیں وہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا ہے رب فرماتا ہے - عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذْنَبْتَ لَهُمْ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی رنجشیں بہت جلد دور کر لینی چاہئیں جس سے شکایت ہو اس سے براہ راست مل کر صفائی کر لینی چاہئے۔ آج مسلمان اس سبق کو بھول گئے، اسی وجہ سے ان کی آپس کی رنجشیں ختم نہیں ہوتیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۳۸

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَوْ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ اِنْ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوهُ عَذِبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةَ فَصَدِّقُوهُ وَمَا اَقْرَأَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَاَقْرَءُوهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

☆ ترجمہ

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کسی کو خلیفہ بنا دیتے فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کر دوں پھر تم

اس کی نافرمانی کرو تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ لیکن جو تم کو حذیفہؓ خبر دیں اس کو سچ مانو اور جو تم کو عبد اللہؓ پڑھائیں تم پڑھو۔
(ترمذی)

☆ تشریح

پہلے تو حضرات صحابہ کرامؓ نے انتظار کیا کہ حضور ﷺ خود ہی کسی کو خلیفہ بنا دیں گے مگر جب حضور ﷺ نے یہ نہ کیا تو خود زبانی عرض کیا کہ حضور ﷺ کسی کو اپنا خلیفہ نامزد فرمائیں۔

فَعَصَيْتُمُوهُ عَذِبْتُمْ (پھر تم نافرمانی کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے) اس ارشادِ عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم میرے نامزد خلیفہ کی میرے بعد نافرمانی کرو تو تم پر دنیا میں عذاب آجائے گا۔ دوسرا یہ کہ تم میرے نامزد کرنے کی مخالفت کرو تو بھی تم پر عذاب آجائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کو حضور اکرم ﷺ نے خلیفہ مقرر نہ کیا۔ ورنہ امیر معاویہ اور ان کے ساتھی یوں ہی حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ان کے ہمراہیوں پر دنیا میں عذاب آجاتا کہ یہ حضرات ان کے مخالف رہے اس سے پُر لطف بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا تعالیٰ کے نامزد کردہ نبی یعنی حضور ﷺ کی مخالفت کی ان پر عذاب نہ آیا لیکن اگر حضور ﷺ کے نامزد کردہ خلیفہ کی مخالفت کرتے تو عذاب آجاتا۔ حضور ﷺ کا انتخاب فرمانا حضور ﷺ کی نامزدگی بہت اہم ہے۔

ادب گاہے است زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ترجمہ = آسمان کے نیچے ایک ایسی ادب گاہ ہے جو عرشِ اعظم سے بھی نازک ہے یہاں توجنید و بایزید جیسے لوگ بھی فنا ہو کر حاضری دیتے ہیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں۔ مصرع باخدا دیوانہ و با مصطفیٰ ہشیار باش

بعض مجذوبوں نے جوش میں آکر انا اللہ تو کہہ دیا مگر انا محمد ﷺ کہنے کی جرأت کسی میں نہ ہوئی۔

سرکار مدنی ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جو بات حضرت حذیفہؓ کہیں اسے سچ ماننا جسے وہ خلیفہ کہیں وہ خلیفہ مرحق ہے۔ اس لئے حضور انور ﷺ نے خلافت کے مطالبہ پر یہ ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے حضرت حذیفہؓ نے جناب صدیق و فاروق کی خلافت کا اقرار کیا۔ لہذا وہ خلیفہ مرحق ہیں۔ حضرت حذیفہؓ حضور انور ﷺ کے صاحبِ راز صحابی ہیں۔ حضور ﷺ کے دل کی باتوں دلی ارادوں پر مطلع ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ارادہ قلبی میں کون کون حضرات کب کب خلیفہ ہونے ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۳۹

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا لِإِيمَانٍ قَالَ إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَ سَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا إِثْمُ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَذَعَهُ

رَوَاهُ أَحْمَدُ

(مشکوٰۃ کتاب الایمان)

☆ ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ فرمایا کہ جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ گناہ کیا ہے؟ فرمایا جو چیز تمہارے دل میں چھبے اسے چھوڑ دو۔ (احمد)

☆ تشریح

اس شخص نے بارگاہ رسالت ﷺ میں سوال کیا کہ مومن ہونے کی پہچان کیا ہے جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب میں مومن ہو گیا ہوں۔ سبحان اللہ کیسی نفیس پہچان ہے لوگ تین قسم کے ہیں۔ غافل، عاقل، کامل۔ غافل وہ جو گناہوں پر خوش اور نیکی پر مغموم ہو جیسے کفار یا بعض فساق، عاقل وہ کہ نیکی کو اچھا اور گناہ کو اپنی عقل سے برا سمجھے مگر عملاً بے پرواہ ہو۔ کامل وہ جس کے دل کا رنگ بدل گیا ہو۔ نیکی پر ایسا خوش ہو جیسے بادشاہت مل گئی ہو۔ گناہ پر ایسا غمگین جیسے سب مال و اولاد تباہ ہو گئے ہوں۔ یہ درجہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین

سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کامل کا دل ہی گناہ و ثواب میں فرق کر لیتا ہے۔ جیسے نفسِ انسانی مکھی ہضم نہیں کرتا تے کر دیتا ہے۔ ایسے ہی نفسِ ایمانی

گناہ برداشت نہیں کرتا۔ یہ حدیث ان لوگوں کے لئے ہے جو ان صحابی جیسے کامل مومن ہوں ہم جیسے گنہگاروں کے لئے نہیں ہم تو بہت دفعہ برائیوں کو نیکیاں سمجھ لیتے ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۴۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ أَوْ قَدْ وَجَدْتُمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
(مشکوٰۃ باب الوسوسة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کیا تم نے یہ بات پائی ہے عرض کیا ہاں، فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے۔
(مسلم)

☆ تشریح

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کمال ایمان کی دلیل ہے کہ
 دوسوہ پر عمل کرنا تو کیا اسے زبان پر لاتے بھی گھبراتے ہیں
 دوسوہ سے آنا کمال ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے۔
 اور شیطان مومن کی فکر میں زیادہ رہتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جو
 نماز دوسوہ سے خالی ہو وہ نماز یہود و نصاریٰ کی ہے۔ (مرقات)
 یاد دوسوہ کو برا سمجھنا عین ایمان ہے۔ کیونکہ کافر تو انہیں اچھا سمجھ کر
 ایمان لے آتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں
 سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا
 کیا حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق
 ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس دوسوہ سے ہٹالے
 (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۴۱

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا يَزَالُ
 النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ

خَلَقَ اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ
 الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ثُمَّ
 لِيَتَّقِلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَ لِيَسْتَعِذُّ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
 الرَّجِيمِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ باب الموسوٰۃ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا
 کہ لوگ پوچھتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس
 نے پیدا کیا۔ جب یہ کہیں تو تم کہہ دینا اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے جنا نہ وہ
 جنا گیا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔ پھر اپنے بائیں طرف تین بار تھکا ر دے اور
 شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگے۔
 (ابوداؤد)

☆ تشریح

یہ دوسرہ ہے کہ ہر موجود کا کوئی موجد چاہئے اور اللہ بھی موجود ہے لہذا
 اس کا موجد بھی ہونا چاہئے یہ ہے شیطانی دوسرہ، شیطان عالموں کے دل میں عالمان
 دوسرے اور صوفیاء کے دل میں عاشقانہ اور عوام کے دل میں عامیانہ دوسرے ڈال
 ہے۔ جیسا شکار و سیا جال، بہت دفعہ انسان گناہ کو عبادت سمجھ لیتا ہے۔

سبحان اللہ کتنے نفیس منطقی دلائل ہیں اولاد کے لئے تین شرطیں ہیں ایک یہ کہ صاحب اولاد میں دوئی ہو سکے کیونکہ اولاد باپ کے ساتھ جیسا ایک اور شخصاً دوسری ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے،، احد،، میں یہی اشارہ ہے۔ دوسرا یہ کہ صاحب اولاد، اولاد کا جہتمند ہوتا ہے اپنی وراثت یا زور بازو کے لئے اولاد چاہتا ہے۔ لیکن پروردگار بے نیاز ہے۔،، صمد،، میں یہی فرمایا گیا ہے۔ تیسرا یہ کہ ہر ممکن موجود مؤجد کا جہتمند ہے۔ پروردگار واجب ہے، نیز بیٹا باپ کی مثل کا ہونا چاہئے، رب کی مثل کوئی نہیں،، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

یہ حکم کہ بائیں طرف تین بار تھوک دو، یہ تھوک شیطان کے منہ پر پڑے گا جس سے وہ ذلیل ہو کر بھاگے گا۔ کیونکہ شیطان اکثر بائیں طرف سے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی تھوک سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ بعض صوفیاء دم کر کے تھکار بھی دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث پاک ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۲

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَهَمُّ فِي صَلَاتِي فَيَكْتُرُ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ إِمُضْ فِي صَلَاتِكَ فَإِنَّهُ لَنْ يَذْهَبَ ذَلِكَ عَنْكَ حَتَّى تَنْصَرِفَ وَأَنْتَ تَقُولُ مَا أَتَمَّتْ صَلَاتِي رَوَاهُ مَالِكٌ

(مشکوٰۃ باب الموسوسہ)

☆ ترجمہ

حضرت قاسم بن محمدؓ سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ میں اپنی نماز میں وہم کرتا ہوں اور یہ واردات مجھ پر اکثر ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا اپنی نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا نہیں۔ یہاں تک کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کرو گے کہ میری نماز مکمل نہ ہوئی۔

(مالک)

☆ تشریح

قاسم بن محمدؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی۔ مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی پھوپھی اور زین العابدین آپ کے خالہ زلو بھائی۔ امام محمد باقر کے آپ خسر، امام جعفر صادق کے آپ نانا ہیں۔ چونکہ آپ یتیم رہ گئے تھے اس لئے عائشہ صدیقہؓ نے آپ کی پرورش کی، آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امیر معاویہ سے روایتیں کیں۔

(اشعور قات)

سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے کہ ان خطرات کی وجہ سے نہ نماز چھوڑو نہ ٹوٹو یہ تو آتے ہی رہیں گے۔ جب نفس شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو۔ مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا۔ تم اللہ کے بندے ہو بول کے بندے نہیں، دل لگے یا نہ لگے نماز پڑھے جاؤ۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نماز مکمل نہ ہونے کا وہم کافی نہیں۔ ان

(مرات)

وہموں کا خیال نہ کرے نماز پڑھے جائے۔

☆ حدیث نمبر ۴۳

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 الْكَبَائِرُ إِلَّا شُرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ
 وَالْيَمِينِ الْغَمُوسِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رَوَايَةِ أَنَسٍ
 وَشَهَادَةُ الذُّورِ بَدَلَ الْيَمِينِ الْغَمُوسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
 (مشکوٰۃ باب الكبائر وعلامات النفاق)

☆ ترجمہ

حضرت عبد اللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ کے ساتھ شرک، ماں باپ کی نافرمانی، جان کا قتل، جھوٹی قسم بڑے گناہ ہیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور حضرت انسؓ کی روایت میں جائے جھوٹی قسم کے جھوٹی گواہی ہے۔
 (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

یعنی والدین کے حقوق ادا نہ کرنا یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا۔ ماں

باپ کے حکم میں واداداری اور نانا نانی بھی ہیں۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ والدین کی نافرمانی بدترین جرم ہے۔ کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کا ذکر فرمایا اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرو) غموس قسم وہ ہے جو دیدہ و دانستہ گذشتہ واقعہ پر جھوٹی قسم کھائی جائے اس میں گناہ ہے، کفارہ نہیں۔ یہ قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے۔ اس لئے اسے غموس کہتے ہیں۔ چونکہ جھوٹ اور جھوٹی قسم ہزار ہا گناہوں کی جڑ ہے اس لئے یہ گناہ کبیرہ ہے خیال رہے حضور ﷺ کے جو بات سائلین کے حالات کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ شرک کی دو اقسام ہیں بِشْرِكٍ فِي الْمَذَاتِ اور شِرْكٍ فِي الصِّفَاتِ - بِشْرِكٍ فِي الْمَذَاتِ سے مراد کسی اور ذات کو معبود حقیقی سمجھنا یعنی اللہ کے علاوہ کسی اور ذات کو اللہ ماننا بِشْرِكٍ فِي الْمَذَاتِ ہے۔ اور شِرْكٍ فِي الصِّفَاتِ سے مراد اللہ کی صفات کسی اور ذات میں ہو بہو ماننا، شرک فی الصفات ہے۔

یساں پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ غیب جاننا، دور نزدیک سے سنا، ہر جگہ موجود ہونا یہ خدا کی صفات ہیں لہذا کسی اور ذات میں ماننے سے شرک ہو جاتا ہے ہرگز ہرگز اس طرح نہیں۔ مذکورہ صفات اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ اللہ کو یہ صفات کسی نے عطا نہیں کیں۔ اور جس وقت ہم یہ صفات حضور اکرم ﷺ کی ذات میں مانتے ہیں تو اس سے مراد اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ صفات (عیب جاننا، دور و نزدیک سے سنا وغیرہ) اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ سو اس طرح شرک کا شائبہ بھی نہیں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ بے شک وہ

(اللہ) سمیع و بصیر ہے یعنی سنے اور دیکھنے والا ہے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا
 وَجَعَلْنَا هُ سَمِيعًا بَصِيرًا اور ہم نے اس (انسان) کو سمیع و بصیر بنایا سو واضح
 ہوا کہ اللہ خود سمیع و بصیر ہے اسی اللہ نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا۔ اللہ کا سمیع و بصیر
 ہونا، یہ صفات اللہ کی ذاتی ہیں اور انسان کا سمیع و بصیر ہونا خدا کی عطائی صفات ہیں۔

☆ حدیث نمبر ۲۲

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 ﷺ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَ
 مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ قَالَ إِعْمَلُوا
 فَكُلُّ مَيْسَرٍ لِمَا خُلِقَ لَهُ أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ
 فَسَيِّسِرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ أَمَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ
 فَسَيِّسِرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَ اتَّقَى وَ
 صَدَّقَ بِالْحُسْنَى الْآيَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

☆ ترجمہ

حضرت علیؑ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہونگے جس کے لئے پیدا ہوا۔ اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی کے اعمال آسان ہونگے اور اگر بد نصیبوں سے ہے تو اسے بد نصیبی کے اعمال میسر ہونگے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہو آیہ

(مسلم و بخاری)

☆ تشریح

حضرت علیؑ کے نام سے کون واقف نہیں علی ابن ابی طالب کنیت ابو الحسن اور ابو تراب لقب حیدر کرار ہے، قرشی ہیں، ہاشمی، مطلبی، اسلام کے چوتھے خلیفہ، بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سوائے غزوہ تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ ہی نسل جناب مصطفیٰؐ کی اصل ہیں، انی الرسول، زوجہ بیول۔ آپ کا ایک ہاتھ چاریار میں دوسرا پنجتن پاک میں۔ شاہ خیر شکن ہیں

شیر شمشیر زن شاہ خیر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

آپؐ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ عین شہادتِ عثمانؓ کے دن خلیفہ ہوئے۔ چار سال نو مینے خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پا کر ۷۱ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ کوفہ کی مسجد میں شہید کئے گئے۔ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے ایک عورت قطام کے عشق میں بتلا ہو کر اسی کے کہنے پر شہید کیا۔ شہادت کے تیسرے دن وفات پائی۔ امام حسنؓ و حسینؓ و عبداللہ ابن جعفرؓ نے آپ کو غسل دیا۔ امام حسنؓ نے نماز پڑھائی۔ کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے قبر انور زیارت گاہِ خلق ہے۔ آپ کی نو بیویاں ہوئیں۔ فاطمہ الزہراء، ام مہین، لیلیٰ بنت مسعود، اسماء بنت عمیس، امامہ بنت ابی العاص، خولہ بنت جعفر، صہبانہ بنت ربیعہ، ام سعید بنت عروہ اور محیاء بنت امر و القیس۔ ان بیویوں سے ۱۲ لڑکے اور نو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ حضرت فاطمہ الزہراءؓ ہیں۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اعمال عموماً انجام کی علامتیں ہیں۔ جنتی کونیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں، دوزخی کو اس کا الٹا۔ مگر یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں۔ کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی۔ لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر و غیرہ کرے گا لہذا جنسی ہوگا۔ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔

حدیث مذکور میں آیت کریمہ اگرچہ ابو بکر صدیقؓ کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی ہے، چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہو سکتی ہے۔ اس حدیث کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ جب انسان کا جنتی یا جنسی ہونا پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو پھر انسان کو افعال کا مکلف کیوں کیا گیا اور سزا یا جزا کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں کہ جو اللہ نے لکھ دیا ہم اس کے تابع اور اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور اس نے اپنے اس علم کو لکھ کر لوح میں محفوظ کر لیا یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

وَكُلَّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزَّبْرِ (اور انہوں نے جو کچھ کام کئے وہ سب کام نوشتوں میں ہیں) یعنی ان کے کئے ہوئے کام لوح میں لکھے ہوئے ہیں یہ نہیں کہ جو کچھ لوح میں لکھا ہوا ہے وہی ان کو کرنا ہے۔

انسان کو جزا و سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے۔ اگر انسان نیکی اختیار کرے تو ربّ بھی نیکی پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی پیدا کی جاتی ہے۔ اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ و اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے۔ نہ ان پر جزاء اور سزا کے

استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام واقعات اچھے برے، مفید اور مضر سب اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے اعمال چھوڑنا ممنوع ہے بلکہ شریعت کے مطابق اعمال کرنا واجب ہے۔ جس شخص کو جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کے لئے نیکی آسان اور بے کاروں کے لئے اعمال بد آسان ہوتے ہیں۔

علامہ سعیدی مزید لکھتے ہیں کہ اہل سنت و الجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ انسانی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ، اور کاسب خود انسان ہے۔ انسان کسب کرتا ہے اور اللہ خلق کرتا ہے، خلق کے معنی ہیں کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ علامہ محبت اللہ

باری نے لکھا ہے کہ کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں۔ اللہ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کرتا ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات میں ذکر ہے کہ اللہ انسان کے افعال کا خالق ہے، اسی لئے سنی کہتے ہیں کہ افعال کا خالق اللہ ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا، جنہوں نے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کی۔ اور اللہ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت و دوزخ کو بنایا، اس لئے ضروری تھا کہ انسان کے لئے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ اگر انسان کو نیکی و بدی اور اچھائی و برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء و سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں۔ (شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۲۵

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ أَتَدْرُونَ مَا هَذَا انِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيَمِينِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ أَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَ قَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمِلَ عَلَيَّ آخِرَهُمْ

فَلَا يَزَادُ فِيهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي
 شِمَالِهِ هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ
 وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا
 يَزَادُ فِيهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ أَبَدًا فَقَالَ أَصْحَابِهِ فَبِمَا
 الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ
 سَدِّدُوا وَقَارِبُوا فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يَخْتَمُّ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ
 الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ أَيْ عَمَلٍ وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يَخْتَمُّ لَهُ
 بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ أَيْ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 ﷺ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَ هُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَعَ رَبِّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ
 فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ تشریف لائے کہ دستِ اقدس میں دو کتابیں تھیں فرمایا کیا جانتے ہو یہ کتابیں کون سی ہیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بتائے بغیر ہم نہیں جانتے۔ تو اپنے ہاتھ کی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب رب العالمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا میزان لگا دیا گیا ہے۔ لہذا ان میں کبھی زیادتی یا کمی نہیں ہو سکتی۔ پھر بائیں

ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب رَبِّ الْعَالَمِينَ کی طرف سے آئی ہے اس میں دوزخیوں، ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے۔ اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا عمل کہاں گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس معاملے سے فراغت ہو چکی، فرمایا سیدھے رہو، قرب الہی حاصل کرو، کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں جھاڑ دیا پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے۔

☆ تشریح

حضور ﷺ کے ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں ہاتھ میں کتاب تھی۔ حق یہی ہے کہ کتابیں جسی تھیں جن کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دیکھ رہے تھے نہ کہ فقط خیالی اور وہی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ (مرقات و اشعۃ)

فرمایا یہ دونوں کتابیں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے؟ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آرہی تھیں ورنہ ہُذَانِ سے اشارہ نہ فرمایا جاتا، نیز پھر صحابہؓ پوچھتے کہ کون سی کتابیں اور وہ کہاں ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر ان کے مضامین سے بے خبر ہیں۔ آپ ﷺ اطلاع بخشیں تو خبردار ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ

کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں، یہی صحابہ کا عقیدہ تھا۔

فرمایا یہ کتاب رَبِّ الْعَالَمِينَ کے پاس سے آئی ہے جس میں رَبِّ کے خصوصی علم کا اظہار ہے۔ فرمایا اس ساری کتاب میں جنتیوں کے نام، پتے، کام تو فرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل ہے کہ کل اتنے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم عطا۔ ان کے باپ دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا۔ یہ حدیث حضور ﷺ کے علم کی تائید و دلیل ہے۔ جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ (مرآت)

سرکار نے فرمایا کہ اس کتاب میں کمی زیادتی نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اس کا علم عطا ہے۔ تقدیر معلق اور مشابہ معلق میں زیادتی کمی ممکن ہے۔ خیال رہے لوح محفوظ میں محو و اثبات کی تحریر بھی ہے۔ اور ام الکتاب میں صرف قضائے مبرم کی، لوح محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر میرے حضور ﷺ کا علم ام الکتاب تک ہے۔ یہاں صحابہ کرام کو اجمالی طور پر بتایا گیا ہے۔ (مرقات)

آقائے دو جہاں ﷺ نے دوسری کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ رب کی طرف سے آئی ہے یعنی بلا واسطہ فرشتہ یا بلا واسطہ فرشتہ ام الکتاب سے نقل ہو کر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضاء مبرم ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء مبرم پر حضور ﷺ کو مطلع فرمایا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ اگر انجام کا دار و مدار اللہ کی تحریر پر ہے، نہ کہ ہمارے اعمال پر، پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی؟ فرمایا نیک اعمال اور صحیح عقائد

اختیار کرو تا کہ ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔

پھر حضور ﷺ نے ہاتھوں کو جھٹکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہو گئیں

یا کتابوں کو عالم غیب کی طرف پھینکا، یہ پھینکنا ان کی اہانت کے لئے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں۔

ایک ٹولہ جنتی اور ایک ٹولہ دوزخی، یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے

اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کے لئے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائے گا۔ یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملے گی۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں ایک روایت ہے کہ صحابی نے عرض کیا کہ جو ہم منتر

کرتے ہیں اور جو دوائیں اور پریزیس ہمارے استعمال میں آتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر کو پلٹ دیتے ہیں۔ فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر سے ہے۔

خیال رہے تعویذ، گنڈے، دم درود، جھاڑ پھونک اگر قرآنی آیات یا حدیث

کی دعاؤں یا بزرگوں کے اعمال سے ہوں تو جائز و نہ ممنوع ہیں۔ سرکار نے فرمایا منتر

، دوا، پریزیس وغیرہ ان کا استعمال جائز ہے اور تقدیر میں یہی لکھا جا چکا ہے۔ کہ فلاں

بیماری، فلاں دوا یا تعویذ سے جائے گی۔ اور فلاں مصیبت اس جھاڑ پھونک یا پریزیس

سے رفع ہوگی۔ یعنی مصیبتوں کا آنا اور تدبیر سے جانا سب مقدر میں شامل ہے۔

تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں۔ معلوم ہو گا گنڈا تعویذ، جھاڑ پھونک مثل دوا کے علاج

ہیں اور جائز ہیں بلکہ سنت صحابہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (مرآت)

اسی لئے اکثر اہل اللہ کا معمول بھی ایسا ہی رہا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۲۶

وَعَنْ أَبِي نَضْرَةَ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ
يَقَالُ لَهُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ وَهُوَ
يَبْكِي فَقَالُوا لَهُ مَا يُبْكِيكَ أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتَّى
تَلْقَانِي قَالَ بَلَى وَلَكِنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ
اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَبَضَ بِيَمِينِهِ قَبْضَةً وَأُخْرَى بِأَيْدِيهِ
لَا أُخْرَى وَقَالَ هَذِهِ لَهْذِهِ وَهَذَا لِهَذِهِ وَلَا أَبَالِي وَلَا أَدْرِي
فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا رَوَاهُ أَحْمَدُ

(مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

☆ ترجمہ

حضرت ابو نضرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ایک
صاحب جنہیں ابو عبد اللہ کہا جاتا تھا، ان کے دوست کی بیمار پرسی کے لئے آئے تو وہ رو
رہے تھے تو یہ حضرات بولے کیوں روتے ہو؟ کیا تم سے حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا
تھا کہ اپنی مونچھیں کٹواؤ پھر اس کے پابند رہو۔ یہاں تک کہ مجھے ملو۔ وہ بولے ہاں،
لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے داہنے ہاتھ میں
ایک مٹھی لی اور دوسری دوسرے ہاتھ میں اور فرمایا یہ اس کے لئے ہے اور یہ اس
کے لئے ہے اور مجھے پرواہ نہیں۔ اور مجھے خبر نہیں کہ میں کونسی مٹھی میں تھا۔ (احمد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی نصرہ ابن منذر مالک عبدی جلیل القدر تابعی ہیں
خواجه حسن بصریؒ سے کچھ پہلے بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰ھ میں وہاں ہی وفات پائی
(مرآت)

صحابی رسول موت کے خوف یا بیماری کی تکلیف سے نہیں رو رہے تھے
بلکہ خوفِ خدا سے رو رہے تھے۔ موت کے وقت یہ حالت اللہ کی خاص رحمت ہے۔
ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ عیادت کرنے والے حضرات صحابہ اور تابعین ہوں
گے۔ ایک صاحب بولے اے صحابی رسول تمہیں آئندہ کیا دکھنا ہے؟ تمہیں تو
حضور ﷺ نے دو خوشخبریاں دے دی ہیں ایک یہ کہ تم جنتی ہو اور دوسری یہ کہ تم
جنت میں حضور ﷺ کے قرب کے مستحق ہو۔

خیال رہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتروانا، اتنا کہ اوپر کے ہونٹ کا
سارہ کنارہ کھل جائے سنتِ مؤکدہ بلکہ واجب ہے۔ اور اس کی پابندی جنتی ہونے اور
حضور ﷺ کے قرب ملنے کا ذریعہ ہے، جیسے ترکِ سنت حضور ﷺ سے دوری کا
سبب ہے۔

دستِ قدرت کی ان مٹھیوں میں انسانوں کی روحمیں تھیں یہ حدیث
مشابہات سے ہے۔ ربِّ کائنات مٹھی کے ظاہری معنی سے پاک ہے۔ داہنی مٹھی
والے جنتی اور بائیں والے دوزخی۔ صحابی نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں داہنی
میں تھا یا بائیں مٹھی میں۔ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے۔ درایت اٹکل
یا قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں حضور ﷺ کی بھارت سے ان کو اپنے جنتی ہونے کا علم

یعنی حاصل ہو چکا تھا۔ آج صدیق و فاروق رضوان اللہ علیہما کے جنتی ہونے پر ہمارا ایمان ہے۔ جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ بے ایمان ہے۔ آپ کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ ان مٹھیوں والی حدیث میرے سامنے ہونے کی وجہ سے میری نظر بشارت پر رہی ہی نہ تھی۔ اس لئے میں رو رہا تھا، خیال رہے ان صحابہ کا یا خود نبی کریم ﷺ کا خوف جلال ہے نہ کہ خوف عذاب۔ انہیں خدا کے وعدوں پر بے اعتباری نہ تھی، جیسے ایک وزیر کو بادشاہ کی ہیبت ہوتی ہے۔ جو خدا کے وعدوں پر اعتماد نہ کرے وہ کافر ہے۔ خوف جلال قوت ایمان کی دلیل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے ایذا کا خوف تھا اگرچہ اللہ نے ان کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا، لہذا اس حدیث سے مسئلہ امکان کذب ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۲۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبِرَ لَمَيِّتٌ آتَاهُ مَلَكَانِ اسْوَدَانِ أَرْزَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَ لِلْآخِرِ النُّكَيْرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ يَفْسُخُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثُمَّ يَنْوِرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ يُتَالُ لَهُ نَمْ فَيَقُولُ أَرْجِعْ إِلَى أَهْلِي فَأَخْبِرْهُمْ فَيَقُولَانِ نَمْ كُنَّا

مَةِ الْعُرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّى
يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجِعِهِ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ مُنَافِقًا قَالَ
سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا أَدْرِي
فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيُقَالُ لِلأَرْضِ
الَّتِي مِثْلِي عَلَيْهِ فَتَلْتَمِ عَلَيْهِ فَتَخْتَلِفُ أَضْلَاعَهُ فَلَا يَزَالُ
فِيهَا مُعَذَّبًا حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجِعِهِ ذَلِكَ

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جب میت دفن کی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ، نیلی آنکھوں والے فرشتے
آتے ہیں۔ ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ تو ان صاحب
کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ تو میت کہتا ہے یہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول
ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد ﷺ اللہ کے
بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ پھر
اس کی قبر میں فراخی دی جاتی ہے۔ ستر گز، ستر گز میں، پھر اس کے لئے وہاں روشنی
کردی جاتی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے سو جا وہ کہتا ہے میں اپنے گھر جاؤں تاکہ ان کو یہ
خبر دوں۔ تو وہ کہتے ہیں دلہن کی طرح سو جا، جسے اس کے پیارے خاوند کے سوا گھر کا
کوئی نہیں جگاتا۔ یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی خواب سے اٹھائے گا۔ اور اگر مردہ

مناق ہو تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کچھ کہتے سنا تھا۔ اس طرح میں بھی کہہ دیتا تھا میں نہیں پہچانتا۔ تب وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جا وہ اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ مردے کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں، پھر وہ عذابِ قبر میں ہی رہتا ہے۔ تا آنکہ اللہ اسے اس ٹھکانے سے اٹھائے۔

(ترمذی)

☆ تشریح

مردے کے دفن کا ذکر اتفاق ہے، چونکہ عرب میں عام طور پر مردے دفن ہی کئے جاتے تھے، ورنہ جو مردہ دفن نہ بھی ہو بلکہ اسے جلا کر خاک کر دیا گیا ہو یا شیر، مچھلیاں کھا گئی ہوں، اس کے اجزائے اصلیہ سے رُوح متعلق کر دی جاتی ہے اور سوال جواب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اجزاء دنیا میں بکھرے ہوں۔ (مرقات و لمعات) منکر و نکیر دونوں وہ فرشتے ہیں جو حسابِ قبر پر مقرر ہیں۔ یہ انسانی شکل میں اس لئے آتے ہیں تاکہ ان کی ہیبت سے کفار تو گھبرا جائیں اور حیرانی سے جواب نہ دے سکیں اور مومن مطمئن رہیں اور باسانی جواب دیں۔ یہ گھبراہٹ و اطمینان کافر و مومن میں فرق کے لئے ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نورانی مخلوق میں بیک وقت ہزار ہا جگہ موجود ہو جانے کی طاقت ہے۔ دو فرشتے ایک آن میں ہزار ہا قبروں میں پہنچ جاتے ہیں لہذا بعض اولیاء کا بیک وقت چند جگہ پایا جانا ممکن ہے۔ دوسرا یہ کہ جب نور شکلِ انسان میں آئے تو جسمِ انسانی کے لوازمات اس میں پائے جائیں گے۔ فرشتے نور ہیں، نور نہ کالا نہ نیلا، مگر جب شکلِ انسانی میں آئے تو ان کے

چہرے کا رنگ کالا اور آنکھیں سیلی بھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاکھی جب سانپ بنتی تو کھاتی پیتی بھی تھی۔ ہاروت ماروت فرشتے جب شکل انسانی میں آتے تو کھاتے پیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کھاتے پیتے تھے لیکن تھے نور۔

منکر و نکیر کے معنی ہیں اجنبی جس کو دیکھ کر گھبراہٹ ہو چونکہ میت نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہوتا ان کی شکل ہیبت ناک ہوتی ہے، اس لئے ان کا یہ نام ہے۔ صاحبِ اشعۃ فرماتے ہیں کہ کافروں سے سوالات پوچھنے والے فرشتوں کے یہ نام ہیں اور مومنوں کے ممتحنوں کے نام مبشر اور بشیر ہیں، ناموں کا فرق ہے مگر ذات ایک ہی ہے۔ (اشعۃ)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ شکل پاک مصطفیٰ ﷺ ہر قبر میں جلوہ گر ہوتی ہے جیسے ہر آئینہ میں سورج۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبر سے روضہ اطہر تک کے جنابات اٹھائے جاتے ہیں، جس سے میت بے تکلف جمالِ جہاں آرا کا نظارہ کرتا ہے، بعض نے فرمایا کہ مومن سے پھر یہ جمال قیامت تک غائب نہیں ہوتا، اسی لئے بعض عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے فرمایا کہ اہل بیت میں تم مجھے سب سے پہلے ملو گی۔ یا ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ تم میں سے جو زیادہ سخی ہو گی وہ مجھ سے پہلے ملے گی۔ اس کا یہی مطلب ہے۔ فرشتوں کا حضور ﷺ کو ر جل کہنا توہین کے لئے نہیں کہ یہ کفر ہے۔ بلکہ امتحان کی تکمیل کے لئے ہے۔ اگر وہ نبی یا رسول کہہ دیتے تو امتحان کیسا؟

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حسابِ قبر حضور ﷺ سے نہیں لیا گیا کیونکہ حضور ﷺ ہی کی پہچان کا تو حساب ہے، پھر آپ سے کیسے ہوتا۔ دوسرا یہ کہ قبر میں ہر مردے کو قریب سے حضور ﷺ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ جیسا

کہ ہذا سے معلوم ہوا ہذا وہاں بولتے ہیں جہاں چیز نظر بھی آرہی ہو اور قریب بھی ہو۔ تیسرا یہ کہ حضور ﷺ بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں یا سب کو بیک وقت نظر آسکتے ہیں۔ جیسے سورج کی شعائیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے اس سے حاضر ناظر کا مسئلہ حل ہوا۔ چوتھا یہ کہ فرشتے خود حضور ﷺ کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کے فوٹو کی، کیونکہ فوٹو نہ ر جل ہے نہ اس فوٹو کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، نہ وہ فوٹو نبی ہے، جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی بتانا بھی کفر ہے۔ عشاق اس دیدار قبر کی بناء پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی برات کا دن یا دولہا کی دید کی عید کا دن۔

قبر میں سوالات و جوابات تین ہوتے ہیں مگر اس حدیث میں ایک سوال فرمایا گیا ہے جو سب کو جامع تھا اور جو اب عینوں کا توحید، دین اور رسالت۔ منکر نکیر کا یہ سوال و جواب قانونی طور پر ہوتا ہے۔ ہم تیرے ایمان سے بے خبر نہ تھے معلوم ہوا کہ فرشتے ہر شخص کی سعادت اور شقاوت، کفر و ایمان سے خبردار ہیں۔ ہمارے حضور ﷺ جو علم الخلق ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ فرشتے مومن میت کی پیشانی میں نورِ ایمان کی شعاع عبادت کا اثر اور سعادت کی علامتیں دیکھتے ہیں۔ جیسے قیامت میں ہر شخص مومن و کافر کو پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ** یعنی اس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے۔

ستر گز ستر گز میں کا مطلب ہے (70 x 70) ستر ضرب ستر یعنی چار ہزار نو سو مربع گز، ستر گز لمبی اور ستر گز چوڑی (کل رقبہ چار ہزار نو سو مربع گز)۔

یہ بیان وسعت کے لئے ہے نہ کہ حصر کے لئے۔ بعض روایتوں میں تاحدِ نَکَاحِ آتا ہے۔
 قبر میں روشنی چاند سورج وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ نورِ الہی یا نورِ مصطفویٰ کی
 جگمگاہٹ ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایمان قلبی کا نور ہو۔

میت چاہتا ہے کہ میں گھر والوں کو بتاؤں کہ میں کامیاب ہو گیا اور نہایت
 آرام سے ہوں۔ معلوم ہوا میت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور وہاں پہنچنے کی بھی
 طاقت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے لے چلو، یا سواری لاؤ بلکہ کہتا ہے میں
 جاتا ہوں، اگرچہ اس کے گھر والے صد ہا کوس دور ہوں۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ قبر میں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ
 برزخی زندگی۔ آرام سے گزار لے کہ تجھ تک سوائے خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا
 نہیں پہنچ سکے گی۔ جیسے کہ نو عروس دلہن کے پاس دولہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا۔ یہ
 نیند غفلت والی مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مِيرَزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ
 اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ**۔

ترجمہ۔ جو روزی پاتے ہیں اس پر خوش ہیں، جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو
 دی اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی، جو ابھی ان سے نہ ملے۔

معلوم ہوا اللہ کے مقبولِ رقبہ میں جنتی روزی کھاتے ہیں خوش و خرم
 رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے۔
 یہاں کی خبر کیسے رکھتے۔ نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا، کیونکہ
 سوئے ہوئے لوگوں کو سلام کرنا منع ہے۔ یہ حدیثِ پاک بزرگوں کے عرس کا ماخذ
 ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہا ہے لہذا اس دن کا نام روزی
 عرس ہے۔ موت مومن کی شادی اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے۔ معلوم ہوا کہ دلی

ایمان قبر میں ساتھ جائے گا نہ کہ زبانی اسلام۔

فرشتوں کا منافق کو یہ کہنا کہ تیرا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ ہمارے سامنے ہے۔ تیری پیشانی میں کفر کی تاریکی دیکھ رہے ہیں یہ سوال جواب محض قانون کے لئے ہے۔

منافق پر قبر اس طرح تنگ ہو جاتی ہے کہ دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف، لیکن یہ حالت ہماری حس سے بالا ہے۔ اگر ہم کافر کی لاش دیکھیں تو دیکھی ہی معلوم ہوگی۔ اگر ایک ہی قبر میں کافر و مومن دفن ہو گئے تو وہی قبر مومن کے لئے فراخ ہوگی اور کافر کے لئے تنگ۔ مومن کے لئے روشن اور کافر کے لئے اندھیری۔ مومن کے لئے ٹھنڈی اور کافر کے لئے گرم۔ مومن کے لئے مسکی ہوئی اور کافر کے لئے بدبودار، جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور خوش کن خواب دیکھے دوسرا پریشان کن اور بیتناک خواب دیکھے۔ بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف، خواب بمرزخ کی ایک تمثیل ہے۔ خواب اکثر خیال ہوتی ہے مگر بمرزخ میں حقیقت ہوگی۔ پسلیاں فرمانا سمجھانے کے لئے ورنہ جن کفار کی پسلیاں راکھ بنا دی گئیں یا جانوروں نے ہضم کر لیں ان کی روح پر بھی تنگی ایسی ہی ہوگی، اس لئے قبر ایک شکنجہ ہے۔

حاری شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مدے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ لوٹتے ہیں۔
 أَنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ (تو وہ ان کے جو تلوں کی آہٹ سنتا ہے)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردے سنتے ہیں۔ مردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا

گیا تَمَّ اَدْعُهُنَّ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ سَعِيًّا (ذبح کئے ہوئے جانوروں کو پکار دوڑتے ہوئے آجائیں گے) یہ حدیث سماع موتی کے لئے نص صریح ہے۔ ہمارے حضور ﷺ نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا، خیال رہے مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے اس لئے حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرو، حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا؟ جن آیات میں سماع موتی کی نفی ہے وہاں مردوں سے مراد اول کے مردے یعنی کافر ہیں اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے۔ اسی لئے جہاں قرآن نے یہ فرمایا اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰى (تم مردوں کو نہیں سنا سکتے) وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمادیا اِنَّ تَسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا یعنی تم صرف مومنوں کو ہی سنا سکتے ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مردوں سے مراد کافر تھے۔

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی یہاں فرماتے ہیں کہ میت اپنے کفن دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ گنبد خضریٰ میں حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں عمرؓ سے حیا کرتی ہوں۔ معلوم ہوا میت دیکھتی بھی ہے۔ امام صاحبؒ نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا بلکہ سننے کی نوعیت میں توقف کیا، جیسا کہ اس جگہ مرقات میں ہے۔

دوسرا یہ کہ بعد موت قومیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزار ہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے۔ توجوا نبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی رُوح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتی ہے۔ (اشعۃ باب زیارۃ قبور)

معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں اور پھر آنا فانا آسمانوں پر موجود تھے، یہ ہے رُوحِ میت کی رفتار۔ واللہ اعلم (مرآت)

☆☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۲۸

وَعَنْ عُمَانَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُّوا لَهُ بِأَلْتَثِبِتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

☆ ترجمہ

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ پھر اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس سے سوالات ہو رہے ہیں۔ (ابوداؤد)

☆ تشریح

ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعد دفن فوراً واپس نہیں جاتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر سنتے ہیں اور میت کے لئے دعا کرتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے۔ یہ تمام فعل سنت ہیں بعض جگہ بعد دفن قبر پر اذان بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی اسی حدیث سے نکل سکتا ہے کہ مرد کو تلقین ہے اور اس کے اثبات قدمی کی کوشش ہے۔ حدیث شریف میں ہے لَقِنُوا مَوْتَاكُمْ بِاللَّهِ الْإِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اِپنے مرنے والوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کرو۔

فرمایا میت سے سوال ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حسابِ قبر لوگوں کے لوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان کے صدقات و خیرات میت کو مفید ہیں۔ ابو امامہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہو کہ اے فلاں ابن فلاں اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا۔ تیرا رب اللہ ہے، تیرا دین اسلام ہے، تیرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ (اشعۃ)

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ قبر پر ختم قرآن کرنا مستحب ہے۔

(مرقات)

مہتمی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ دفن کے بعد سرہانہ مقبر پر سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع اور پانچویں پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے۔ شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا بہت اعلیٰ ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اگر اس وقت دو چار فقہی

مسائل بیان کر کے ثواب میت کو پہنچائے تو اچھا ہے۔

(اشعۃ)

☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۲۹

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرُخِصَ فِيهِ فَتَنَزَّرَهُ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ تَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُهُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہو گئی۔ مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا، یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان چیزوں سے چتے ہیں جو میں کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں ان سب سے

اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف والا ہوں۔ (مسلم و بخاری)

☆ تشریح

حضور ﷺ نے کوئی مباح دینی کام کیا جس کی وجہ سے لوگوں کے لئے مباح ہی نہیں بلکہ سنت بن گیا، حدیث پاک میں ذکر نہ ہوا کہ وہ کونسا کام تھا شاید روزے دار کے لئے بیوی کو بوسہ تھا یا سفر میں رمضان کا روزہ چھوڑنا۔ (مرآت) ایک گروہ نے یہ سمجھ کر پرہیز کیا کہ اگرچہ جائز بھی ہے مگر اس کا نہ کرنا تقویٰ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا یہ فعل بیانِ جواز کے لئے ہے۔ (مرآت)

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری میری اطاعت میں ملے گی۔ جیسے رات کو خوفِ خدا میں رونا سنت اور عبادت ہے، ایسے ہی آرام سے سونا بھی سنت اور عبادت ہے۔ کیونکہ دونوں میرے طریقے ہیں۔ (مرآت) شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

خلافِ پیغمبر کے راہ گزید کہ ہر گز بمنزل نہ خواہد رسید
ترجمہ = جو پیغمبر کی سنت کے خلاف چلتا ہے وہ کبھی بھی منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا۔

☆☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۵۰

وَعَنْ زَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ
الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَا بَرُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا

كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْلَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فترَكُوهُ
فَنَقَصْتُ قَالَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا
أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ
بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

☆ ترجمہ

حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کھجوروں کی شادی کیا کرتے تھے، فرمایا تم یہ
کیا کرتے ہو؟ وہ بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ فرمایا ممکن ہے کہ تم یہ نہ کرو
تو اچھا ہو۔ لوگوں نے یہ شادی پھوڑدی تو پھل کم ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ انہوں
نے یہ واقعہ آپ ﷺ سے عرض کیا۔ تو فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی
دینی کام کا حکم دوں تو اسے لے لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں
(مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی رافع بن خدیجؓ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ حارثی،
انصاری ہیں غزوہ احد میں آپ کو تیرا لگا تھا۔ زخم مسلک نہ ہوا بلکہ بھر گیا۔ عبد المالک
بن مروان کے زمانہ میں وہ زخم پھر بہا اور اسی سے آپ کی وفات ہوئی۔ غزوہ بدر کے
بعد (چونکہ آپ ﷺ تھے) آپ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔

چھبیس سال کی عمر پا کر ۳۷ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

اہل مدینہ زکھجور کی شاخ مادہ کھجور میں پیوند کر دیتے تھے۔ جس سے پھل

زیادہ اور اچھے ہوتے تھے۔ ہمارے ہاں اسے درخت یاباغ کی شادی کہا جاتا ہے۔ اس

موقعہ پر باغ والے بڑی خوشی مناتے ہیں۔

درختوں میں بھی نر اور مادہ ہیں بعض لوگ جانتے ہیں بعض کو معلوم نہیں ہے

نر درخت سے جب ہوا مس ہو کر مادہ سے لگتی ہے تو اس سے پھل آتے ہیں

(مرآت)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی بیٹی ہوئی مٹی سے کھجور کا

درخت پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں نر مادہ کا اجتماع ضروری ہے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شادی سے اس لئے منع فرمایا کہ تم اس

مشقت سے بچ جاؤ اور پھل بھی جو مقدر میں ہیں ملیں اور تمہیں توکل کا درجہ نصیب

ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ان حضرات نے صبر سے کام نہ لیا بلکہ جلد ہی شکایت کر دی

اگر توکل کر کے کچھ روز نقصان برداشت کرتے تو بڑی برکت دیکھتے۔ حضور ﷺ کی

رائے بھی بڑی مبارک ہے۔ خیال رہے کہ حضور باغ کے اس رمز سے بے خبر نہ تھے

بلکہ انہیں توکل کا سبق دیا تھا۔ بے خبری کیسے ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

أَعْلَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باغ والے تو اس چیز کو

جانیں اور حضور ﷺ اس بات کو نہ جانیں۔ یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی

، مگر بادشاہ مصر سے فرمایا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ گندم بھوسہ سے

لگ نہ کرو تاکہ خراب نہ ہو اور قحط میں کام آئے نیز آپ نے کبھی بادشاہی نہ کی تھی

گاہ بادشاہ مصر سے فرمایا کہ مجھے خزانوں کا حاکم بنا دے۔ رَأَيْتِ حَفِیْظُ عَلَیْمٍ مِّنْ

سب کچھ جانتا ہوں سب قحط والوں کو سنبھال لوں گا۔ جب یوسف علیہ السلام کے علم کا یہ عالم ہے تو ہمارے حضور ﷺ اس معمولی بات سے کیسے بے خبر ہو سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کے فرمان دو قسم کے ہیں شرعی احکام اور دینیو رائے شریف ، شرعی احکام لازم العمل ہیں کیونکہ وہاں نبوت اور نورانیت کا لحاظ ہے مگر رائے مبارک کا قبول کرنا مستحب ہے، نہ ماننے کا بھی اختیار ہے۔ لیکن بُرا یا حقیر جاننا کفر ہوگا یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے، کہ میرا کلام قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتا یعنی رائے اور مشورے کیونکہ رائے میں حضور ﷺ کی بشریت کی جلوہ گری ہے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کا اپنے آپ کو بشر فرمانا آپ کا کمال ہے۔ اگر ہم یہ لفظ اہانت یا برابری کے دعویٰ سے کہیں تو کافر ہو جائیں گے شیطان نبی کی حقارت کر کے اور انہیں بے حر کہہ کر ہی تو کافر ہوا اور کہا۔

مَا كُنْتُ لَّا سَجْدًا لِّبَشَرٍ - (ترجمہ - میں ایسا نہیں ہوں کہ کسی بشر کو سجدہ کروں۔)

یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظالم کہا انہی كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ کوئی اور شخص نبی کو ظالم کہے تو خود ظالم ہو جائے۔ بادشاہ اگر کہے میں آپ کا خادم ہوں تو یہ اس کا کمال ہے۔ لیکن کوئی اور کہے تو سزا پائے۔

خیال رہے کہ حکم اور مشورے کا فرق قرآن کریم میں موجود ہے ، اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) یہ وہ حکم ہے جس کا تارک گنہگار ہے۔ اور فرماتا ہے -

اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِيْنٍ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (جب کسی کو وقت مقرر تک قرض دو تو لکھ لو) یہ قرآن کا مشورہ ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ نہیں۔ دنیاوی

سلاطین بھی اپنی رعایا کو کبھی حکم دیتے ہیں اور کبھی مشورہ۔ ادا قرآنِ نبویؐ میں اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور قدرت کا ظہور ہے اور اس کے مشوروں میں رب کی رحمانیت کی جلوہ گری ہے۔

واللہ اعلم

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۵

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَآمَنَ النَّاسُ بِوَأَيْتَةٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ ﷺ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لَكَثِيرٌ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو پاک و حلال کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے

محفوظ رہیں وہ جنت میں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ فرمایا میرے بعد والے زمانوں میں بھی ہوں گے۔
(ترمذی)

☆ تشریح

یہ حدیث درستی عبادات اور معاملات کی جامع ہے دو لفظوں میں دونوں جہاں سنبھال دئے گئے۔ **فِي سُنَّةٍ** میں اشارتا بتایا گیا کہ کسی بھی سنت کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ حتیٰ کہ بیٹھ کر پانی پینا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا۔ کبھی ایک گھونٹ پانی جان چھالیتا ہے۔ **أَمِنَ** فرما کر بتایا کہ مسلمان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوں کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے امن ہو، کہ یہ تکلیف نہیں پہنچاتا یعنی اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔

فرمانِ رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ میرے فیضان صرف اس زمانہ سے ہی خاص نہیں بلکہ تا قیامت میری امت میں ایسے پرہیزگار ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ یہ امت نیکیوں سے خالی نہیں ہوگی۔ ہاں جس قدر زمانہ دور ہوگا ایسے لوگ کم ہونگے الحمد للہ حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی بالکل درست ہوئی۔ اب بھی ان اوصاف سے بھرے ہوئے مخلص لوگ موجود ہیں اور رہیں گے۔

☆ حدیث نمبر ۵۲

وَعَنْ أَبِي حُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مِّنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عَشْرًا مَّا أَمَرَ

بِهِ هَلَكَةٌ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مِّنْ عَمَلٍ مِنْهُمْ بَعْشَرٌ مَّا أَمَرَ بِهِ
نَجَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ جو احکامِ شرعیہ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو
جائے، پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کر کے نجات پائے گا۔
(ترمذی)

☆ تشریح

یہاں احکام سے مراد تبلیغ اور سننِ نوافل وغیرہ ہیں نہ کہ فرائض و واجبات
یعنی آج چونکہ تبلیغ اور ساری نیکیوں کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں اب کچھ بھی
چھوڑنا اپنا قصور ہے۔ آخر زمانہ میں رکاوٹیں بہت ہوں گی اس وقت آج کے لحاظ سے
دسویں حصہ پر عمل کرنا بھی بہت بڑی بہادری اور اجر و ثواب ہوگا۔

لہذا حدیثِ پاک پر یہ اعتراض نہیں کہ اب ایک ہی نماز اور ہزارواں حصہ
زکوٰۃ اور رمضان کے تین روزے کافی ہیں۔ یا یہ مناسبتِ مجموعی احکام کے لحاظ سے
ہے چنانچہ آج اسلامی جماد، قضاء کے احکام پر پورا عمل ناممکن ہے۔ ہم چور کے ہاتھ
نہیں کاٹ سکتے، زانی کو سنگسار نہیں کر سکتے وغیرہ۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۳

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ دَعَا
إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا
يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ
كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ إِثْمِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ
مِنْ إِثْمِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عالمین کی طرح ثواب ملے گا اور اس سے ان کے
اپنے ثوابوں میں کمی نہ ہوگی اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے
والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔

(مسلم)

☆ تشریح

یہ حکم نبی کریم ﷺ اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہ، ائمہ، مجتہدین
علماء متقدمین و آخرین سب کو شامل ہے۔ مثلاً اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی
نہیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملے گا اور اجر، قیامت کے دن

ملے گا اور ان نمازیوں کو بھی اپنی اپنی نمازوں کا ثواب ملے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ثواب مخلوق کے اندازے سے ورا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وَ اِنَّ لَكَ لَآ جِرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ (اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے) اسی طرح وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پا رہے ہیں قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔

یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعَى (انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرے) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عملِ تبلیغ کا نتیجہ ہے۔

حدیث پاک کا دوسرا حصہ جس میں گمراہیوں کے موجدین، مبلغین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو لاکھوں گناہ ہر وقت پہنچتے رہیں گے۔ یہ حدیث مبارک اس آیت کے خلاف نہیں وَعَلَيْهَا مَا اَكْتَسَبَتْ (اور اس پر وہی (نقصان) ہے جو اس نے (برائی) کمائی) کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغِ شرکی سزا ہے کہ مسلمانوں کو نیکی سے دور رکھنے کا سبب بنا۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۲

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ اَتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَسْلَطَهُ عَلَيْهِ هُلْكِيهِ فِي الْحَقِّ وَ رَجُلٌ اَتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيَعْلَمُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں ایک وہ شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگا دے دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ علم دے اور دوسرے سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے۔
(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

کسی نعمت والے پر جلنا، اس کی نعمتوں کا زوال اور اپنے لئے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے، جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے۔ حسد مطلقاً حرام ہے، غبطہ (رشک) دو جگہ جائز ہے۔ یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۔ ایسا مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے، ایسا ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے۔ سبحان اللہ بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تاقیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ آمین

انشاء اللہ نیکی کی تمنا کرنے والا قیامت میں نیکیوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

(مرآت)

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ رشک اگر نیک باتوں پر کیا

جائے تو یہ محمود ہے اور اگر رشک معصیت اور برائیوں پر کیا جائے تو یہ مذموم ہے اور امرِ مباح میں رشک کرنا مباح جبکہ حسد حرام ہے۔ حسد کے معنی یہ ہیں کہ کسی میں کوئی خوبی دیکھی اچھی لگی تو اب دل میں یہ تمنا ہو کہ یہ نعمت اس کے پاس نہ رہے بلکہ مجھے مل جائے۔
(فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۵۵

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا مَاتَ
إِلَّا نَسَانٌ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ
أَوْ عِلْمٍ يَنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو آلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے۔ ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا ہے یا وہ نیک چہ جو اس کے لئے دعائے خیر کرتا ہے۔
(مسلم)

☆ تشریح

انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب ہے، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول افراد قبر میں نماز و قرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اسی واسطے مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے، کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۔ مرنے کے بعد نہیں۔

صدقہ جاریہ، نافع علم اور نیک چہ جو والدین کے لئے دعا کرتا رہے یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے۔ کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے۔ صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں۔ جیسے مسجدیں مدرسے وقف کئے ہوئے یا باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں نیک اولاد سے مراد عالم و عامل بیٹا ہے۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ **يَدْعُوْا** کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے، سلام بعد میں پھیرے، ورنہ اگر نیک بیٹا دعائے بھی کرے والدین کو ثواب ملتا رہے گا۔

(مرقات)

خیال رہے یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا رہے گا یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نافع علم میں داخل

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۶

وَسَنَّ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ نَسَسَ
 عَنْ مَنٍّ مِنْ كُرْبَةٍ مِنْ كُرْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ
 كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مَعْسِدٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ
 فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي
 عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ
 اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ
 مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَ بَيْنَهُمْ
 إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ
 حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي مَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَأَ
 بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روزِ قیامت کی مصیبت دور کر دے گا۔ اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے۔ اور جو کوئی تلاشِ علم میں راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کے لئے نہیں جمع ہوتی مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ اور فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے۔ جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۔

(مسلم)

☆ تشریح

تم کسی کی فانی مصیبت دور کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دور فرمائے گا۔ تم مومن کو فانی آرام پہنچو، اللہ تمہیں آخری آرام دے گا۔ کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا، حدیث پاک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا۔ بلکہ قیامت میں تو بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔

جو مقروض کو معافی یا مہلت دے غریب کی غرمت دور کرے تو انشاء اللہ

دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ اس حکم میں مومن کافر سب شامل ہیں۔ کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر اس کی جان بچائی تو اللہ نے اسے بھی بخش دیا۔ یہ فیض عام سب کو حاصل ہے۔ (مرقات)

پردہ پوشی یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چہرے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو، ورنہ ضرور ظاہر کر دے کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے، خفیہ سازشیں کرنے والوں کے راز طشت ازبام کرے، ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے۔ اخلاق اور ہیں معاملات اور سیاسیات کچھ اور ہیں۔

اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک وہ بھائی کی مدد میں رہے۔ یہ الفاظ بہت جامع ہیں جن میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں، امداد بدن سے ہو یا علم و مال سے ہو۔

جو شخص علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کے لئے عالم کے گھر سفر کر کے جائے یا چند قدم چلے، تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا۔ مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا۔ قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کے لئے سفر کرنا ثواب کا کام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کر کے گئے۔ (مرآت)

حضرت جلد ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر طے کر کے عبد اللہ بن قیس کے پاس پہنچے۔
(مرقات)

اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں، دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کے لئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلا ضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن پاک کی تلاوت، تجویذ کے احکام سیکھنا ہیں۔ لہذا اس میں صرف و نحو، فقہ و حدیث، تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں۔ اسی لئے تلاوت کے بعد درس کا الگ ذکر فرمایا۔

سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔ کبھی بر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے۔ اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے۔ رحمت سے خاص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر و ذکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے اور فرشتوں سے سیاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع میں ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل کر ذکر کرنا افضل ہے۔ جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول تو سب کی قبول

ایک حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو اللہ کو اکیلے یاد کرے تو رب بھی ایسے ہی یاد کرتا ہے۔ جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے **فَاذْكُرُوا إِنِّي أَذْكُرُكُمْ** (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے۔ بزرگوں

کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم دھام اسی یاد کا نتیجہ ہے۔
نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔

عبدو عشق شدی ترکِ نسب کن جاہی
کہ دریں راہ فلاں لن فلاں چیزے نیست

ترجمہ = جاہی جب تم عشق کے بندے ہو گئے تو نسب ختم ہو گیا کیونکہ اس راہ فلاں
ان فلاں کی کوئی حقیقت نہیں۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے، بلیوں کی جگہ تو تھی
مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کے لئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال
سے لاپرواہ نہ ہو جائیں، یہ منشاء نہیں کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہی نہیں۔ مومن کو
نسب الرسول ﷺ ضرور فائدہ دے گا۔ تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ الزہرا
کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں۔ رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔

إِنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (بے شک میں نے اس زمانہ کے
سب لوگوں پر تمہیں فضیلت دی) بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے
کی یہی وجہ تھی کہ وہ لولاد انبیاء ہیں۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۵۷

عَنْ كَثِيرِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي
لَدَرْدَاءٍ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا

لَذَرَدَاۤءِ اِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَّغْنِيْ اَنْكَ تَحَدِيْثُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
 مَا جِئْتُ لِعَاجِزَةٍ قَالَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ
 مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ
 طَرِيْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ
 اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ
 مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانِ فِي
 جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ
 لِقَمْرِ لَيْلَةٍ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ
 الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرَثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا
 وَرَثُوْا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهُ اَخَذَ بِحِطِّ وَاْفْرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ
 وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَسَمَاءُ
 لِتِرْمِذِي قَيْسَ بَنِ كَثِيْرٍ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ

کثیر ابن قیس سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو دواءؓ کے
 ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے
 ابو دواء میں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کے

لئے آیا ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ حضور ﷺ سے وہ روایت فرماتے ہیں، میں اس کے سوالور کسی کام کے لئے نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو تلاشِ علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اسے بہشت کے راہوں میں سے کسی ایک راہ پر چلائے گا۔ اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کے لئے پر بھاتے ہیں، یقیناً عالم کے لئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں، اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں رات میں چاند کی فضیلت، سارے تاروں پر اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ پیغمبروں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا۔ انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۔

(احمد، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی، ترمذی نے ان کا نام قیس بن کثیر بتایا)

☆ تشریح

دمشق شام کا دار الخلافہ ہے کثیر بن قیس تابعی ہیں اور حضرت ابو درداءؓ کے

صحابت یافتہ ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ اس طالب علم نے متن حدیث سن لیا تھا، اس شوق میں یہاں آئے کہ صحابی کے منہ سے سنوں تاکہ برکت اور زیادتی یقین حاصل ہو۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے متن حدیث نہیں سنا تھا۔ اجمالاً پتہ لگا تھا کہ حضرت ابو درداءؓ فلاں بارے میں حدیث بیان فرماتے ہیں، چونکہ مدینہ کے معنی مطلقاً شہر کے ہیں اس لئے مدینۃ الرسول فرمایا یعنی میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں، اس سے دو مسئلے

معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلب علم کے لئے سفر بزرگوں کی بلکہ نبیوں کی سنت ہے۔
 موسیٰ علیہ السلام طلب علم کے لئے بہت دور دور از سفر کر کے خضر علیہ السلام کے پاس
 تشریف لے گئے، دوسرا یہ کہ نبی ﷺ کو فقط الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ علامت سے
 معلوم ہوا کہ یہاں حضور ﷺ مراد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے -

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ (اے رسول ﷺ) اور فرماتا ہے وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ
 اور جس نے رسول کی اطاعت کی) اسے ناجائز کہنا بے دلیل ہے۔

اس آدمی نے کہا کہ میں نے سوائے حدیث سننے کے اور کسی دینی دنیاوی
 غرض کے لئے سفر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات، زیارت قبور
 کے لئے سفر جائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کے سننے کے لئے وہ صاحب حاضر
 ہوئے تھے بلکہ ان کی ہمت افزائی اور ان کے سفر کی قبولیت کی بشارت کے لئے یہ حدیث
 سنائی۔ مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے، علم پڑھنے، یا حدیث سننے وغیرہ کے لئے سفر
 کر کے یا بغیر سفر تھوڑا راستہ طے کر کے جائے تو اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی
 جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گذر آسان ہوگی اور جنت میں آرام
 سے پہنچے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ علم دین کی طلب نقلی نماز سے افضل ہے کہ یہ
 فرض ہے اور وہ نفل۔ (مرقات)

جب طالب علم، علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کے لئے ملائکہ نیچے
 اتر آتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں۔ جیسے تلاوت قرآن کے موقع پر یا قیامت میں طالب
 علم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بٹھائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے
 لئے فرشتے نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں۔

علمائے دین کے لئے چاند سورج تارے آسمانی فرشتے، زمین کے ذرے، سبزیوں کے پتے اور بعض جن وانس اور تمام دریائی جانور مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقا سے عالم قائم ہے، علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے

بِهِمْ يُمَطَّرُونَ وَ بِهِمْ يُرْزَقُونَ (ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے) علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، علماء، دین کا تعویذ ہیں۔

(مرقات و اشعۃ)

علماء میں علمائے شریعت اور علمائے طریقت بھی داخل ہیں۔ سبکھ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا فرمان باری ہے - اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ (بے شک علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں حدیث پاک میں عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے۔ عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گزارے۔ بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہیں۔ خیال رہے کہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے۔ ایسے ہی عالم نبی اکرم ﷺ سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں تارے خود نور ہیں مگر چاند نور مٹھنے والا، عابد اپنے لئے اور علماء عالم کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ عابد اپنی کمپلی چاتا ہے عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل۔

سبحان اللہ جب انبیاء مورث اتنے اعلیٰ ہوں تو وارث کیسے شاندار ہونگے۔

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور

علمائے خیر مجتہدین نبیوں کے - لفظ علماء و انبیاء ان دونوں کو شامل ہے - علمائے اسلام حضور ﷺ کے وارث ہیں اور چونکہ حضور ﷺ تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہیں -
(مرقات)

بعض انبیاء تارک الدنیات تھے، جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا، جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور بعض نے بہت مال رکھا - جیسے حضرت سلیمان و حضرت داؤد علیہم السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بٹی - ان کا چھوڑا ہوا مال دین کے لئے وقف ہوتا ہے اور تا قیامت علماء ان کے وارث - اسی لئے علماء کو دار میں انبیاء کہا جاتا ہے -
(مرآت)

شارح مسلم اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ علماء کو ہی وارث کتاب بنایا گیا اور انہی کو جنت کی عظیم بھارت دی گئی ہے - اور یہ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ کی عظیم اصل اور علماء کی بہت بڑی فضیلت ہے - نیز حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ رات کی ایک گھڑی میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے -
ابو جعفرؑ نے کہا کہ شیطان کے نزدیک ایک عالم کی موت ستر (۷۰) عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے - حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کے معلم کے لئے ہر چیز استغفار کرتی ہے - حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی -

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۵۸

وَعَنْ سَخْبَرَةَ الْأَزْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ
ضَعِيفٌ الْأَسْنَادِ وَأَبُو دَاوُدَ الرَّائِي يُضَعِّفُ
(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت سخرہ ازدیؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جس نے تلاش علم کی تو یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگی۔
(ترمذی، ابو داؤد اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے، راوی ابو داؤد کو
ضعیف کہا گیا)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی سخرہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے از دین غوث کی اولاد سے
ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں اور آپ سے صرف یہی ایک حدیث منقول ہے
(مرآت)
طالب علم کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسے وضو نماز وغیرہ، عبادات
سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ طالب علم جو چاہے گناہ کرے
یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیت خیر سے علم طلب کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے اور
گزشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۵۹

وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى
يَكُونَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا مومن خیر کی سننے سے کبھی سیر نہ ہوگا، یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت ہو جائے۔

(ترمذی)

☆ تشریح

علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے، جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ۔
بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں
أَطْلِبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمُهْدِ إِلَى الْمَهْدِ یعنی گہوارے سے قبر تک علم سیکھو۔
اس حدیث پاک میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے۔ انشاء اللہ علم
دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوائے

عالم دین کے کہ ان کے لئے حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔
(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ
إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ
مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے میری دانست میں وہ رسول اللہ ﷺ سے
راوی ہیں، فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا،
جو ان کا دین تازہ کرے گا۔
(ابوداؤد)

☆ تشریح

فِيمَا أَعْلَمُ یہ کلام کسی نیچے کے راوی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا غالب
گمان یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث حضور ﷺ سے روایت کی، ان کا خود اپنا
قول نہیں۔

اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء

ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے، جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے، غلط تاویلوں کو دور کریں گے۔ صحیح تبلیغ کریں گے۔ اس حدیث کی بناء پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں، بہت سے مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدد کہا۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدد ہی بنا تھا پھر نبی۔ حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت۔ کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہا کبھی صوفیاء کبھی اغنیاء کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے۔ کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے۔ جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اور نگزیب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور کیا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا پھر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، کہ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دیا۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۱ -

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشْرَهُ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ أَوْ

مُصَحَّفًا وَرَثَةً أَوْ مَسْجِدًا ابْنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بِنَاهُ
 أَوْ نَهْرًا أَوْ جِرَاهُ أَوْ صَدَقَةً آخَرَ جَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَ
 حَيَاتِهِ تَلَحُّقَةً مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي
 شُعَبِ الْإِيمَانِ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 جو اعمال و نیکیاں مومن کو موت کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے وہ علم ہے جسے
 سیکھا گیا اور پھیلایا گیا اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا، یا قرآن پاک جس کا وارث بنا گیا۔ یا
 مسجد یا مسافر خانہ جو بنا گیا یا سر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی و
 زندگی میں نکال گیا۔ یہ چیزیں اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں۔
 (ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان)

☆ تشریح

وہ علم جسے سیکھا گیا یا پھیلایا گیا خواہ زبان سے یا قلم سے کہ اپنے کامل شاگرد
 اور بہترین تصنیفات چھوڑیں، جب تک مسلمان ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے
 ثواب پہنچتا رہے گا۔

اولاد کو خواہ نیک بنا کر گیا یا اس کے مرنے کے بعد نیک ہو گئی دونوں صورتوں میں ثواب پہنچتا رہے گا۔ اسی طرح قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ کر یا خرید کر چھوڑ گیا اسی حکم میں دینی کتب بھی شامل ہیں۔

مدرسہ یا مسافر خانہ اپنی کوشش سے یا اپنے پیسہ سے یا اپنے ہاتھ سے اسی حکم میں مدرسے اور خانقاہیں بھی ہیں۔

اپنے مال سے تندرستی و زندگی میں صدقہ نکال گیا۔ اس میں تندرستی کی اس لئے قید لگائی گئی کہ مرض الموت میں خیرات کرنے کا آدھا ثواب ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو مال کی حاجت نہیں رہتی۔ اس میں تمام صدقہ جاریہ آگے جیسے کونین کھدوانا، نلکے لگوانا، ہسپتال، عوامانہ وغیرہ۔

یہ تمام چیزیں اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں، بعض کا ثواب تا قیامت اور بعض کا ثواب اس سے کم پہنچتا ہے۔ جس قدر صدقہ کا بقا اسی قدر اس کا اجر (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۲

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارَسُ الْعِلْمُ سَاعَةً مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ أَحْيَائِهَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم کا درس، تمام رات بیداری سے افضل ہے۔
(داری)

☆ تشریح

جس طرح رات میں کچھ دیر علم کا مشغلہ، تمام رات سے افضل ہے اسی طرح دن میں کچھ دیر علم کا درس تمام دن کی عبادت سے افضل ہے۔ عبادت سے نفلی عبادت مراد ہے، یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑ کر علم سیکھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم دین کی نیند بھی عبادت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ تلاوتِ قرآن سے فقہ سیکھنا افضل ہے۔ ان دونوں کا ماخذ یہ حدیث مبارکہ ہے۔ عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی شرح مشکوٰۃ میں ایک لطیفہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کے لئے پیدل چلے اور ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے دس سال میں گجرات پہنچے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر ہوائی جہاز سے آپ مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ رکعت کا ثواب پاتے۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۳

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِي مَسْجِدِهِ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَاحِدٌ هُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ أَمَّا هُوَ لَأَيُّ فَيَدْعُونَ اللَّهَ وَيَرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَ أَمَّا هُوَ لَأَيُّ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوْ الْعِلْمَ وَيَعْلَمُونَ الْجَاهِلَ فَهُمْ أَفْضَلُ وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيهِمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے تو فرمایا یہ دونوں بھلائی پر ہیں، مگر ایک مجلس دوسری مجلس سے بہتر ہے۔ لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کر رہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے لیکن وہ لوگ جو فقہ و علم سیکھ رہے ہیں، نادانوں کو سکھا رہے ہیں وہ افضل ہیں۔ میں بے شک معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ ان میں ہی تشریف فرما ہوئے۔ یعنی علماء کی مجلس میں۔

☆ تشریح

مسجد نبوی شریف میں صحابہ کی دو جماعتیں دو گوشوں میں تھیں۔ ایک گوشہ

میں ایک جماعت نوافل و تلاوت وغیرہ عبادت کر رہی تھی، دوسرے گوشہ میں دوسری جماعت علمی گفتگو اور سیکھے ہوئے سبق کی تکرار کر رہی تھی۔

فرمایا مجلس علم، مجلس عبادت سے افضل ہے۔ یعنی عابدوں کی محنت اپنی ذات کے لئے ہے، جس کی قبولیت اور ثواب یقینی نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے۔ اس نے ان چیزوں کا وعدہ نہیں فرمایا، اس حدیث میں معتزلہ کا کھلا رد ہے۔ جو عبادت کا ثواب واجب اور ضروری جانتے ہیں۔ خیال رہے آیت کریمہ اَدْعُونِيْٓ اِسْتَجِبْٓ کے معنی یہ ہیں کہ تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا۔ یا تم مجھ سے دعا کرو ثواب دوں گا، قبولیت دعا کا وعدہ نہیں۔

علم سکھانے والے افضل ہیں کیونکہ اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے بلکہ دین پھیلا رہے ہیں ان کی خدمت یقینی قابل قدر ہے۔ یاد رہے بے عمل علم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھا سکے مگر لوگ فائدہ اٹھالیں۔ لیکن غیر مقبول عبادت بالکل ہی میکار ہے جس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بے عمل عالم ایسا ہی ہے جیسے بیمار طبیب اوروں کا علاج کر دے۔

سبحان اللہ مجلس علم کیسی باہرکت ہے۔ اب بھی سرکار علماء ہی میں تشریف فرما رہتے ہیں انہیں مجلس علم میں ڈھونڈو۔ خیال رہے حضور ﷺ اگرچہ اول درجہ کے عابد بھی ہیں لیکن حضور ﷺ کی عبادت عملی تعلیم ہے لہذا آپ نماز پڑھتے ہوئے بھی معلم ہیں، اور حضور ﷺ کی تشریف آوری کا اصل مقصد تعلیم ہے۔ رب فرماتا ہے - وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (اور آپ ﷺ انہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں)

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۲

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَدَّ الْعِلْمِ الَّذِي إِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ حَفِظَ عَلَيَّ أُمَّتِيْ أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْ أَمْرِ دِيْنِيْهَا بَعَثَهُ اللهُ فَقِيْهَا وَ كُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَافِعًا وَ شَهِيدًا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعْبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ هَذَا مَثْنٌ مَشْهُورٌ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ وَ كَيْسَ لَهُ إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے، جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری امت پر چالیس احکام دین کی حد میں حفظ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے فقہہ اٹھائے گا۔ اور روز قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوگا۔ (بیہقی فی شعب الایمان اور فرمایا کہ امام احمد نے فرمایا کہ لوگوں میں اس کا متن مشہور ہے، لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں)

☆ تشریح

اس حدیث کے بہت سے پہلو ہیں چالیس احادیث یاد کر کے مسلمانوں کو سنانا، چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا، ترجمہ یا تشریح کر کے لوگوں کو سمجھانا، رلیویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس احادیث میری امت تک پہنچادے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقویٰ کی خصوصی گواہی دوں گا، ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہی ہوگی۔ اسی حدیث کی بناء پر قریباً تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں الگ چمچل احادیث جسے اربعینہ کہتے ہیں جمع کیں۔

امام نووی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اربعینات مشہور ہیں۔ مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی سلطنت مصطفیٰ میں چالیس حدیثیں جمع کیں۔

امام نووی نے اپنی چمچل احادیث میں فرمایا کہ ابو الدرداءؓ کی حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے، جو ساری ضعیف ہیں مگر اسنادوں کی کثرت اور علماء کے قبول کر لینے کی وجہ سے حدیث قوی ہو گئی، کیونکہ تعدد اسناد سے ضعیف حسن بن جاتی ہے، نیز فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے۔ (مرقات و اشعة)

☆ حدیث نمبر ۶۵

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوهُ عِنْدَ أَهْلِهِ لَسَيَادُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَ لَكِنَّهُمْ بَدَلُوهُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَالُوا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ

جَعَلَ الْهَمُّومَ هَمًّا وَاجِدًا هَمَّ اخِرَتِهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَا هُ
 وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهَمُّومُ أَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللَّهُ فِي أَيِّ
 أَوْدِيَّتِهَا هَمَلَكُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ
 الْإِيمَانِ -

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ لن مسعود سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم محفوظ رکھتے اور اسے اہل ہی پر پیش کرتے تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہوتے، مگر انہوں نے علم دنیا داروں کے لئے خرچ کیا تاکہ اس سے ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر ملے ہو گئے۔ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنالے اللہ اسے دنیا کے غموں سے کافی ہوگا۔ اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پرواہ بھی نہ کرے گا کہ کون سے جنگل میں ہلاک ہوا۔

(ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان عن لن عمر)

نیز تشریح

عبداللہ لن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر علماء علم کو ذلت اور اہانت سے چاتے اس طرح کہ خود طمع اور لالچ میں دنیا داروں کے دروازے پر دھکے نہ کھاتے کہ عالم کی ذلت

سے علم کی ذلت ہے، اور علم کی بے حرمتی دین کی ذلت ہے۔ علماء اگر علم قدر دانوں اور شریف الطبع لوگوں کو سکھاتے تو سردار ہوتے۔ اس طرح کہ بادشاہ ان کے قدموں کے نیچے اور ان کے احکام ان کے قلموں کے نیچے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔
وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (اور جن کو علم دیا گیا ان کے درجے بلند فرمائے گا)
معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں لالچی اور حریص عالم پیدا ہو چکے تھے، جنہیں دیکھ کر صحابہ یہ فرما رہے ہیں۔

سبحان اللہ تجربہ بھی اس حدیث کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو دو غم اور دو فکریں نہیں دیتا۔ جس دل میں آخرت کا غم و فکر ہے انشاء اللہ اس میں دنیا کا غم و فکر نہیں آتا۔ دنیاوی تکلیفیں اگر آ بھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا۔
کلورافارم سنگھادینے سے اپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ غمِ آخرت نصیب کرے۔ (آمین)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہی کلورافارم سونگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے۔ اور جانِ جانان سپرد کردی
(مرآت)

اس کی عجیب مثال یہ اللہ والے ہیں جو دنیا اور اہل دنیا سے منہ موڑ کر صرف اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں ان کا مطمع نظر صرف ذاتِ احدیت ہے دنیا ان کے کام میں لگی ہوئی ہے۔ لیکن وہ غم و فکر سے بے پرواہ ہیں اللہ نے اپنے بندوں کو ان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔ بقول مولانا روم۔

كَانَ لِلَّهِ بُوْدَةٌ دَر مَا مَضَى تَاكَه كَانَ اللّٰهُ لَهٗ اَمَدٌ جَزَا

ترجمہ۔ تو اپنے گذرے ہوئے زمانہ میں اللہ کا ہوا پھر بطور جزاء اللہ تیرا ہو گیا۔

☆ حدیث نمبر ۶۶

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ إِنَّ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ
مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے
نزدیک بدتر درجے والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ (دارمی)

☆ تشریح

یعنی لوگ اس کے علم۔۔ فائدہ نہ اٹھائیں۔ نہ مسائل بیان کرے نہ کوئی دینی
کتاب لکھے۔ یا مطلب یہ ہے کہ خود نفع حاصل نہ کرے یعنی عالم بے عمل۔
علم درخت ہے اور عمل اس کا پھل ہے، بڑا بد نصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل
خود نہ کھائے۔ جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب۔
(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۷

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ
فَذَاكَ اَلْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلٰى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللّٰهِ
عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت حسنؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں علم دو طرح کا ہے، ایک علم دل میں یہ علم فائدہ مند ہے دوسرا علم صرف زبان پر، یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے۔
(دارمی)

☆ تشریح

علم دین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کا نور عالم کے دل میں اتر جائے اور قلب روشن اور قالب مطہر ہو جائے۔ یہ علم عالم کو نفع دے گا اور دوسروں کو بھی نفع دے گا ایسے عالم کا وعظ بلکہ اس کی صحبت اکیر ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عالم کے دل میں خوفِ خدا اور محبتِ جنابِ مصطفیٰ ﷺ، آنکھوں میں تری، زبان پر اللہ کا ذکر ہوگا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم بغیر تصوف فسق ہے اور تصوف بغیر علم بے دینی ہے۔ علم کی دوسری قسم یہ ہے کہ عالم باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نورِ علم

سے اور بدن اثرِ علم سے خالی ہو۔ یہ علم قیامت میں عالم کے الزام کھا جانے کا ذریعہ ہوگا۔
 کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سب کچھ جانتا تھا پھر گمراہ اور بد عمل کیوں بنا؟ صوفیاء
 فرماتے ہیں کہ جس علم میں تصوف کی چاشنی نہ ہو وہ علم لسانی وراثتِ شیطانی ہے۔ آدم
 علیہ السلام کا علم قلبی تھا اور شیطان کا علم لسانی۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۶۸

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِينَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَيِّنَةٌ فِيكُمْ وَأَمَّا
 الْآخَرُ فَلَوْ بَيِّنَةٌ قَطِعَ هَذَا الْبَلْعُومُ يَعْنِي مَجْرَى الطَّعَامِ
 رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے
 علم کے دو برتن محفوظ کئے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو یہ کاٹ
 ڈالا جائے یعنی گلا۔
 (بخاری)

☆ تشریح

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ سے دو قسم کے علم ملے،
 ایک علم شریعت، جو میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ دوسرے علم اسرار و طریقت و حقیقت

ہے، اگر میں وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔ یا ایک علمِ احکام اور دوسرا علمِ اخبار، جس میں ظالم حاکموں اور بے دین سرداروں کے نام موجود ہیں اگر میں ہتک تو ان کی ذریت مجھے ہلاک کر دے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کبھی کنایۃً اشارۃً کچھ کہہ دیتے تھے، چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا مجھے ۶۰ھ کے فتنوں اور لوٹنوں کی حکومت سے پناہ دے۔ چنانچہ ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ کی وفات ہوئی یزید پلید تخت نشین ہوا۔ اس دعا میں ان دو واقعات کی طرف اشارہ تھا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور امیر معاویہؓ کی وفات سے ایک سال پہلے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلہ بے دھڑک بیان کیا جائے مگر تصوف کے اسرارِ باہل کو نہ بتائے جائیں۔ دوسرا یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو علومِ غیبیہ عطا فرمائے۔ حضور ﷺ کے ذریعے صحابہ کرامؓ کو بھی۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ کے علم کا یہ حال ہے تو حضراتِ خلفائے راشدین کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔ (مرآت)

شاید مولانا روم نے اسی حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے

حیف باشد شرح او اندر جہاں ہچور از عشق باید در نہاں

ترجمہ = اس کا جہاں میں اظہار کرنا غلطی ہوگی، یہ رازِ عشق کی طرح پوشیدہ ہی رہنا چاہئے۔

شارحِ بخاری فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے دو قسم کے علوم حاصل کئے ایک دینی

جس کا پھیلانا فرض، جبکہ دوسرے کا تعلق احکامِ شرعیہ سے نہ تھا، اور اس کا اظہار بھی

ضروری نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ دین کے احکام کو چھپانا حرام ہے۔ اور اس اسرارِ باطنی کو

ظاہر کرنا ملتی ہے، خصوصاً وہ جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔

(فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۶۹

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ
(مشکوٰۃ کتاب العلم)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی تلاش میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے۔ (ترمذی و دارمی)

☆ تشریح

جو کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے اپنے گھر سے یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے، غازی کی طرح گھر واپس آنے تک اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی۔ گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہو جائے گا، پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف

نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے، جس کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔
(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا يَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَى إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَالِكُمْ الرِّبَاطُ وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَذَالِكُمْ الرِّبَاطُ فَذَالِكُمْ الرِّبَاطُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رَوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ ثَلَاثًا

(مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹا دے، درجے بلند کر دے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا وضو پورا کرنا مشقتوں میں، مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا، نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا یہ ہے سرحد کی حفاظت۔ اور مالک لکن

انس کی حدیث میں ہے کہ یہ ہے سرحد کی حفاظت۔ یہ ہے سرحد کی حفاظت دوبار،
اسے مسلم نے روایت کیا، ترمذی کی روایت میں تین بار ہے۔

☆ تشریح

حدیث پاک میں خطاؤں سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں نہ کہ گناہِ کبیرہ اور نہ ہی حقوق ا
عباد، جس سے مراد ہے خش دینا یا نامہ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان بھی باقی
نہ رہے۔ درجات سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے ہیں۔
حضور اکرم ﷺ کا یہ سوال اس لئے ہے کہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے۔
ورنہ حضور ﷺ کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں۔ وضو پورا کرنے سے مراد
اعضائے وضو کا کامل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا ہے۔
مشقت سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے۔ یعنی جب وضو مکمل
کرنا بھاری ہو اس وقت مکمل کرنا۔ مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا اس لئے فرمایا کہ گھر
مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نماز مسجد میں پڑھنا۔
نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کے لئے بھی مسجد میں حاضری دینا موجب ثواب ہے۔ اس کا یہ
مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جا کر نماز پڑھے۔ نماز کے بعد نماز
کے انتظار کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا خواہ مسجد میں
بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھر یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف لورول مسجد میں
لگا ہو۔ یعنی ہتھ کارول دل یارول ۔۔۔

رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا۔ اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا اسلام کی

سرحد پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رباط ہے۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **صَابِرُونَ وَرَابِطُونَ** (صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی حفاظت کرو) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا طاہری رباط ہے اور مذکورہ اعمال باطنی رباط ہے۔ یعنی نفس شیطان کے مقابل حدودِ ایمان کی حفاظت۔

شارح مسلم علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ علامہ سحیٰ بن شرف نووی نے فرمایا کہ رباط کے معنی کسی چیز کو کسی جگہ مجبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس اطاعت پر مجبوس کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افضل رباط ہے، جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد جہادِ باطنی ہے۔ (شرح مسلم)

اعلیٰ حضرت رَہْمٰنِیَّ کے جلیل القدر خلیفہ مولانا اللہ جوایا اپنی کتاب رسالہ نوری (جو پنجابی شعروں میں تصوف پر ایک جامع رسالہ ہے) لکھتے ہیں۔

جنگ کبیر شہادت کبریٰ معنی نال لڑائی
کافر حری کو ہنے نالوں کتنے تول سوائی

☆☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۱۷

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا ذَا قَوْمٍ

مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حِقُونَ وَدِدَّتْ إِنَّا قَدَّرَ أَيْنَا
 إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوْ لَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَنْتُمْ
 أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ
 تَعْرِفَ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ
 لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غَرَّ مَحْجَلَةً بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ
 ذَهَبٌ بِهِمْ أَلَّا يَعْرِفَ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
 فَإِنَّهُمْ يَا تُونَ غَرًّا مَحْجَلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَإِنَّا فَرَطَهُمْ
 عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا، اے مومن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو
 انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا، صحابہؓ
 نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں، فرمایا تم میرے ساتھی
 دوست ہو، ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ
 کے جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور ﷺ کیسے پہچانیں گے؟ فرمایا بتاؤ تو سہی
 اگر کسی شخص کے گھوڑے بیچ کلیان ہوں اور نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں تو
 کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟ بولے ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا وہ آثارِ وضو سے

پہنچ کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا۔

(مسلم)

☆ تشریح

مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے، جہاں حضور ﷺ زیارتِ قبور کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ دار کے معنی گھر یا حویلی کے ہیں، اہل پوشیدہ ہے یعنی گھر والے۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ عوام کی قبروں پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں پہچانتے ہیں ان کے کلام اور سلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں کیونکہ نہ سننے والے اور جواب نہ دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِذَا حَيَّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا** (اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو) معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں۔ وہ جو حدیثِ پاک میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں۔ (مرقات)

پیارے آقا ﷺ نے فرمایا عنقریب وفات پا کر ہم تم سے ملاقات کریں گے، انشاء اللہ برکت کے لئے فرمایا، ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کے لئے مشکوک ہے۔ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مومنوں

سے ملیں گے یہ سب کچھ امت کی تعلیم کے لئے ہے۔ (مرآت)

سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے ظاہری حیات میں ملاقات کرتا ورنہ حضور ﷺ ساری امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کا اپنا بھائی فرمانا انتہائی کریم کریمانہ ہے امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور ﷺ کو اپنا بھائی کہے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ نے کبھی حضور ﷺ کو بھائی نہ کہا۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا سے خادم کہہ کر پکارے تو سزا پائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الْمُرْسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول ﷺ کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو)

سرکار ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی، اور جو مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہونگے صحابی نہ ہونگے۔ خیال رہے بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے، رشتہ ایمانی کی بناء پر، ورنہ حضور ﷺ امت کے لئے روحانی والد ہیں اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں، نہ کہ بھادجیس، رشتہ ایمانی سے تو سگاباپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں۔ اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں، مگر اس رشتہ کی بناء پر نہ ان لوگوں کو بہن بھائی کہا جاتا ہے اور نہ ان پر بہن بھائی کے احکام مرتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے، جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے، تو جو حضور ﷺ کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔ (مرآت)

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں آپ کیسے پہچانیں گے؟ صحابہ کا یہ سوال حضور ﷺ کے علم کی نفی کی بناء پر نہیں، ذریعہ علم کے

متعلق ہے یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے؟ محض نورِ نبوتِ یادِ حق سے یا کچھ ان میں علامتیں بھی ہونگی، جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہؓ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمرؓ کی۔ یہ سوال و جواب عظیم و خیر سے ہی ہو سکتے ہیں۔

پنچ کلیان وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور پیشانی سفید ہوں، یہ بہت خوبصورت بہت قیمتی اور طاقتور ہوتا ہے۔ سبحان اللہ حدیث پاک میں کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنچ کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا۔ ایسے ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مومن سیاہ رو ہونگے بلکہ سیاہ روئی تو صرف کفار کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ آثار و ضوکی خاص چمک صرف امتِ مصطفویٰ پر ہوگی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔ یہ حوض کوثر ہمارے آقا کا ہے، دوسرے انبیاء کے بھی حوض ہوں گے۔ مگر کوثر کسی کا نہیں، فرط اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے۔ مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے۔ تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلوائیں گے۔

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس

حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ خصوصاً خیر اور فضلاء سے ملاقات کے لئے۔ لیکن دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے دینی بھائی نہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس قول سے ان صحابہ کے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ نے ان کی فضیلت کا ذکر فرمایا، اور وہ صحابیت ہے۔ لہذا صحابہ بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں لیکن بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (بیٹھک مومن بھائی بھائی ہیں)۔

علامہ سعیدی فرماتے ہیں کہ میرے استاد محترم حضرت علامہ عطا محمد دیالویؒ

نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحبِ فضیلت آدمی کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ نہیں بلکہ مخصوص وصف کے ساتھ کیا جائے کیونکہ بھائی کا وصف صحابہ کرامؓ اور بعد کے مسلمانوں میں عام اور مشترک تھا۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کا ذکر آپ ﷺ نے عام وصف سے ناپسند فرمایا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ذکر میں صرف بھرا کہنا صحیح نہیں بلکہ اَفْضَلُ اَلْبَشَرِ يَا سَيِّدُ الْبَشَرِ کہا جائے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو ناپسند فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کے لئے محض بھرا کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا۔ بھرا تو کفار اور مشرکین بھی ہیں اس لئے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جائے تو اوصاف مخصوص یعنی اَفْضَلُ الْبَشَرِ، سَيِّدُ الْبَشَرِ رَحْمَةً اَللِّعَالَمِينَ وغیرہ القاب کے ساتھ کیا جائے۔

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۷۲

وَعَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عَمْرٍو أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا قَالَ بَلْ إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفِضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ باب اداب الخلاء)

☆ ترجمہ

حضرت مروان اصغرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھالی پھر بیٹھ کر اس کی طرف پیشاب کرنے لگے۔ میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا اس کی ممانعت نہیں ہے۔ فرمایا اس سے جنگل میں منع فرمایا گیا ہے۔ مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(ابوداؤد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی مروان اصغرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے غلام ہیں۔

بصری، تابعی ہیں آپ سے ایک دو حدیثیں مروی ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جنگل کا ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، نیز جنگل ہی میں سواری پر بیٹھا جاتا ہے۔ تابعی کے اس سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام صحابہؓ اور تابعین میں یہی مشہور تھا کہ مطلقاً قبلہ رو پیشاب، پاخانہ کرنا منع ہے تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمرؓ کے اس فعل پر تعجب ہوا۔ لہذا یہ حدیث امام اعظمؒ کی دلیل ہے۔

اس حدیث پاک میں حضرت ابن عمرؓ کا اجتہادی فتویٰ ہے یہ جنگل اور بستی کافرق حدیث مرفوعہ میں نہیں۔
(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷۳

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ کتاب الریاء)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ نہ باقی رہیں موت سے مگر بھارت میں۔ لوگوں نے عرض کیا بھارت میں کیا ہیں؟
فرمایا اچھی خواب -
(بخاری)

☆ تشریح

مدنی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری وفات پر وحی، نبوت تا قیامت ختم ہو جائے گی، مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بھارت باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ خوابوں کے ذریعے علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا۔ خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی۔ خوابیں بھارت بھی ہوتی ہیں اور ڈرانی بھی ہیں، مگر تھکیا بھارت فرمایا
(مرقات)

صالحہ سے مراد یا تو سچی خوابیں ہیں یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈرانی خواب کو حلم، مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے چاہے اچھی ہو یا ڈرانی۔
(اشعۃ و مرقات)

خیال رہے رؤیا بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رویت کا کوئی مشتق آجائے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

ترجمہ = اور ہم نے وہ دکھاوا نہیں کیا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کے لئے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، مگر اسے اللہ تعالیٰ نے رؤیا فرمایا کیونکہ آگے آریناکت ہے اس لئے

وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہے۔ جسمانی معراج کے منکر اسی لفظ رُؤیا سے انکار کرتے ہیں۔ یہ بحث الگ ہے دوسری کتابوں میں دیکھیں۔

مالک نے بروایت عطاء ابن یسار اس حدیث میں یہ زیادہ کیا کہ جسے مسلمان دیکھے یا اس کے متعلق خواب دکھائی جائے۔ یعنی مسلمان خود خواب دیکھے یا دوسرا شخص اس کے متعلق خواب دیکھے۔ طبرانی نے بروایت عبادہ ابن صامت حدیث نقل فرمائی کہ مومن کا خواب اس کا اپنے رب سے کلام کرنا ہے، یارب کا اس سے کلام کرنا ہے۔ (مرقات)

خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہو سکتا ہے ہمارے امام اعظمؒ نے ننانوے بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، معلوم ہوا کہ بعض خواب انسان خود دیکھتا ہے کہ دن میں جو خیالات رکھتا ہے وہی خواب میں دیکھتا ہے اور بعض خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں، مومن کے یہ خواب الہام کا حکم رکھتے ہیں اور ان کو ہی رُؤیا صالحہ کہتے ہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷۴

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكُنْتُوا بِكُنْيَتِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الاسامی)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بازار میں تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے ابو القاسم، تو اس کی طرف نبی ﷺ نے توجہ فرمائی وہ بولا کہ میں نے تو اس کو بلایا ہے، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو (مسلم و بخاری)

☆ تشریح

کسی اور شخص کا نام ابو القاسم تھا اس نے اس کو پکارا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہزاروں کے نام "محمد" ہوں تو دھوکا نہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کو صرف نام سے پکارنا حرام ہے۔ اب جو حضور ﷺ کو پکارے گا وہ "یا رسول اللہ ﷺ" کہے گا "یا محمد" نہ کہے گا۔ اگر "یا محمد" کہہ کر پکارے گا تو کسی اور "محمد" کو پکارے گا نہ کہ حضور ﷺ کو پکارے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا، قرآن پاک اٹھا کر دیکھو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، يَا سَيِّدُ، يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ،
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ وغيرہ سے پکارا لہذا نام کے اشتراک میں ضرور دھوکا ہوگا۔

(مرقات)

حضور اکرم ﷺ کو یا بالقاسم کہہ کر پکار سکتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا لقب ہے، جیسے رسول اللہ، نبی اللہ مگر "یا محمد" کہہ کر نہیں پکار سکتے۔ کہ محمد حضور

(مرقات)

صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس نام سے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام کو نام بہ نام خطاب کیا، یا آدم، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن جب اپنے حبیب کو ندا فرمائی تو ان کی کمال عظمت و رفعت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ ندانہ کی گئی بلکہ ان کے معزز اوصاف و القابات سے پکارا۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ خُطِبَ مُحَمَّدٌ اسْت
ترجمہ = انبیاء کے باپ آدم کا خطاب تو آدم ہے لیکن حضور سے خطاب یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ہے

قرآن نے بارگاہ نبوت کا ادب یوں سکھایا لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ ا
لرَسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول کو اس طرح مت پکارو
جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو) آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایسے الفاظ کے ساتھ پکارنا جائز نہیں جس سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو نہ دنیاوی زندگی
میں اور نہ ہی وصال کے بعد۔ (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۷۷

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَانِي بِالْبَرَكَاتِ ثُمَّ

تَوْضًا فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ
فَنظَرْتُ إِلَى خَاتِمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَتْفَيْهِ مِثْلَ ذَرَا لِحْجَلَةٍ
مُتَّفِقٍ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب احکام المیاء)

☆ ترجمہ

حضرت سائب ابن یزید سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے میری خالہ نبی
ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا بھانجا بیمار
ہے، آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی پھر
وضو کیا، میں نے وضو کا پانی پیا، پھر میں آپ ﷺ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مر
نبوت دیکھی جو آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مسری کی گھنڈی کی طرح
تھی۔
(مسلم و بخاری)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی حضرت سائب بن یزید آپ ازدی خذلی ہیں ۲۷ھ میں
پیدا ہوئے اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت سات سال کے
تھے، نو عمر صحابی ہیں عمد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے۔
غالباً آپ کے سر میں درد تھا جو حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے
جاتا رہا۔ اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر سو سال ہوئی لیکن نہ کوئی
بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا۔
(مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو بزرگوں کے پاس دم درود کے لئے لے جانا
لور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا سنت سے ثابت ہے۔

حضرت سائبؓ نے وضو کا فضالہ شریف (چاہو پانی) یا غسل (دھوون
شریف) پیا۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں صحابہ کرامؓ اس غسل شریف کو حاصل
کرنے کے لئے لڑتے تھے۔ خیال رہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو یا
غسل کا غسل نجس یعنی پلید ہے۔ مگر ہمارا غسل نجس ہے نہ کہ حضور ﷺ کا۔
بلکہ وہ تو تبرک اور نور ہے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے فضلات شریف یعنی جو ٹھامت
کے لئے پاک ہے۔“ (مرقات و اشعة)

مہر نبوت حضور ﷺ کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ
گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارہ
گوشت نہایت چمکیلا اور نورانی تھا۔ سیاہ تل اس پاس بال ان کے اجتماع سے یہ جگہ
نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا۔ اَللّٰهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ (اللہ ایک ہے اس کا کوئی سا جہی نہیں)

اوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا تھا تَوَجَّهْ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُورٌ
(آب جس طرف جائیں آپ کے لئے کامیابی ہی کامیابی ہے)

ات مہر نبوت اس لئے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور
ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ وفات شریف کے وقت یہ
مہر غائب ہو گئی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وقت ولادت موجود تھی یا نہیں بعض
نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو ٹانگے اگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہو
گئی تھی۔ یہ ہے کہ وقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھار ان ٹانگوں

کے بعد ہوا۔

(مرآت)

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضلات یعنی جوٹھا اور جسم پاک کا دھوون طیب و طاہر باعث برکت اور موجب رحمت ہے صحابہ کرامؓ اسے تبرک جانتے، نفع حاصل کرنے کی امید رکھتے اور برکت حاصل کرتے تھے۔ ثابت ہوا بزرگان دین کے آثار کو تبرک ماننا اور نفع کی امید رکھنا جائز بلکہ سنت صحابہؓ ہے بلکہ حضور ﷺ کی سنت تقریری ہے۔

مہر نبوت کے متعلق حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ میں مہر نبوت دیکھنے کا مشتاق تھا اور ایک دن حضور ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا کہ کسی طرح مہر نبوت نظر آئے، مترکار نے میری خواہش محسوس کرتے ہوئے چادر ہٹادی، میں نے فوراً مہر نبوت کو چوم لیا۔ خیال رہے سلمان فارسیؓ مہر نبوت دیکھ کر ہی ایمان لائے۔

(فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۷۶

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُّوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ

عِبَادِ اللَّهِ وَارْجُوا أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِي أَلَوْ سَبِيلَةَ خَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ زَوَاهُ مُسْلِمًا

(مشکوٰۃ باب فضل الاذان واجابة المؤذن)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو، وسیلہ جنت میں ایک جگہ ہے، جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی کے لائق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے۔

(مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات سارے دہرائے حتیٰ عَلَى الصَّلَاةِ بِهِيَ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ بھی اور الصَّلَاةِ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی ایک حدیث میں ہے کہ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ اور حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ پر لَاحَوْلَ پڑھے۔ چاہئے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پر ہنا سنت

ہے۔ بعض مؤذن اذان سے پہلے بھی درود شریف پڑھتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ یاد رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد میں بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے۔ بلاوجہ اسے منع نہیں کیا جاسکتا۔

وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے اس لئے وسیلہ فرمایا گیا۔ حضور ﷺ کا فرمانا کہ "امید کرتا ہوں" تواضع اور انکساری کے لئے ہے، ورنہ وہ جگہ حضور ﷺ کے لئے نامزد ہو چکی ہے۔

(مرقات و اشعۃ)

ہمارا حضور ﷺ کے لئے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان و مال کو دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے۔ ہم بھکاری ہیں اور حضور ﷺ داتا، انہیں دعائیں دینا مانگنے کھانے کا ڈھنگ ہے۔

حدیث پاک کے آخر میں سرکار ﷺ نے فرمایا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کرونگا۔ یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے ورنہ حضور ﷺ ہر مومن کے شفیع ہیں۔ حضور ﷺ کی شفاعت بہت قسم کی ہے۔ (مرآت)

اذان کے جواب کی چند احادیث کے خلاصے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب اذان سنو تو اللہ کے داعی کا جواب دو۔ (طبرانی)

۲۔ جب مؤذن اذان کہے تو سنو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ (ابن ماجہ)

۳۔ مومن کو بد بخشنی و نامرادی کے لئے کافی ہے کہ مؤذن کی تکبیر

سنے اور جواب نہ دے۔

۴- حضور ﷺ نے عورتوں سے فرمایا جب تم بلالؓ کو اذان و اقامت کہتے سنا تو جس طرح وہ کہے تم بھی کہو اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا۔ ہزار درجات بلند کرے گا اور ہزار گناہ مٹا دے گا اور مردوں کے لئے دو گنا ثواب ہے۔ (ابن عساکر)

۵- اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہوگی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم و ابوالشیخ)

لہذا معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ مؤذن جو کہ سننے والا بھی وہی کہے، مگر جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهُ كَيْ تُوَسِّنُ وَاللّٰهُ دُرُودِ شَرِيْفٍ پڑھے اور انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں کو لگائے اور کہے، قُرَّةٌ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ مَتَّبِعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصْرِ اور حَتّٰى عَلٰى الصَّلٰوةِ وَحَتّٰى عَلٰى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنسی بھی اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سننے والے درود شریف پڑھیں اور پھر دعائیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقام محمود تو حضور ﷺ کو حاصل ہے ہی اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا ہے پھر اس کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ حاصل شدہ نعمت کے لئے دعا کرنا یا کرانا یہی شان عبدیت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوام و بقا کے لئے بھی دعا کی جاتی ہے۔ پس جو صالحین امت یہ دعا کریں گے انشاء اللہ وہ حضور ﷺ کی شفاعت سے بغیر حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (فیوض الباری)

علامہ لمحاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ مؤذن کے پہلی مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ

مَحَمَّدَ الرَّسُولِ اللَّهِ كَرَّ فِي رُكُوعِهَا كَرَّ صَلَاتِي اللَّهُ
عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اور دوسری دفعہ سن کر قَرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ کہنا مستحب ہے۔ علامہ شامی نے ویلی کی کتاب "لفردوس" میں یہ
حدیث پاک ذکر کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے اذان میں اَشْهَدُ أَنَّ
مَحَمَّدَ الرَّسُولَ اللَّهِ سن کر آنکھوں پر رکھ کر انگوٹھے چومے میں اس کی قیادت
کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔" (شرح مسلم از علامہ سعیدی)

☆ حدیث نمبر ۷۷

وَعَنْ عَثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي قَالَ
أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَدِّنًا لَا يَأْخُذُ
عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ -
(مشکوٰۃ باب فضل الاذان واجابة المؤذن)

☆ ترجمہ

حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے۔ فرمایا تم ان کے امام ہو اور ان
میں کمزور کو مقتدی جانو اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے۔
(احمد، ابوداؤد، نسائی)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی حضرت عثمان ابن ابوالعاصؓ مشہور صحابی ہیں ،
ثقفی ہیں۔ حضور ﷺ نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا اور شروع خلافت فاروقی تک
وہیں حاکم رہے پھر حضرت عمرؓ نے وہاں سے معزول کر کے عمان اور بحرین کا گورنر
بنایا۔
(مرآت)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ امام مقرر کرنے اور معزول کرنے کا حق
سلطان اسلام کو بھی ہے اور اس کا مقرر کردہ امام قوم کے معزول کرنے سے علیحدہ
نہیں ہو سکتا۔

حضرت عثمانؓ سے سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ سمجھ کر نماز پڑھاؤ کہ
میرے مقتدی کمزور اور بیمار بھی ہیں۔ اس لئے ہلکی نماز پڑھاؤ۔

اس حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱- مؤذن رکھنے اور معزول کرنے کا حق امام کو ہے۔

۲- اذان پر اجرت لینا جائز ہے مگر نہ لینا بہتر، اس لئے کہ حضور ﷺ نے

یہاں اجرت کو حرام نہیں کہا، بلکہ فرمایا ڈھونڈھ کر کوئی رشتہ اذان دینے والا رکھو، جو

تنخواہ نہ لے۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں دینی خدمات پر اجرت لینا امر ممنوع بھی تھا

تو اس وقت کے لحاظ سے تھا، اب ممنوع نہیں ورنہ ہمارے دینی کام بند ہو جائیں گے۔

دیکھو سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے باقی تمام خلفاء نے خلافت پر اجرت لی۔ حالانکہ

خلافت امامت کبریٰ ہے۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانے میں غازیوں اور

حکام کی تنخواہیں مقرر کیں، حالانکہ جہاد بھی عبادت ہے اور حاکم اسلام بننا بھی

عبادت ہے۔

(مرآت)

چنانچہ صدیق اکبرؓ کو جب متفقہ طور پر خلیفہ نامزد کر دیا گیا تو اس وقت آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ حسبِ معمول دوسرے ہی روز آپ کپڑے کے تھان اٹھائے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات ہو گئی حضرت عمرؓ کہنے لگے آپ خلیفہ المسلمین ہیں آپ اگر تجارت کریں گے تو خلافت کے امور کون سرانجام دے گا صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں اگر تجارت نہ کروں تو اپنا اور بال بچوں کا پیٹ کیسے پالوں گا؟

حضرت عمر فاروقؓ نے اکابرین صحابہؓ کو جمع کیا اور اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی اور خلیفہ کے لئے باقاعدہ تنخواہ مقرر کر دی گئی جو اس وقت کے لحاظ سے مناسب تھی۔ اور صدیق اکبرؓ اسی تنخواہ پر اپنی ضروریات پوری کرتے رہے۔

☆ حدیث نمبر ۷۸

وَعَنْ طَلِقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفَدَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَنَا وَصَلَيْنَا مَعَهُ وَ أَخْبَرَنَا أَنَّ بَارِئَ بْنَ رِزْوَانَ بَيْعَةَ لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَا هُ مِنْ فَضْلِ طَهُورِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضَّضَ ثُمَّ صَبَّهَ لَنَا فِي إِذْ أَوْهٍ وَ أَمَرْنَا فَقَالَ أَخْرَجُوا فَإِذَا أَتَيْتُمْ أَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوا بَيْعَتَكُمْ وَأَنْضِحُوا مَكَانَهَا بِهَذَا الْمَاءِ وَتَخَذُوا هَا مَسْجِدًا أَقْلَنَا إِنْ الْبَلَدُ بَعِيدٌ وَالْحَرُّ شَدِيدٌ وَالْمَاءُ يَنْشِفُ فَقَالَ

مَذْوَةٌ مِنَ الْمَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا طَيْبًا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوة)

☆ ترجمہ

حضرت طلحہ ابن علیؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، پس ہم نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ہم نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ ہماری زمین پر گر جا ہے ہم نے حضور ﷺ سے آپ کے وضو کا غسل مانگا تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا وضو کیا اور کھلی کی۔ پھر یہ پانی ایک برتن میں بھر دیا۔ اور ہم کو حکم دیا، فرمایا جاؤ جب اپنے وطن کو پہنچو تو اپنا گر جا توڑ ڈالو، اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو۔ اور اسے مسجد بنا لو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر دور ہے اور گرمی سخت ہے پانی خشک ہو جائے گا، فرمایا اسے اور پانی سے بڑھاتے رہو اس سے برکت ہی بڑھے گی۔ (نسائی)

☆ تشریح

ہم وفد کی صورت میں اس لئے حاضر ہوئے تاکہ اپنی قوم کی نمائندگی کر سکیں اور سب کی طرف سے اسلام لانے اور احکام سننے کے لئے حاضر خدمت ہوں۔

یہ بیعت، بیعت اسلام کہلاتی ہے آج کل عام بیعتیں، بیعت توبہ ہوتی ہیں۔

نعت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مقبول کے ذریعے رب سے کچھ معاہدے کرنا۔ بیعت کی چار اقسام ہوتی ہیں۔

حضور انور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے یہ حضرات ان کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ وہ پانی حضور ﷺ کے اعضاء شریف کا دھوون تھا، جس میں خصوصیت سے ایک کھلی اور بھی کر دی گئی تھی، اور ہو سکتا ہے کہ وضو کا چا پانی ہو اور اس میں کھلی کر دی گئی ہو، جو برکت کے لئے ان کو دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور ﷺ کے تبرکات کو خزانہ مخفی جانتے تھے۔ اس لئے عاجزی سے مانگا کرتے تھے۔ گر جا کی جگہ پانی چھڑکنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ اس پانی کی برکت سے گذشتہ کفر کی گندنا جاتی رہے اور آئندہ تمہاری نمازیں زیادہ مقبول ہوں اور تمہاری یہ مسجد دوسری مسجدوں سے افضل ہو کیونکہ اس میں ہمارا تبرک پہنچا ہے۔

سائل نے عرض کی کہ راستہ میں ہم برکت کے لئے پیس گے بھی، تاکہ ہمارے دل بھی مسجد کی طرح منور ہوں اور گرمی سے بھی پانی خشک ہو گا۔ تب حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملا لینا برکت بڑھے گی۔ حدیث پاک سے ذیل چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ جو چیز حضور انور ﷺ کے جسم مبارک سے مس ہو جائے وہ تبرک بن جاتی ہے لہذا خاکِ مدینہ تبرک بھی ہے اور شفاء بھی۔

۲۔ سرورِ کائنات ﷺ کا غسل معنوی نجاستوں کو بھی دور کر دیتا ہے۔

۳۔ جس مسجد میں مختار کل ختمِ رسل حضرت محمد ﷺ کا تبرک ہو وہ

دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔ بعض مساجد میں سید الانبیاء ﷺ کے بال

شریف رکھے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے۔

۴۔ بزرگوں کے تبرکات دوسرے شہروں میں لے جانا یا بھجنا سنت صحابہ

ہے۔ بعض لوگ عرسوں کا لنگر دور دور بھیجتے ہیں اس کا ماخذ یہی حدیث

شریف ہے۔ مرقات میں ہے کہ حضور ﷺ امیر مکہ سے آب زمزم

مدینہ منورہ منگوا کر لائے تھے۔ اب بھی آب زمزم ملک ملک پہنچتا ہے۔

۵۔ تبرک سے جو چیز مل جائے وہ تبرک بن جاتی ہے۔ اب بھی آب زمزم

میں اور پانی ملا کر پلایا جاتا ہے۔

۶۔ مسلمان کفار کا عبادت خانہ نہیں گرا سکتے، لیکن اگر کفار مسلمان ہو کر خود

ہی اپنا عبادت خانہ گرا کر وہاں مسجد بنالیں تو جائز ہے۔ جس کی ہندو پاکستان

میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۷۹

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 ﷺ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ فِيمَا
 يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتَ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ
 بَيْنَ كَتِفَيْ فَوَجَدَتْ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْ فَعَلِمْتُ مَا فِي
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذَلِكَ نَرَى إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ رَوَاهُ

لَذَارِمِيٍّ مُرْسَلًا وَ لِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهُ عَنْهُ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوة)

☆ ترجمہ

حضرت عبدالرحمن بن عائشہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ ”رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھگڑتے ہیں“ میں نے عرض کیا مولا تو ہی جانے۔ تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا، جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی، تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ ”ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تا کہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔“

(دارمی نے مرسل روایت کیا اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے)

☆ تشریح

رب کو اچھی صورت میں دیکھنے کا مطلب ہے کہ اس وقت میری اپنی صورت بہت اچھی تھی نہ کہ خدا کی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اچھے کپڑوں میں حاکم سے ملا یعنی ملاقات کے وقت میرے کپڑے اچھے تھے ورنہ رب تو صورت سے پاک ہے۔ حضور ﷺ کا ہم میں آنا بھری صورت میں ہے اور رب سے ملنا نورانی صورت میں۔ انسان کا گھر کا لباس لور ہوتا ہے اور کچھری کا اور۔ یہ واقعہ غالباً معراج کا ہے۔ بعض لوگوں نے خواب کا دیدار بتایا، مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے، اسی سے دیدار الہی ثابت ہوا۔ حق یہ

ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا۔ رب کا فرمان لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ دیدار کی نفی نہیں کر رہا، بلکہ اور اک اور احاطے کی اس حدیث مبارک کی تائید آیت کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (ترجمہ۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی) فرما رہی ہے رب نے پوچھا کہ وہ کون سے اعمال میں جنہیں لے جانے اور بارگاہِ الہی میں پیش کرنے میں فرشتے جھگڑتے ہیں، وہ کتنا ہے، میں لے جاؤں، اور یہ کہتا ہے، کہ میں لے جاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میری پشت پر رکھا اور اس کا فیضان میرے سینے اور دل پر پہنچا۔

ملا علی قاری حنفی مرقعات میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور ﷺ کے وسعتِ علم کی کھلی دلیل ہے۔ رب نے حضور ﷺ کو ساتوں آسمانوں بلکہ اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کے ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ پھیلی وغیرہ سب کا علم کلی عطا فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام کلی و جزئی علوم کا عطا فرمانا ہے۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو گزشتہ، موجودہ اور تاقیامت ہونے والی ہر چیز کا علم دیا۔ کیونکہ زمین پر لوگوں کے اعمال اور آسمان پر ان اعمال کے لئے فرشتوں کے یہ جھگڑے تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ جنہیں حضور ﷺ آج آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن کی بہت سی آیات کر رہی ہیں۔ جن آیات میں علم کی نفی ہے وہاں ذاتی علم مراد ہے اور یہ علوم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔

حضور ﷺ نے آیت کریمہ تلاوت فرما کر یہ بتایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو ملکوت دکھائے ایسے ہی مجھے بھی دکھائے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضور ﷺ کو صرف مسئلے ہی نہیں بتائے گئے تھے، بلکہ ساری خدائی دکھائی گئی تھی۔ ورنہ حضور ﷺ اس آیت سے دلیل نہ پکڑتے واضح رہے کہ حقیقی ملک اللہ کا ہی ہے، لیکن مجازاً ہر بھی مالک ہیں مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں۔ ملکوت دنیا و مافیہا من العجائب والغرائب پر ہوا جاتا ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۰

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ رَجُلٌ خَرَجَ غَارِيًّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيَدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ (مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن سب کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے، ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ

میں جہاد کے لئے نکلے ، وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجائے تو جنت میں داخل فرماوے ، یا اجر و نعمت کا مال لے کر واپس کرے - دوسرا وہ شخص جو مسجد کی طرف چلے ، وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے - اور تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام سے جائے ، وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے - (ابو داؤد)

☆ تشریح

ان تین قسم کے لوگوں کے لئے اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے یا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ضمان اور امان میں ایسے ہیں جیسے سرکاری ملازم ڈیوٹی پر حکومت کی امان میں ہوتا ہے - اس کی بے عزتی کرنا حکومت کا مقابلہ ہے ، ایسے ہی ان لوگوں سے جھگڑنا ب کا مقابلہ ہے -

مجاہد اگر مارا گیا تو شہید اور اگر زندہ لوٹا تو مجاہد ، اگر مارا گیا تو صرف ثواب اور اگر جیت کر آیا تو ثواب و نعمت دونوں لایا -

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا بہتر کام ہے ، اس سے گھر میں اتفاق ، رزق میں برکت اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے - حتیٰ کہ اگر خالی گھر میں جائے تو یوں نہ دے السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو) اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تیسرا وہ شخص جو سلامتی سے اپنے گھر میں رہے بلا وجہ لوگوں میں نہ پھرے - (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۱

وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ إِنَّ خَيْرًا مِّنَ الْيَهُودِ سَأَلَ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْبُقَاعِ خَيْرٌ فَسَكَتَ
عَنْهُ وَقَالَ أُسْكِتُ حَتَّىٰ يَجْتَنِي جِبْرَائِيلُ فَسَكَتَ وَجَاءَ
جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَ فَقَالَ مَا الْمُسْتَوَلُّ عَنْهَا
بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ أَسْأَلُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ ثُمَّ
قَالَ جِبْرَائِيلُ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي دَنَوْتُ مِنَ اللَّهِ دُنُوًّا مَا
دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا جِبْرَائِيلُ قَالَ كَانَ
بَيْنِي وَبَيْنَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُورٍ فَقَالَ شَرًّا
لِّبُقَاعِ أَسْوَاقِهَا وَخَيْرِ الْبُقَاعِ مَسَاجِدُهَا رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانٍ
فِي صَحِيحِهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

(مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کون سی جگہ بہتر ہے۔ حضور ﷺ خاموش رہے اور فرمایا "میں جبرائیل کے آنے تک خاموش رہوں گا" چنانچہ خاموش رہے اور حضرت جبرائیل حاضر ہوئے حضور ﷺ نے ان سے پوچھا وہ بولے "کہ جس سے سوال

کیا گیا ہے وہ سائل سے بڑا عالم نہیں لیکن میں اپنے رب سے پوچھوں گا، پھر جبرائیلؑ
 کہنے لگے اے محمد مصطفیٰ ﷺ میں آج اللہ سے اتنا قریب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی
 قریب نہ ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کتنا قریب ہوا ہے اے جبرائیلؑ؟ عرض کیا
 کہ میرے اور رب کے درمیان صرف ستر (۷۰) ہزار نور کے پردے رہ گئے۔
 رب نے فرمایا کہ بدترین جگہ بازار ہیں اور بہترین جگہ مسجدیں ہیں۔
 (اسے ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے)

☆ تشریح

ظاہر یہ ہے کہ حضور ﷺ کی یہ خاموشی بے علمی کی وجہ سے نہیں تھی
 جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔ بلکہ آج اپنی محبوبیت دکھانا ہے اور اس
 بہانے سے حضرت جبرائیلؑ کو معراج کرانا ہے۔

فَسَكَتَ (خاموش رہے) کی عبارت بتا رہی ہے کہ اس خاموشی میں کوئی
 راز تھا ورنہ یہ مسئلہ اجتہاد سے بھی فرمایا جاسکتا تھا۔

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رب نے فرمایا جبرائیلؑ آج جاؤ کچھ پاؤ گے، لطف
 کی بات یہ ہے کہ رب نے یہ مسئلہ بتا کر نہ بھیجا اور جبرائیلؑ امین نے اپنی بے علمی کا
 اقرار نہیں کیا، بلکہ عرض کیا کہ اس بارے میں میرا علم آپ سے زیادہ نہیں، زیادتی
 علم کی نفی کی یعنی اگرچہ یہ آپ کو بھی معلوم ہے مجھے بھی، لیکن ابھی بتانے کی اجازت
 نہیں اس میں کچھ راز ہے۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ میں اپنے رب سے اپنی جگہ پر جا
 کر پوچھوں گا۔

حدیث پاک کا منشاء ہے کہ یہ مجلس ابھی گرم ہی تھی کہ جبرائیلؑ جا کر لوٹ بھی آئے اور یہ پیغام لائے۔ خیال رہے کہ ہمیشہ حضرت جبرائیلؑ رب کے بھجے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے، آج محبوبِ کریم کے بھجے ہوئے رب کے پاس گئے اور پیارے کا قاصد بھی پیارا ہوتا ہے۔ اس لئے رب نے انہیں سدرہ سے کہیں آگے بلا لیا معراج میں آگے نہ بڑھے کہ وہاں محبت و محبوب کے تخلیہ کا وقت تھا۔ خدام کو علیحدہ رہنا چاہئے تھا۔

یہاں مرقات میں ملا علی قاری حنفی نے بڑا پر لطف مضمون بیان کیا ہے یہ سارا قصہ حضرت جبرائیلؑ کی اس عزت افزائی کے لئے تھا۔ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اس سے پہلے لاکھوں پردے ہوا کرتے تھے لیکن آج ایک لاکھ سے بھی کم رہ گئے۔ (مرآت)

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ پردے مخلوق کے لحاظ سے، نہ کہ خالق کے لحاظ سے یعنی مخلوق حجاب میں ہے نہ کہ خالق۔ جیسے نابینا سے سورج چھپا ہوا ہے مگر حجاب اس کی آنکھ پر ہے نہ کہ سورج پر۔ خیال رہے کہ ہم لوگ ظلمانی حجابوں میں ہیں اور فرشتے نورانی پردوں میں۔ (اشعۃ)

☆ حدیث نمبر ۸۲

وَعَنْ أَبِي جَعْفَرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدِيمٍ وَرَأَيْتُ بِلَا لَّا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يُبْتَدِرُونَ ذَالِكَ الْوَضُوءَ
 فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ
 أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا لَا أَخَذَ عَنزَةً
 فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 حَلَّةٍ حَمْرَاءٍ مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنزَةِ بِالنَّاسِ
 رُكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالذَّوَابَّ يَمْرُونَ بَيْنَ يَدِي
 الْعَنزَةِ مُتَّفِقًا عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب السترة)

☆ ترجمہ

حضرت اہل حقیقت سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو
 مکے کے ابطح مقام میں چمڑے کے سرخ خمیے میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ
 انہوں نے حضور ﷺ کے وضو کا پانی لیا، اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ
 رہے ہیں جس نے اس میں سے کچھ پالیا تو اسے مل لیا، اور جس نے نہ پایا تو اس نے اپنے
 ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی، پھر میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا انہوں نے ایک نیزہ
 لیا اور اسے گاڑ دیا اور نبی ﷺ سرخ جوڑے میں دامن سمیٹے تشریف لائے نیزے کی
 طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دور کعتیں پڑھائیں، اور میں نے لوگوں اور جانوروں کو
 نیزے کے آگے سے گزرتے دیکھا۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی ابو حنیفہ کا نام وہب ابن عبد اللہ عامری ہے۔ آپ بہت نو عمر صحابی ہیں حضور ﷺ کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے۔ ۷۲ھ کوفہ میں وصال ہوا۔

مکہ شریف کا مقام ابطح جنتِ مُعلیٰ سے آگے منیٰ کی جانب ہے جسے وادی محصّب اور بَطْحَا بھی کہا جاتا ہے اور اسی نسبت سے حضور ﷺ کو اَبْطَحِی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ابطح کے معنی ہیں بجزی والا میدان جہاں بارش میں سیلاب آجاتا ہو۔

حضور ﷺ نے خیمہ میں وضو کیا، غسل ایک لگن میں گرا، حضرت بلالؓ وہ پانی کا لگن باہر صحابہؓ کے پاس لائے تاکہ صحابہؓ اس سے برکتیں حاصل کر لیں۔ صحابہ کرامؓ اس غسل شریف پر ٹوٹ پرے لوگ پانی حاصل کرنے اور برکت لینے کے لئے دوڑ رہے تھے کیونکہ وہ پانی حضور ﷺ کے اعضاء مبارک سے لگ کر نورانی بھی ہو گیا اور نور گر بھی۔ پھول سے لگی ہوئی ہوا دماغ کو مرکا دیتی ہے۔ حضور ﷺ کے جسم اطہر سے لگا ہوا پانی روح و ایمان مرکا دے گا۔

جس کو پانی مل گیا اس نے جسم پر مل لیا جسے نہ ملا اس نے تری لی اور اسے اپنے سر اور منہ پر مل لیا۔ (مرآت)

صاحبِ مرقات نے فرمایا کہ حضرت ابو طیبہؓ نے حضور ﷺ کا نصد کیا اور خون نکال کر جائے پھینکنے کے پی لیا۔

یاد رہے ہمارا فضلہ وضو کا پینے کے قابل نہیں کیونکہ وہ ہمارے گناہ لے کر

نکلا ہے۔ حضور ﷺ کا غسل متبرک ہے کیونکہ وہ نور لے کر نکلا۔ بعض مرید اپنے مشائخ کا جھوٹا پانی تعظیم سے استعمال کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضور ﷺ کے سرخ جوڑے سے مراد خالص سرخ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا نہیں ہے کیونکہ یہ تو مرد کے لئے منع ہے، بلکہ سرخ خطوط سے مخطط کپڑا مراد ہے یا سرخ سوت سے بنا ہوا کپڑا۔

آپ ﷺ نے فجر یا ظہر کی دور کعتیں پڑھائیں کیونکہ آپ ﷺ مسافر تھے غالباً یہ واقعہ الوداع یا سمرۃ القضاء کا ہے۔

راوی کا کہنا کہ سترہ سے آگے لوگوں اور جانوروں کو گزرتے دیکھا۔ امام کا سترہ ساری جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔ اس سے آگے سے گزرتا جائز ہے۔ لہذا جب جماعت ہو رہی ہو تو مقتدیوں کے آگے سے گزرتا بالکل جائز ہے۔ اور اس میں گناہ نہیں ہے، اس لئے جب اگلی صف میں جگہ خالی ہو تو پچھلی صف کے آگے سے گزر کر اگلی صف میں جانا بالکل جائز ہے۔ (مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ بزرگان دین کے جسم سے جو چیز لگ جائے اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے وضو کے پانی کو متبرک سمجھ کر ہی اپنے جسموں پر مل لیا اور حضور ﷺ نے منع نہ فرمایا۔ (فیوض الباری)

واضح رہے کہ امام اعظم کے نزدیک وضو کا غسل نجس یعنی پلید ہے۔ اس سے مراد نام لوگوں کے وضو کا غسل ہے۔ حضور ﷺ کے وضو کرنے سے جو پانی گرتا ہے وہ امام صاحب کے نزدیک پاکیزہ اور پاکیزہ کرنے والا ہے، بلکہ حضور ﷺ کے فضلاتِ کریمہ پاک ہیں۔ بزاز، حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم میں ہے کہ صحابہ

کی ایک بڑی جماعت نے حضور ﷺ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا جن میں ابو طیبہ ،
عبداللہ ابن زبیر اور حضرت علیؓ شامل ہیں۔ نیز حاکم ، دارقطنی اور ابو نعیم میں ہے
کہ اُمّ ایمن نے حضور ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا۔ چنانچہ اُمّ ایمن فرماتی ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے رات کو اٹھ کر گھر کی جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا۔ پھر
میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس پیشاب کو پی لیا صبح میں نے حضور ﷺ
کو رات کا واقعہ بتلادیا آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ اس کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی
بیماری نہیں ہوگی۔ (شرح مسلم از علامہ سعیدی)

☆ حدیث نمبر ۸۳

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيُ مَعَ ا
لنَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي فَيَوْمَ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ
الْعِشَاءِ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَأَفْتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأ
نَحَرَ فَرَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَخَذَهُ وَانصَرَفَ فَقَالُوا لَهُ
أَنَا فَقَتَ يَا فَلَانُ قَالَ لَا وَاللَّهِ وَلَا تَيْنَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَلَا
خَيْرَ نَهَ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا
أَصْحَابُ نَوَاضِحٍ نَعْمَلُ بِهَا لِنَهَارٍ وَإِنْ مَعَاذًا صَلَّى
مَعَكَ الْعِشَاءِ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَأَفْتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأ
قَبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَعَاذٍ فَقَالَ

يَا مَعَاذُ أَفْتَانُ أَنْتَ إِقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَإِذَا
يَغْشَىٰ وَتَسْبِحُ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب القراءة فی الصلوة)

☆ ترجمہ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر آپ اپنی قوم کی امامت کرتے۔ ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھی، پھر اپنی قوم میں آئے ان کے امام بنے اور سورہ بقرہ شروع کر دی، تو ایک شخص پھر گیا کہ اس نے سلام پھیر کر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا، لوگوں نے کہا اے فلاں کیا تو منافق ہو گیا ہے، بولا نہیں، رب کی قسم میں نبی ﷺ کی خدمت میں جاؤنگا اور آپ ﷺ کو یہ خبر دوںگا پھر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ اونٹ والے ہیں دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت معاذؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم میں آئے سورہ بقرہ شروع کر دی، تب حضور رسول کریم ﷺ حضرت معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ! کیا تم فتنہ گر ہو؟ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَالضُّحَىٰ وَإِذَا يَغْشَىٰ اور تَسْبِحُ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ پڑھا کرو۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ نفل پڑھ لیتے تھے، پھر اپنی قوم میں آکر انہیں فرض پڑھاتے تھے۔ کیونکہ یہاں یہ ذکر نہیں کہ آپ پہلے

فرض پڑھ لیتے تھے اور بعد میں نفل۔ نیز یہ فعل حضرت معاذؓ کا ہے اور راوی حضرت جابرؓ ہیں، اور کسی کی نیت صرف اندازے سے معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ فرض ہی پڑھتے ہوں اور قوم کے ساتھ بھی فرض ہی پڑھتے تھے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب ایک فرض دوبار پڑھے جاتے تھے۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک فرض دوبار پڑھنے سے منع کیا گیا۔ اور اگر آپ حضور ﷺ کے پیچھے فرض ہی پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کے ساتھ نفل تو یہ آپ کا اجتہادی عمل ہے جس کی حضور ﷺ کو اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ اطلاع ہونے پر حضور ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ چنانچہ امام احمد نے حضرت سلیم سلمیٰ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں حضرت معاذؓ کا یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ، تم فتنہ گرنے والے ہو یا تو میرے ہی ساتھ نماز پڑھا کرو یا اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھایا کرو۔ بہر حال یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں اور اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز ہو، لیکن خیال رہے کہ فرض والے کے پیچھے نفل والے کی نماز جائز ہے۔ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ترمذی، ابو داؤد اور احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں،، أَلَمَامٌ ضَامِنٌ،، امام ضامن ہے یعنی مقتدی کی نماز امام کے ضمن میں ہے اور ظاہر ہے کہ فرض، نفل کو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے نہ کہ نفل فرض کو۔ (لمعات)

ایک صاحب نے جماعت سے نماز شروع کی مگر جب حضرت معاذؓ نے سورۃ بقرہ شروع کی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ پوری سورۃ بقرہ پڑھیں گے تو وہ نماز توڑ کر جماعت سے نکل گئے اور علیحدہ فرض پڑھ کر چلے گئے یہ صاحب خرام ابن ابی کعب

(مرقات)

انصاری ہیں۔

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت سے علیحدہ رہنا منافقت کی علامت ہے۔ خواہ نماز علیحدہ پڑھے خواہ الگ بیٹھا رہے۔ دوسرا یہ کہ مقتدیوں پر امام کا احترام لازم ہے، حتی الامکان ان پر زبان طعن دراز نہ کریں دیکھو حضرت خرام اور دوسرے صحابہؓ نے حضرت معاذؓ سے لڑائی شروع نہ کر دی بلکہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں شکایت پیش کی، حضور ﷺ نے انہیں سمجھایا۔

تیسرا یہ کہ امام مسجد کی شکایت سلطان اسلام یا قاضی اسلام سے کر سکتے ہیں کہ وہ امام کو سمجھا بھادیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں سنت صحابہؓ سے ثابت ہے۔

نَوَاضِحُ نَاضِحِيَةٍ كِي جَمْعُ هِيَ نَاضِحٌ وَهِيَ نَاضِحَةٌ هِيَ جَو كَهَيْتُوں كُو پَانِي دے خَوَاهِ اس طَرَح كِه رَهْث چَلَاے يَا اس طَرَح كِه دُور سَے پَانِي اس پَر لَاد كَر لَايَا جَاے اور كَهَيْتُوں مِيں پَھِينَا جَاے، شَكَايَت كَا خَلَاصَه يِه هِيَ كِه هَم لُوك دِن بَهْر كَام كَا ج كِه بَاعْث تَهْك جَاتے هِيں رَات كُو لَبِي قَرَات سَے نَمَاز نَهِيں پڑھ سَكْتے۔

ظاہر یہ ہے کہ شکایت حضرت معاذؓ کی موجودگی میں ہوئی اور اگر ان کے پس پشت ہوئی تو نسبت نہیں بلکہ اصلاح ہے جیسے استاد سے بعض شاگردوں کی شکایت کرنا۔

حضور ﷺ نے معاذؓ کو فرمایا کہ چونکہ تمہارے پیچھے کاروباری لوگ بھی ہوتے ہیں اور محنت مزدوری کرنے والے بھی لہذا انہیں نماز مختصر پڑھایا کرو اس واقعہ سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

۱۔ مقتدی بوقت ضرورت نماز توڑ سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ان

صاحب پر نماز توڑنے کی وجہ سے عتاب نہ فرمایا، یہ بھی نہ فرمایا کہ تم نے وہ نماز پڑھ لی ہوتی، پھر مجھ سے شکایت کی ہوتی۔

۲- نماز توڑنا ہو تو پھر سلام پھیر دے کہ یہ سلام اگرچہ بے وقت ہے مگر اسے نماز سے خارج کر دے گا اور اگر یونہی بغیر سلام نماز سے پھر جاوے تب بھی درست ہے۔

۳- امام پر لازم ہے کہ مقتدیوں کے حالات کا خیال رکھے تاکہ لوگ جماعت سے بد دل نہ ہو جائیں۔

خیال رہے کہ یہاں حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کو خلاف ترتیب سورتیں پڑھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ بطور مثال ان سورتوں کا ذکر فرمایا کہ ان جیسی سورتیں اور آیتیں پڑھ لیا کرو۔ (مرآت)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے باگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ میں صرف اس وجہ سے فجر کی نماز میں پیچھے رہتا ہوں کہ فلاں صاحب ہم پر نماز کو لمبا کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ غصہ ہوئے اور پھر فرمایا اے لوگو تم میں سے بعض لوگوں کو دین سے متنفر کرنے والے ہیں پس جو کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ اس کے پیچھے ضعیف، بوڑھے اور کام کاج والے ہوتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا خیال رکھے تاکہ ضعیف، بیمار اور حاجتمندوں کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن یہ مطلب نہیں کہ غیر مسنون طریقہ سے نماز پڑھائے۔ حضور ﷺ مقتدیوں کے خیال سے چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے مگر رکوع و سجود، قومہ و جلسہ اطمینان سے ادا فرماتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی

(فیوض الباری شرح بخاری)

نماز مختصر ہوئی مگر مکمل ہوئی۔

☆ حدیث نمبر ۸۲

وَعَنْ رَبِيعَةَ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ أَبِيتَ مَعَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ
 فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مَرَّافَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ
 أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ
 بِكَثْرَةِ السُّجُودِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ)

☆ ترجمہ

حضرت ربیعہ ابن کعبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ
 ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا تو میں آپ ﷺ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات
 لایا مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لو، میں نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ
 ﷺ کا ساتھ مانگتا ہوں، فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی میں نے عرض کیا بس یہی۔ فرمایا
 اپنی ذات پر زیادہ سجدوں سے میری مدد کرو۔ - (مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی حضرت ربیعہؓ کی کنیت ابو فراس ہے، اسلمی ہیں۔

اصحاب صفہ میں سے تھے۔ پرانے صحابی ہیں۔ سفر و حضر کے حضور ﷺ کے خاص خادم ہیں۔ ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ سفر میں رات کی خدمت خصوصیت سے میرے سپرد تھی اور اگر گھر مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ رات بھر آپ ﷺ کے دروازے پر موجود رہتے اگر حضور ﷺ کو خدمت کی ضرورت ہوتی تو جالاتے۔ ایک رات حسب معمول تمہجد کے وقت وضو کا پانی، مسواک اور مصلیٰ لے کر خدمت میں حاضر ہوا بعض نسخوں میں اتیہ ہے یعنی لایا کرتا تھا۔

ایک رات شان کریمی کی جلوہ گری ہوئی اور دریائے رحمت جوش میں آگیا مجھے انعام دینے کا ارادہ فرمایا۔

اس جگہ صاحب مرقات اور صاحب لمعات فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ باذن الہی اللہ کے خزانوں کے مالک ہیں۔ دین و دنیا کی جو نعمت جسے چاہیں دیں، بلکہ حضور ﷺ احکام شرعیہ کے بھی مالک ہیں، جس پر جو احکام چاہیں نافذ کریں۔ مثلاً حضرت خذیرؑ لن ثابت کی گواہی دو گواہوں کی مثل قرار دی (بخاری) ام عطیہؓ کو ایک مرتبہ نوح (نوح بلند آواز سے رونے کو کہتے ہیں) کی اجازت فرمائی (مسلم) ابی بردہ ابن نیازؓ کو چھ ماہ کی بحری کی قربانی کی اجازت فرمائی، اللہ نے جنت کی زمین کا آپ ﷺ کو مالک بنا دیا جسے چاہیں دیں۔ (مرقات)

حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ مجھے آپ ﷺ جنت میں اپنے ساتھ رکھیں جیسے بادشاہ شاہی قلعہ میں اپنے خاص خادموں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ربیعہؓ نے اس جگہ حضور ﷺ سے صرف جنت ہی طلب نہ کی بلکہ حسب

ذیل چیزیں مانگیں۔

- ۱- زندگی میں ایمان پر استقامت - ۲- نیکیوں کی توفیق
- ۳- گناہوں سے کنارہ کشی - ۴- مرتے وقت ایمان پر خاتمہ
- ۵- قبر کے حساب میں کامیابی - ۶- حشر میں اعمال کی قبولیت
- ۷- پل صراط سے عذراحت گزر - ۸- جنت میں رب کا فضل
- ۹- جنت میں بلند مرتبہ - بلکہ

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات

مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

یہ مذکورہ تمام چیزیں صحابی نے حضور ﷺ سے مانگیں اور حضور ﷺ نے

عنایت فرمادیں۔ لہذا ہم بھی حضور ﷺ سے ایمان، مال، اولاد، عزت، جنت

سب کچھ مانگ سکتے ہیں۔ یہ مانگنا سنت صحابہؓ ہے۔ حضور ﷺ کے لنگر سے یہ سب کچھ

قیامت تک بٹتا رہے گا۔ اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت

ربیعہؓ نے حضور سے حضور ﷺ کو ہی مانگا۔ مگر چونکہ حضرت ﷺ جنت میں ہی ملیں

گے لہذا جنت کا بھی ذکر کر دیا۔

سرکار ﷺ نے گویا صحابی کو فرمایا کہ تمہاری یہ درخواست منظور ہے، کچھ اور

بھی چاہتے ہو۔ عرض کیا "جب چمن الہی کا پھول مل گیا تو پتوں کی کیا ضرورت ہے

"کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔"

جہانے مختصر خواہم کہ آنجا

بمیں جائے من و جائے تو باشد

ترجمہ = میں ایک مختصر جہاں چاہتا ہوں، یہی کہ ایک میری اور ایک تیری

جگہ ہو۔

سرکار ﷺ نے فرمایا جنت میں تمہیں اعلیٰ مقام پر پہنچانا میرے کرم سے ہے، نہ کہ محض تمہارے سجدوں سے تم اپنے سجدوں سے مجھے اس کام میں ادا دو۔
 عَلِي نَفْسِيكَ فَرَمَا كَرِ اِشَارَةً فَرَمَا يَا كَمَا كَمَا نَفْسِي كَمَا مَخَالَفَتِ جَنَّتِ كَا ذَرِيْعَةً هِيَ۔
 (مرقات)

کثرتِ سجد سے بتایا گیا کہ فقط نماز ہی جگہ پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل کثرت سے پڑھو، تاکہ میرے قرب کے لائق ہو جاؤ۔ جیسے بادشاہ کے کہ میرے پاس آنا ہے تو اچھا لباس پہنو، حاضری بادشاہ کے کرم سے ہے اور اچھا لباس دربار کے آداب میں سے ہے۔

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں (مرآت)
 اس جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں (فارسی عبارت کچھ اس طرح ہے)
 “واذا اطلاق سوال کہ فرمود سل خواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد ہر کر خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔“

ترجمہ = آپ ﷺ نے سوال کے مطلق ہونے کے بارے میں فرمایا کہ پوچھ، اور پوچھ کچھ کو کسی مقصود سے مخصوص نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ ﷺ کی ہمت اور کرامت کے ہاتھوں میں ہیں، آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اور جس کسی کے لئے چاہتے ہیں اپنے رب کے حکم سے دیتے ہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا

وَمِنْ عُلُومِكُمْ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

ترجمہ = کیونکہ دنیا اور اس کی سوکن (آخرت) آپ کی سخاوت میں سے ہیں، اور لوح اور قلم کے علوم آپ کے علوم میں سے ہیں۔

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاہش میاؤ ہر چہ میخوای تمنا کن

ترجمہ = اگر تجھے دنیا اور آخرت کی خیریت کی خواہش ہے تو آپ ﷺ کی درگاہ میں آجا، جو چیز بھی چاہتا ہے اس کی آرزو کر (مانگ لے) (اشعریہ)

☆ حدیث نمبر ۸۵

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عَيْدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوة علی النبی وفضلها)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اپنے گھر کو قبور نہ بناؤ اور میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجا کرو کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔ (نسائی)

☆ تشریح

یعنی گھروں میں مردے دفن نہ کرو، باہر جنگل میں دفن کرو۔ اپنے گھر میں دفن ہونا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے یا اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح اللہ کے ذکر سے خالی مت رکھو بلکہ فرائض مسجدوں میں ادا کرو اور نوافل گھر میں۔

جس طرح عید گاہ میں سال میں صرف دو بار جاتے ہو ایسے میرے مزار پر نہ آؤ۔ بلکہ اکثر حاضری دیا کرو یا جیسے عید کے دن کھیل کود کے لئے میلوں میں جاتے ہو ایسے تم ہمارے روضہ پر بے ادبی سے نہ آیا کرو بلکہ بالادب رہا کرو۔

فرمان عالی کہ ”تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے“۔ یہاں صاحبِ مرقات ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ ارواحِ قدسیہ بدن سے نکل کر ملائکہ کی طرح ہو جاتی ہیں کہ وہ سارے عالم کو کفِ دست کی طرح دیکھتی ہیں اور ان کے لئے کوئی شے حجاب نہیں رہتی۔

اسی طرح اشعة اللمعات میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اسی کی مثل بیان فرمایا۔

لہذا اس حدیثِ مبارک کے معنی یہ ہوئے کہ تم جہاں بھی ہو تمہارے درود کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے جب آج کل بجلی کی طاقت سے وائر لیس اور ریڈیو کے ذریعے ہزاروں میل کی آواز سن لی جاتی ہے یا جس طرح آج ڈش انٹینا کے ذریعے پوری دنیا کی معلومات نہ صرف سنی جاسکتی ہیں بلکہ آنکھوں کے سامنے موجود نظر آتی ہیں تو اگر طاقتِ نبوت سے درود کی آواز سن لی جائے تو کیا بعید ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صد ہا میل سے پیراہن حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پائی،

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز سنی حالانکہ آج تک کوئی طاقت چیونٹی کی آواز نہ سنا سکی۔ معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ جو سید الانبیاء ہیں جن کی خاطر کائنات معرض وجود میں آئی اور آپ ﷺ درود خوانوں کی آواز ضرور سنتے ہیں۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۶

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يَصَلِّ عَلَيَّ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكَبِيرَ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوة علی النبی ﷺ وفضلها)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اس کی ناک گرد آلود ہو جس پر رمضان آئے اور پھر اس کی بخشش سے پہلے گزر جائے۔ اس کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک بڑھاپا

پائے اور اسے جنت میں نہ پہنچائیں۔

(ترمذی)

☆ تشریح

یعنی ایسا مسلمان ذلیل و خوار ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے عربی میں اس بدعا سے مراد اظہار ناراضگی ہوتا ہے۔ حقیقتاً بدعا مراد نہیں ہوتی۔ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور ﷺ کا نام شریف آئے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ مگر یہ استدلال کمزور سا ہے کیونکہ رَغِمَ أَنْفًا ہلکا کلمہ ہے۔ جس سے درود کا استحباب (یعنی مستحب ہونا) ثابت ہو سکتا ہے۔ نہ کہ وجوب مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بے وقوف ہے۔

وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور عبادت کر کے گناہ نہ بخشوائے، یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں والدین کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنتی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ تینوں چیزیں صرف مسلمان کے لئے ہی ہیں کافر کسی نیکی سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۸۷

وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي
 أَكْثَرُ الصَّلَاةِ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي
 فَقَالَ مَا سِئْتِ قُلْتُ الرَّبْعَ قَالَ مَا سِئْتِ فَإِنْ زِدْتِ فَهُوَ
 خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا سِئْتِ فَإِنْ زِدْتِ فَهُوَ
 خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ فَالثَّلَاثِينَ قَالَ مَا سِئْتِ فَإِنْ زِدْتِ فَهُوَ
 خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ إِذَا يَكْفِي
 هَمَّكَ وَيُكْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ رَوَاهُ الْقِرْمَازِيُّ

(مشکوٰۃ باب الصلوة علی النبی ﷺ)

☆ ترجمہ

حضرت ابی کعبؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول
 اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر بہت درود پڑھتا ہوں، تو کتنا درود مقرر کروں فرمایا جتنا
 چاہوں نے کہا، چہارم فرمایا جتنا چاہوں، اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے
 عرض کیا آدھا، فرمایا جتنا چاہوں اگر بڑھا لو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا دو تہائی
 فرمایا جتنا چاہوں، لیکن اگر زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا میں سارا
 درود ہی پڑھوں گا، فرمایا تب تو تمہارے غموں کو کافی ہو گا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا۔

(ترمذی)

☆ تشریح

بعض شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں صلوة سے مراد دعائیں ہیں۔ سوال کا مقصد یہ ہے کہ میرے لئے حد مقرر فرمادی جائے کہ اپنے تمام وظائف میں درود کتنا پڑھوں اور باقی ذکر اذکار اور دعائیں کتنی۔

مَا بَشَّرْتُ فرما کر بتا دیا کہ زیادتی درود نفل ہے، نفل میں متعین کرنے کا حق بندے کو ہوتا ہے۔ راوی کے چہارم یا نصف فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام وظائف کا تہائی یا نصف درود پڑھوں باقی سارے وظیفے۔ جواب ملا کہ درود جتنا بڑھاؤ گے اتنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

راوی نے عرض کیا میں سارے درود و وظائف اور دعائیں چھوڑ کر سب کی بجائے درود ہی پڑھوں گا کیونکہ اپنے لئے دعائیں مانگنے سے بہتر یہ ہے کہ ہر وقت آپ ﷺ کو دعائیں دیا کروں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کر لیا تو تمہاری دین و دنیا دونوں سنبھل جائیں گی۔ دنیا میں رنج و غم دفع ہوں گے اور آخرت میں گناہوں کی معافی ہوگی۔ اسی بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ جو تمام دعائیں وظیفے چھوڑ کر ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا۔ اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہوں گی۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنا در حقیقت رب سے اپنے لئے بھیک مانگنا ہے، ہمارے بھکاری ہمارے بچوں کو دعائیں دے کر ہم سے مانگتے ہیں۔ ہم رب کے بھکاری ہیں اس کے حبیب ﷺ کو دعائیں دے کر اس سے

بھیک مانگیں۔ ہمارے درود سے حضور ﷺ کا بھلا نہیں ہو تا بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہوتا ہے۔

(مرآت)

اشعة اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مجھے عبد الوہاب متقی جب بھی مدینہ منورہ سے وداع کرتے تو فرماتے کہ سفر حج میں فرائض کے بعد درود سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں۔ اپنے سارے اوقات درود میں گھیرا اور اپنے کو درود کے رنگ میں رنگ لو۔ (اشعۃ)

☆☆☆☆☆

☆ حدیث نمبر ۸۸

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفِرُوا بِأَبِ الْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ رَوَاهُ لِيَرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ حَبَّانَ وَطَبْرَانِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

☆ ترجمہ

حضرت رافع بن خدیجؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ نماز فجر اجالا (روشنی) کر کے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

(نسائی، ابن ماجہ، شہتمی، ابن حبان، ابو داؤد، طبرانی اور ترمذی، اور ترمذی

نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

☆ تشریح

ہر زمانہ اور ہر موسم میں مستحب یہ ہے کہ نماز فجر خوب روشنی ہو جانے پر پڑھی جائے، اس ضمن میں بہت احادیث شائد ہیں، نیز حنفیوں کے نزدیک بھی بہتر یہی ہے کہ نماز فجر خوب روشنی میں پڑھی جائے۔

مذکورہ حدیث شریف میں اجالا کرنے سے مراد خوب روشنی پھیل جانا مراد ہے۔ ابو داؤد، ابن ابی شیبہ اور طبرانی وغیرہ نے رافع بن خدیج سے ہی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اے بلال! نماز صبح میں اجالا کر لیا کرو۔ یہاں تک کہ لوگ اجالے کی وجہ سے اپنے پھینکے ہوئے تیر کرنے کے جگہ دیکھ لیا کریں۔ اجالا سے مراد خوب روشنی ہے۔

اسی طرح دیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَوَّرَ بِالْفَجْرِ نَوَّرَ اللَّهُ فِي قَبْرِهِ وَقَلْبِهِ وَقَبِيلٍ فِي صَلَوَاتِهِ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز فجر روشنی میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور اس کے دل میں روشنی کرے گا، ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز میں روشنی کرے)

فقہ کی کتاب نُورًا لِإِيضَاعِ كَاشِيَةٍ فِي كَلْبِهِ كَ فَجْرِ طُلُوعِ آفَاقِ

سے بیس منٹ پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ نیز ہدایہ اولین نے بھی اسفار کی حدیث نقل کی ہے۔

طحاوی شریف نے حضرت علی بن ربیعہ سے روایت کی قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ يَا قَنْبِرُ اَسْفِرْ اَسْفِرْ (فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا، کہ فرماتے تھے اے قنبر! اجالا کرو) معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ خوب روشنی میں نماز فجر پڑھتے تھے۔

حضرت مفتی احمد یار نعیمیؒ نے جاء الحق میں 129 احادیث نقل فرمائی ہیں جن سے نماز فجر کا اسفار کرنا ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال معلوم ہوا کہ اجالے میں فجر پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ، سنت صحابہؓ اور صحابہ کرام کا اتفاق عمل ہے۔

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ چند وجوہات ذیل کی وجہ سے فجر نماز اجالے میں پڑھی جائے۔

۱- فجر کے لغوی معنی اجالا اور روشنی کے ہیں، لہذا نماز فجر اجالے میں پڑھنے سے نام کام کے مطابق ہوگا جبکہ غلٹ (اندھیرے) میں پڑھنا نام کے مخالف ہوگا۔

۲- اجالے میں نماز پڑھنا زیادتی جماعت کا ذریعہ ہے کیونکہ اکثر مسلمان صبح کو دیر سے اٹھتے ہیں اگر جلدی بھی اٹھیں تو اس وقت بعض لوگ سنتوں کے بعد استغفار وغیرہ پڑھتے ہیں۔

۳- اول وقت فجر کی جماعت کر لینے سے بہت سے لوگ جماعت یا تکبیر اولیٰ سے رہ جاتے ہیں، جبکہ اجالے میں پڑھنے سے تمام نمازی شرکت کر سکتے

ہیں۔

۴۔ جس چیز سے جماعت گھٹ جائے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے، جو جماعت کی زیادتی کا سبب ہو وہ بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو دراز قرات سے اس لئے منع فرمایا کہ مقتدیوں پر بار ہوتی ہے۔

۵۔ اندھیرا جماعت کی کمی کا سبب ہے جبکہ اسفار جماعت کی زیادتی اور مسلمانوں کی آسانی کا ذریعہ۔ نیز اندھیرے میں مسلمانوں کو مسجد میں آنا بھی دشوار ہوگا۔

۶۔ کچھ لوگ فجر پڑھ کر اسی جگہ ذکر اذکار کرتے رہتے ہیں اور سورج طلوع ہونے کے بعد نماز اشراق پڑھتے ہیں ان کے لئے بھی فجر اجالے میں پڑھنا مفید ہے کیونکہ اندھیرے میں پڑھنے سے ان کا زیادہ دیر با وضو اپنی جگہ بیٹھنا مشکل ہو جائے گا۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نماز تہجد کے بعد سنتیں پڑھ کر سو جاتے پھر دوبارہ حضرت بلالؓ حاضر ہو کر نماز فجر کی اجازت طلب کر کے تکبیر پڑھتے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ فجر اجالے میں پڑھتے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو فجر جماعت سے پڑھے پھر سورج نکلنے تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی)

فرمان رسول ﷺ کے مطابق حج اور عمرے کا ثواب پانے کے لئے مناسب

یہی ہے کہ فجر خوب اُجالے میں پڑھی جائے۔

اکثر مشائخ عظام کا بھی یہی معمول دیکھا ہے کہ وہ فجر اُجالے میں ادا کرتے ہیں۔ خیال رہے فجر کا سارے کا سارا وقت افضل اصل ہے۔ اس میں کراہت نہیں۔

فصل الخطاب حصہ اول میں مسلم شریف کی روایت حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فجر ادا کر کے مصلے پر تشریف فرما رہتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھے رہنا سنت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس پیاری سنت پر عمل اسی صورت آسان ہو سکتا ہے کہ فجر اُجالے میں پڑھی جائے۔

فیوض الباری میں سید محمود احمد رضوی طحاوی کی حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے وَصَلَّى اَلصُّبْحِ حِيْنَ كَادَتْ اَلشَّمْسُ اَنْ تَطْلُعَ (صبح کی نماز اس وقت پڑھی کہ قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے)

نیز دوسری حدیث مسلم، ترمذی، طحاوی کی روایت ہے کہ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اوقات نماز پوچھے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ نماز پڑھو۔ تو آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھی اور اسفار کیا۔ وَصَلَّى اَلنَّجْوَى فَاسْتَسْرَ - (فیوض الباری شرح بخاری)

ہاں اگر کوئی غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھتا ہے تو یہ بھی خلاف سنت نہیں یہ افضلیت میں بحث ہے۔
واللہ اعلم

☆ حدیث نمبر ۸۹

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ فَقْرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ اتُّوا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا قَدْ ذَهَبَ أَهْلُ
الدُّثُورِ بِالذَّرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ
قَالُوا يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَ
يَتَصَدَّقُونَ وَ لَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُونَ وَ لَا نُعْتِقُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أَعَلِمَكُمْ شَيْئًا
تَدْرِكُونَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُونَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَ لَا
يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ
قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تُسَبِّحُونَ وَتُكَبِّرُونَ وَ
تُحَمِّدُونَ دُبْرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ أَبُو
صَالِحٍ فَرَجَعَ فَقْرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْأَمْوَالِ بِمَا
فَعَلْنَا فَفَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ يُوتِيهِ مَنْ يَشَاءُ مُتَّفَقًا عَلَيْهِ
وَلَيْسَ قَوْلُ أَبِي صَالِحٍ إِلَى آخِرِهِ إِلَّا عِنْدَ مُسَلِّمٍ وَ فِي
رَوَايَةِ لِلْبُخَارِيِّ تُسَبِّحُونَ فِي دُبْرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَ

تُحَمِّدُونَ عَشْرًا وَتُكَبِّرُونَ عَشْرًا بَدَلًا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ -

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مہاجر فقراء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے کہ مالدار بڑے درجے اور دائمی نعمت لے گئے فرمایا یہ کیسے؟ عرض کیا جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں، وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں، وہ بھی رکھتے ہیں اور وہ خیرات کرتے ہیں، ہم نہیں کرتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرتے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جس سے تم آگے والوں کو پکڑ لو اور پیچھے والوں سے آگے بڑھ جاؤ۔ اور تم میں سے کوئی افضل نہ ہو۔ اس کے سوا جو تم جیسے کام کرے بولے ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا ہر نماز کے بعد 33، 33 بار تسبیح، تکبیر اور حمد کرو۔ ابو صالحؓ کہتے ہیں کہ پھر مہاجر فقراء حضور ﷺ کی خدمت میں لوٹے اور عرض کیا کہ ہمارے اس عمل کو ہمارے مالدار بھائیوں نے سن لیا تو انہوں نے بھی یونہی کیا، تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (بخاری و مسلم)

ابو صالحؓ کا قول صرف مسلم کی روایت میں ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار حمد اور دس بار تکبیر کہو بجائے 33 بار کے۔

☆ تشریح

فقراء مہاجرین کہنے لگے کہ مالدار ہمارے مقابلے میں درجات میں بڑھ

گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہو گئے۔ اس میں نہ تو رب کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد، بلکہ ان پر رشک ہے اور دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا۔ یہ ہے رشک، حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا۔ فقراء مہاجرین نے کہا کہ بدنی عبادتوں میں وہ ہمارے برابر ہیں اور مالی عبادتوں میں ہم سے بڑھ کر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ شاکر غنی صابر فقیر سے افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل، کیونکہ رب نے فرمایا اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے، اور فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی شکر سے نعمتیں ملتی ہیں اور صبر سے اللہ تعالیٰ ملتا ہے۔

حدیث پاک میں آگے پیچھے سے درجوں میں آگے پیچھے ہونا مراد ہے نہ کہ زمانہ میں۔ یعنی جو صحابہ کرام تم سے درجہ میں بڑھ گئے ہیں، ان کلمات کی وجہ سے، تم ان کے برابر ہو جاؤ گے اور جو تمہارے برابر ہیں اور یہ کلمات نہیں پڑھتے، ان سے تم بڑھ جاؤ گے، ورنہ غیر صحابی کتنی ہی نیکیاں کریں صحابی کی گردِ قدم کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ وہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ سارے فرشتوں سے افضل، کیونکہ وہ خادمِ انبیاء ہیں۔ تو صحابہ کرام انبیاء کے بعد ساری مخلوق سے افضل کیونکہ وہ خادمِ جناب مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

یک زمانہ صحبتے با مصطفیٰ

بہتر از لکھ سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ۔ حضور مصطفیٰ ﷺ کی ایک گھڑی صحبت کرنا، لاکھ سالہ عبادت بے ریا سے بہتر ہے۔

فرمایا جو غنی صحابی یہ پڑھے گا وہ تم سے افضل ہو جائے گا۔ اور فرمایا کہ نماز
بجگانہ کے بعد 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 33 بار اللہ اکبر کہہ لیا کرو یہ
تسبیح فاطمہؑ کہلاتی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے تقریباً یہی تسبیح حضرت فاطمہؑ الزہراء
کو بتائی تھی۔ اسی بناء پر آج تسبیح کے دانوں میں 33 دانوں پر ایک نائب امام ڈالا جاتا
ہے۔

خیال رہے کہ ظہر، مغرب اور عشاء میں یہ تسبیح سنتیں وغیرہ پڑھ کر پڑھی
جائے گی۔

فقراء مہاجرین کا دوبارہ مدعا یہ تھا کہ اب کوئی اور خفیہ عمل بتایا جائے، وہ راز
تو کھل گیا کہ وہ بھی یہی کچھ کرنے لگے۔

فرمایا اب تم صبر کرو اور رب کے دئے پر راضی رہو یہ غبطہ (رشک) بھی
عبادت ہے اور تم اس پر صبر کر کے بڑا اور جہ پاؤ گے۔

خیال رہے پہلی روایت جس میں 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 33
یا 34 بار اللہ اکبر ہے۔ یہ زیادہ قوی ہے اور اسی پر امت کا عمل ہے۔

مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
جو ہر نماز کے بعد 33 بار تسبیح، 33 بار حمد الہی اور 33 بار تکبیر کہہ لیا کرے تو یہ
99 ہوئے اور 100 پورا کرنے کے لئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے تو اس
کے گناہ بخش دئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں۔

(مرآت)

شارح بخاری فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں امیر بھی تھے اور غریب بھی

اور دولت مند بھی، فرائض کے علاوہ امور خیر یعنی جہاد، فقیروں مسکینوں کی مالی مدد وغیرہ میں بھی حصہ لیتے تھے۔ اس لئے غرباء کو رشک ہوا کہ امیر صحابہؓ نے ہم سے زیادہ ثواب حاصل کر لئے، تب رسول کریم ﷺ نے تسبیح فاطمہؓ پڑھنے کا حکم فرمایا کہ یہ وظیفہ پڑھنے سے تم کو بھی ان کے برابر ثواب مل جائے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیں۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی، یا حضور ﷺ امیروں نے بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ذَلِكُ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے) (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۹۰

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب ما علی الامام)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی کرے کہ ان میں بہمار اور کمزور
لور پڑھے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو جتنی چاہے دراز کرے۔ (بخاری و مسلم)

☆ تشریح

افسوس کہ اب عوام کے اماموں کا حال اس حدیث کے برعکس ہے کہ اکیلی
نماز مختصر پڑھتے ہیں اور جماعت کی نماز بہت لمبی، خدا ہدایت دے۔
حضرت قیس ابن حازم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود نے
خبر دی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں فلاں کی وجہ سے
نماز فجر سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ بہت دراز کرتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو
اس دن سے زیادہ کسی وعظ میں غضبناک نہ دیکھا۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ
نفرت والے ہیں۔ جو کوئی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر کرے۔ کیونکہ ان میں
کمزور، پوڑھے اور کام کاج والے ہیں۔

معلوم ہوا کہ امام کے تصور کی بناء پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو
گنہگار وہ نہیں بلکہ امام ہے۔ نیز حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے
نہ یہ غیبت ہے اور نہ امام سے سرتابی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم امام کی اصلاح کر سکتا
ہے۔

حضرت عثمان ابن اہل العاص فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے جو
آخری عہد لیا تھا وہ یہ تھا کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو انہیں ہلکی نماز پڑھاؤ۔ ایک
دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے دل میں کچھ پاتا ہوں، فرمایا قریب آؤ، مجھے اپنے سامنے بٹھایا اپنا ہاتھ میرے سینے پر دو پستانوں کے درمیان رکھا پھر ہاتھ مبارک میری پیٹھ میں دو کندھوں کے درمیان رکھا، پھر فرمایا اپنی قوم کی امامت کرو۔ جو کسی قوم کا امام ہو تو نماز ہلکی پڑھائے کہ ان میں بوڑھے بیمار، کمزور اور کام کاج والے ہیں اور جب کوئی نماز اکیلے پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے۔

(مسلم)

حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ کے دل کی ساری بیماریاں جاتی رہیں، جرات و ہمت پیدا ہوئی تب یہ حکم دیا گیا، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک دافع البلاء، مشکل کشا ہے۔ کیوں نہ ہو جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی بیماریاں دور کر سکتی ہے تو سید الانبیاء ﷺ کا ہاتھ بلکہ آپ ﷺ کا لعاب دہن آپ ﷺ کے تبرکات قلب و قالب کی تمام بیماریاں ایک آن میں دفع کر سکتے ہیں ان کے سہارے سے کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں اور کم ہمت دلیر۔

نسائی میں حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِاللَّتَّخْفِيفِ وَيُؤْمِنُنَا بِاللِّصَّافَاتِ (نبی کریم ﷺ ہم کو ہلکی نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صافاات سے ہماری امامت کرتے تھے) یعنی حضور ﷺ بہت لمبی نماز پڑھاتے تھے، وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی قرأت میں ایسی دلکشی اور جاذبیت تھی کہ صحابہؓ پر لمبی نماز بھی ہلکی ہوتی تھی اور ان حضرات پر ایسا فیضان ہوتا تھا کہ بیمار اپنی بیماری بھول جاتے تھے۔ کام کاج والے اپنی حاجات فراموش کر دیتے تھے اور کمزور طاقتور بن جاتے تھے، لہذا حضور ﷺ کے

(مرآت)

احکام اور ہیں ہمارے اور۔

صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ اس وقت صحابہؓ کے ذوق کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ ایک رکعت میں تمام عمر گزر جائے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جنہوں نے وہ چہرہ دیکھا، مبارک ہیں وہ کان جنہوں نے خدا بھائی آواز سنی (مرقات) خیال رہے اس حدیث مبارک میں عام حالات کا ذکر ہے ورنہ بعض خصوصی حالات میں حضور ﷺ نے نمازیں مختصر بھی پڑھائی ہیں۔ (مرآت)

شارحِ بخاری سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں کہ جب کوئی اکیلا نماز پڑھے تو مرضی سے طول دے سکتا ہے مگر امامت میں سنت پر عمل کرتے ہوئے طوالت نہ کرے کہ لوگ اکتا جائیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ لمبی نماز پڑھانے پر تعزیر بالکل جائز ہے۔ اور جب دینی کاموں میں کوئی منکر نظر آئے تو غضب کا اظہار بھی جائز ہے۔

(فیوض الباری)

شارحِ مسلم لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی قرأت سے صحابہؓ کو اس قدر کیف و سرور آتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری، بیماروں کو بیماری، حاجتمندوں کو حاجتیں بھول جاتی تھیں، ان کی آرزو ہوتی تھی کہ ہماری عمر قیامت تک ہو اور حضور ﷺ کے پیچھے ایک ہی رکعت میں عمر تمام ہو جائے۔

حاصل کلام یہ کہ مقتدیوں پر رعایت کرتے ہوئے قرأت کم کرنا نہ صرف

(شرح مسلم)

جائز بلکہ سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

☆ حدیث نمبر ۹۱

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ يُصَلِّيُ يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ وَمَرَّ بِعُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّيُ رَافِعًا صَوْتَهُ قَالَ فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَرَرْتُ بِكَ وَ أَنْتَ تُصَلِّيُ تَخْفِضُ صَوْتَكَ قَالَ قَدْ أَسْمَعْتُ مِنْ نَا جِيئْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَقَالَ لِعُمَرَ مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّيُ رَافِعًا صَوْتَكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْقِظْ أَلْوَسْنَانَ وَاطْرُدِ الشَّيْطَانَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَا بَكْرٍ أَرْفَعُ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَقَالَ لِعُمَرَ أَخْفِضُ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ

(مشکوٰۃ باب صلوة الیل)

☆ ترجمہ

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور ابو بکر صدیق تک پہنچے وہ نماز پڑھ رہے تھے، بہت پست آواز سے

اور حضرت عمرؓ پر گزرے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے بلند آواز سے۔ راوی فرماتے ہیں کہ جب یہ دونوں حضور ﷺ کے پاس جمع ہوئے تو فرمایا، اے ابو بکر! ہم تم پر گزرے تو تم پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس سے مناجات کر رہا تھا اسے سنالیا۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ہم تم پر گزرے تم بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سوتوں کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا۔ فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اے ابو بکر! تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کچھ پست کرو۔

(ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی ہے)

☆ تشریح

حضور ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے شب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ سلطان کارات میں گشت لگانا تاکہ رعایا کے حالات معلوم کرے سنت ہے۔ اسی طرح استاد و شیخ کا اپنے شاگردوں، مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا مسنون ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی یہ گشت اب بھی جاری ہے۔ اپنی امت کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے دنیا میں گشت فرماتے ہیں۔ صوفیاء نے بعض دفعہ مشاہدہ بھی کیا ہے اور کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز تہجد میں قرأت نہایت آہستہ کر رہے تھے اور حضرت فاروق اعظمؓ خوب اونچی آواز میں قرأت کر رہے تھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ پر طریقت کا غلبہ ہے اور حضرت عمرؓ پر شریعت کا غلبہ ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے سرکارِ دو جہاں ﷺ کے پوچھنے پر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ رب تعالیٰ کو سنانا مقصود تھا۔ وہ تو آہستہ آواز بھی سنتا ہے، فرماتا ہے فَاِنَّهُ يَعْلَمُ الْسِرَّ وَ الْخَفِي (اور اسے بھی جانتا ہے جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے) پھر جہر کی کیا حاجت ہے۔

حضرت عمرؓ نے جو با عرض کیا کہ میں تہجد میں رب تعالیٰ کو سنانے کے علاوہ دو کام اور بھی کر رہا تھا، سوتوں کو جگانا، تاکہ میری آواز سن کر جاگ جائیں، اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں اور شیطان کو بھگانا کہ جہر کی برکت سے شیطان مجھے دوسوہ میں نہ ڈال سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اذان کی طرح قرآن کریم کی آواز سے بھی بھاگتا ہے۔ یہ حدیث شریف ذکرِ جہر کرنے والے صوفیاء کی بھی دلیل ہے، اور ذکرِ خفی والوں کی بھی دلیل ہے۔ دونوں اللہ کے پیارے ہیں نیت سب کی اچھی ہے۔

خَيْرَ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا (کاموں میں بہتر میانہ روی کا کام ہے)

سرکارِ ﷺ نے حکم فرمایا کہ نہ تو اتنی بلند قرأت کرو کہ دوسروں کو تکلیف ہونہ اتنی آہستہ کہ بالکل پتہ ہی نہ لگے۔ دونوں صاحبِ درمیانی روش اختیار کرو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (اور ڈھونڈ لو ان دونوں کے پچ میں کوئی راستہ)۔

اے صدیق خالق کو سنانے کے ساتھ مخلوق کو اپنی قرأت سے فائدہ پہنچاؤ اور اے عمرؓ مخلوق پر کچھ نرمی کرتے ہوئے اپنے نفس پر بھی زیادہ مشقت نہ ڈالو۔ سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم ہے۔

ابو داؤد کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رات کھڑے ہو کر دس آیتیں پڑھے تو

وہ غافلوں میں نہ لکھا جائے گا۔ اور جو کھڑے ہو کر سو آیتیں پڑھے وہ مطیعوں میں سے لکھا جائے گا۔ اور جو کھڑے ہو کر ہزار آیتیں پڑھے تو وہ بہت ثواب والوں میں لکھا جائے گا۔

مقصد یہ ہے کہ جو تہجد کی ایک یا دو رکعت میں فاتحہ کے بعد دس آیات تلاوت کرے تو اس کا یہ فائدے ہو گا کہ اس کا نام غافلوں کے رجسٹر میں نہ آئے گا، انشاء اللہ ذاکرین میں ہو گا۔ اسی طرح 100 آیات پڑھنے پر اس کا شمار ان نیک نیتوں کے ذمہ میں ہو گا جنہوں نے ساری زندگی اطاعت الہی میں گزاری یا اللہ تعالیٰ اس عبادت کی برکت سے اسے اپنی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کی توفیق دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس میں تہجد کی قید نہیں بلکہ نماز سبکدانہ یا خارج نماز بھی تلاوت کا یہی درجہ ہے۔ اسی لئے شاید اکثر اہل اللہ ایک پارہ روزانہ منزل پڑھتے ہیں (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۲

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَّسَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ -

(مشکوٰۃ باب التحریص علی قیام اللیل)

☆ ترجمہ

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری رات کے وسط میں رب تعالیٰ اپنے بندے سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اگر تم یہ کر سکو کہ اس گھڑی اللہ کے ذاکرین میں سے ہو تو من جاؤ۔ (ترمذی)

☆ تشریح

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں رب کی رحمت اور اس کی رضا بندے سے بہت قریب ہوتی ہے۔ یاد رہے یہاں قربت اوقات مراد ہے اور سجدے سے قرب احوال مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث مبارک اس کے خلاف نہیں کہ سجدے میں رب بندے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اگر بندہ اس وقت سجدے میں گرا ہو تو اسے وقت کا بھی قرب حاصل ہوگا اور حال کا بھی قرب حاصل ہوگا۔ (مرقات)

اس حدیث پاک میں خطاب حضرت عمرو بن عبسہؓ سے ہے اور ان کے ذریعے سے ہم سب لوگوں سے خطاب ہے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق مجدد دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان عمرو بن عبسہؓ کے ایمان لانے کے وقت تھا۔ آپؐ بیت اللہ شریف میں حضور ﷺ کی نماز تہجد دیکھ کر فدا ہو گئے تھے اور اسی وقت ایمان لے آئے۔ آپؐ چوتھے مومن ہیں۔

دیوانہ کنی و ہر دو جہانش بخشی

دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

ترجمہ - اپنا دیوانہ بناتا ہے اور دونوں جہاں بخش دیتا ہے

تیرے دیوانے کو دو جہانوں سے کیا واسطہ ہے

(اشعۃ اللمعات)

شرح سنہ میں ایک اور حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ پہلا وہ جو رات میں نماز (تہجد) پڑھنے کھڑا ہو دوسری وہ قوم جو نماز میں صف باندھیں اور تیسری وہ قوم جو دشمن سے جنگ کی خاطر صف آرا ہوں۔

حدیث پاک میں اشارتا فرمایا گیا کہ تہجد تنہا پڑھنا چاہئے اور فرائض نماز و جماد جماعت سے۔ چونکہ یہ کام اللہ کو پیارے ہیں لہذا اٹھنا بھی اللہ کو پیارا اور اٹھنے والے بھی پیارے، لہذا اس وقت جاگنا ضروریات سے فارغ ہونا وضو وغیرہ کرنا سبھی خدا کو پیارا ہے۔ حدیث شریف میں قیام سے مراد نماز تہجد کا قیام ہے۔ (مرآت)

بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر رات جب آخری تنہائی ہوتی ہے تو ہمارا پروردگار دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث شریف کے تحت صاحب لمعات فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی رحمت آسمان دنیا کی طرف توجہ فرماتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ اترنے اور چڑھنے سے پاک ہے۔ (لمعات)

معلوم ہو ارات دن سے افضل ہے کیونکہ قبولیت کی گھڑی ہفتے میں ایک دن

یعنی جمعہ کو آتی ہے اور وہ بھی ہم سے چھپی ہوتی ہے۔ مگر رات میں روزانہ قبولیت کی ایک گھڑی نہیں بلکہ بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم گنہگاروں کو بھی اس وقت مانگنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اگرچہ ہم براہِ راست نہیں سنتے لیکن جب حضور ﷺ نے یہ فرمان ہم تک پہنچا دیا تو گویا ہم نے سن ہی لیا۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۳

وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ عُرْفًا يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللَّهُ لِمَنْ أَطَاعَ كَلَامَهُ وَأَطَعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَلِيِّ نَحْوَهُ وَفِي رَوَايَتِهِ لِمَنْ أَطَابَ لِكَلَامِهِ - (مشکوٰۃ باب التَّحْرِيفِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ)

☆ ترجمہ

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے، فرمانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا کہ جنت میں ایسے درختے ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے دیکھا جا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ان لوگوں کے لئے بنائے ہیں جو گفتگو نرم کریں۔ کھانا کھلائیں اور مسلسل روزے رکھیں اور رات کو نماز پڑھیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔
(شہقی فی شعب الایمان اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت علیؑ سے روایت کی اور ایک روایت میں ہے کہ جو اچھا کلام کرے)

☆ تشریح

جنت کے ان درپچوں کی دیواریں اور کواڑ ایسے صاف اور شفاف ہونگے کہ نگاہ کو نہیں روکتے، جس کا کچھ نمونہ دنیا میں شیشے کی دیواروں اور کواڑوں میں نظر آتا ہے۔ اس شفافی میں ان درپچوں کے حسن و خوبی کی طرف اشارہ ہے۔ وہ درپچے ان لوگوں کو عطا کئے جائیں گے جن میں یہ چار صفات جمع ہوں ہر مسلمان کا دوست یا دشمن سے نرمی سے بات کرنا لیکن کفار سے سخت کلامی بھی عبادت ہے۔

۱- فرمان باری تعالیٰ ہے اَشِدَّاءُ عَلٰی الْمُكْفَرِ (کفار پر بہت سخت ہیں)
۲- دوسری صفت ہر خاص و عام کو کھانا کھلانا، اس میں مشائخ کے لنگروں کا ثبوت ہے، بعض بزرگوں کے ہاں چرندوں پرندوں کو بھی دانہ پانی دیا جاتا ہے۔ وہ طعام کو بہت عام کرتے ہیں۔

۳- تیسری صفت ہمیشہ روزے رکھنا سوائے ان پانچ دنوں کے کہ جن میں روزہ رکھنا حرام ہے یعنی یکم شوال اور ذی الحجہ کی دسویں تا تیرھویں تاریخ، یہ حدیث مبارک ان لوگوں کی دلیل ہے جو ہمیشہ روزے رکھتے ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں ہر مہینہ میں مسلسل تین

روزے رکھے (ایام بیض)

۴۔ چوتھی صفت نماز تہجد چونکہ یہ ریاء سے دور کرتی ہے اور تمام نمازوں

کی زینت ہے، اس لئے اس کے پڑھنے والے کو مزین درجے دئے جائیں

گے۔ خلاصہ یہ کہ جو دو سجود کا اجتماع بہترین وصف ہے۔

۵۔ شرفِ مردِ سجود است و کرامتِ سجود

ہر کہ اس پر دو ندارد عدمش بہ ز وجود

ترجمہ۔ مرد کی شرافت سخاوت سے ہے اور بزرگی و عظمت سجدے کرنے سے ہے

جس مرد میں یہ دونوں ہی نہ ہوں تو اس کا نہ ہونا ہی ہونے سے بہتر ہے۔

تہجد کی دور کعتیں پڑھنے کی برکت سے تمام رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے

اور اس وقت تھوڑے ذکر کی برکت سے انسان ہمیشہ ذکر کرنے والوں کے ذمے میں

آجاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رات میں اپنے گھر والوں کو

جگائے پھر وہ دونوں یا ایک دور کعتیں تہجد پڑھ لے تو وہ ذکر کرنے والوں یا ذکر کرنے

والیوں میں لکھے جائیں گے۔

یہ حدیث مبارک اس آیت کی طرف اشارہ کرتی ہے وَالذَّاكِرِينَ اللّٰهَ

كثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً تَا وَ اَجْرًا عَظِيْمًا (اور اللہ کو

بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب

تیار کر رکھا ہے)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو بد دعائیں نہ لو۔ بعض علماء

نے فرمایا کہ سُنُّنٌ مُّوَكَّدَةٌ سے نماز تہجد افضل ہے، کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ کو

بعد وفات خواب میں دیکھا تو پوچھا حضرت کیا گزری؟ فرمایا عبادات ضائع ہو گئیں اشارات فنا ہو گئے لیکن نماز تہجد کی جو چند رکعتیں پڑھتا تھا وہ کام آگئیں۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ تہجد میں جنت کی لذتیں ہوتی ہیں، خصوصاً سجدوں کی طوالت میں۔ (اشعۃ)

☆ حدیث نمبر ۹۴

وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اللَّهُ أَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي أَوْ قَالَ ثُمَّ دَعَا اسْتَجِيبْ لَهُ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَ صَلَّى قَبِلَتْ صَلَوَتُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ باب ما يتوكل اذا قام من الليل)

☆ ترجمہ

حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو رات میں جاگے تو کہے (ترجمہ) اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس کے سوا کوئی

معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ پاک ہے، اللہ کی حمد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ بڑا ہے اللہ کے بغیر طاقت و قوت نہیں۔ پھر کہے اے میرے رب مجھے عیش دے یا فرمایا کہ پھر دعائے مانگے تو اس کی دعا قبول ہوگی، پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اسکی نماز قبول ہوگی۔ (بخاری)

☆ تشریح

لفظ تعار عرار سے بنا ہے یعنی ہلکی آواز چونکہ مسلمان جاگتے ہی کچھ ذکر الہی کرتا ہے اس لئے یہ لفظ جاگنے کے معنی میں استعمال ہوا۔ حدیث شریف میں ذکر کی گئی دُعا نماز تہجد کے لئے اٹھتے ہی پڑھنی چاہئے۔ حقیقی ملک اللہ کا ہے مجازاً بندوں کا بھی، مگر ملکوت خدا کے سوا کسی کا نہیں۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دُعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے خدا کی حمد کرے پھر حضور ﷺ پر درود بھیجے پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگے پھر دعا مانگے، انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ خصوصاً تہجد کے وقت کی دُعا تیر بہدف ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس دعا کا نام دِرْبَمُ الْكَيْسِ ہے یعنی تھیلی کی نقدی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی آخر رات میں جاگ کر تہجد نہ بھی پڑھے مگر یہ دعا مانگ لے تو انشاء اللہ فائدے میں رہے گا۔ معذور لوگ جو نماز تہجد نہیں پڑھ سکتے وہ یہ دعا ضرور پڑھ لیا کریں۔ (مرآت)

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارا رب ہر رات کو آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، جس وقت کہ آخری رات کا تمہاکی حصہ باقی رہتا ہے، فرماتے ہیں کون ہے جو مجھے پکارے، میں اس کی پکار کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے پس میں اس کو بخش دوں۔

حدیث پاک سے واضح ہوا کہ پچھلی رات دعا، استغفار، قبولیت، عموم رحمت اور بے انداز بخشش کی گھڑی ہے اور اس وقت خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ آسمان دنیا پر کیسے نزول فرماتا ہے، اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ ان سوالات کے سمجھنے کے نہ تو ہم مکلف ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے کیونکہ یہ الفاظ مشابہات سے ہیں۔ (فیوض الباری)

حدیث پاک میں ذکر کی گئی دعا حضور ﷺ نماز میں نہیں بلکہ بیدار ہونے پر نماز سے پہلے پڑھتے تھے۔ رات کو جاگنے کے بعد اگر اس دعا کو پڑھا جائے اور کوئی چیز مانع نہ ہو تو یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔ ابو عبد اللہ فریدی کہتے ہیں کہ میں نے جاگنے کے بعد اس دعا کو پڑھا پھر سو گیا، ایک شخص نے خواب میں آکر کہا وَهْدَةٌ إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ (اور یہ راہ پانا ہے ستھری بات کا) (فیوض الباری)

☆ حدیث نمبر ۹۵

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثِ

صِيَامٍ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَ زَكَّعْتَنِي الضُّحَىٰ وَ أَنْ
أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ باب الوتر)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں مجھے میرے محبوب نے تین چیزوں کی وصیت کی، ہر ماہ تین روزوں کی، چاشت کی دو رکعتوں کی اور یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں
(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

مہینہ کے شروع میں ایک روزہ ، ایک مہینہ کے درمیان میں
اور ایک روزہ مہینہ کے آخر میں۔ یا ہر عشرہ کے شروع میں ایک روزہ یا ہر مہینہ کی
تیرہویں چودھویں اور پندرہویں کے روزے (ایام بیض) یہ تیسرا احتمال زیادہ قوی
ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو وتر سونے سے پہلے اس لئے پڑھنے کو
فرمایا کیونکہ آپؐ بہت رات گئے تک دن کی سنی ہوئی احادیث یاد کرتے تھے۔ دیر میں
سوتے اس لئے کہ تہجد کو اٹھنا مشکل ہوتا تھا۔
(مرقات و اشعۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ دینی طلبہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ رات گئے تک علم
میں محنت کریں اور وتر عشاء کے ساتھ پڑھ لیا کریں۔ طلباء کے لئے سبق یاد کرنا تہجد
سے افضل ہے۔ یاد رہے بعض صحابہؓ خصوصاً ابو ہریرہؓ قرآن کی طرح احادیث یاد کرتے

تھے۔ اسی لئے اکثر روایات ان سے منسوب ہیں۔

حضور ﷺ نے کبھی عشاء کے وقت وتر پڑھ لئے اور کبھی عشاء پڑھ کر سوئے اور درمیانی رات جاگ کر تہجد وتر پڑھے، مگر آخری عمل یہ رہا کہ صبح صادق کے قریب تہجد کے بعد وتر پڑھے۔ مسلمان جس پر عمل کرے سنت کا ثواب پائے گا۔ اگرچہ آخر رات میں وتر پڑھنا افضل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اول شب میں وتر پڑھ لیتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ آخر شب میں پڑھتے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ تم احتیاط پر عمل کرتے ہو اور اے عمرؓ تم قوت و اجتهاد پر عمل کرتے ہو۔ یعنی دونوں کا عمل درست ہے۔

حضرت خارجہ بن حذافہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، اس نماز کو اللہ نے تمہارے لئے نماز عشاء و طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔ یعنی پانچ نمازوں کے علاوہ نماز وتر اور دعا جو ان نمازوں کا تمہارے اور تمہارے لئے دنیا کی تمام چیزوں حتیٰ کہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ اہل عرب سرخ لونٹ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں، نیز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی وتر واجب ہیں۔ نماز وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ) دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھنا مستحب ہے۔

☆ حدیث نمبر ۹۶

وَعَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ
 خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قَبِيضٌ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَ
 كَثُرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَوَاتِكُمْ مَعْرُوضَةٌ
 عَلَيَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَوَاتُنَا
 عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ قَالَ يَقُولُونَ بَلَيْتَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ
 عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادِ الْأَنْبِيَاءِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنِّسَائِيُّ
 وَابْنُ مَاجَةَ وَالذَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ
 (مشکوٰۃ باب الجمعة)

☆ ترجمہ

حضرت اوس بن اوس سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
 فرمایا تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام
 پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دئے گئے۔ اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بے
 ہوشی ہے۔ لہذا اس دن میں مجھ پر زیادہ درود پڑھو۔ کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش
 ہوتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درود آپ پر کیسے پیش

ہونگے۔ آپ ﷺ تو ریمیم (یعنی گلی بڑی) ہو چکے ہوں گے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دئے ہیں۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی دعوات کبیر)

☆ تشریح

حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس تاریخ یا جس دن میں کوئی اہم واقعہ ہو جائے وہ دن، تاریخ قیامت تک اہم بن جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس دن اور تاریخ میں ان واقعات کی یادگاریں قائم کرنا بہتر ہے۔ تیسرا یہ کہ ان میں عبادتیں زیادہ کی جائیں، میلاد شریف، گیارہویں شریف، معراج شریف اور عرس بزرگاں کا یہی مقصد ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔

جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے، اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اور درود شریف دوسری عبادتوں سے افضل ہے۔ گویا فرمانِ عالی ہے کہ افضل دن میں افضل عبادت کرو۔ کیونکہ جمعہ کے دن کا درود خصوصی طور پر ہماری بارگاہ میں پیش ہوتا ہے اور ہم قبول فرماتے ہیں۔ خیال رہے ہمیشہ ہی درود شریف حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی قبولیت اور پیشی ہوتی ہے۔ (مرقات)

صحابہ کرامؓ کا سوال انکار کے لئے نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لئے تھا، یعنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہمارے درودوں کی پیشی صرف آپ ﷺ کی رُوحِ شریف پر ہوگی یا رُوحِ معالجسم پر ہوگی؟ جیسے ذکر یا علیہ السلام نے رب کی طرف سے بیٹے کی خوشخبری پا کر عرض کیا تھا کہ اے خدا! میرے بیٹا کیسے ہو گا میں تو

بوڑھا ہوں جبکہ میری بیوی بانبجھ ہے۔ یہ سوال بھی کیفیت پوچھنے کے لئے تھا نہ کہ انکار آ تھا۔

اولاد کے اعمال والدین پر پیش ہوتے ہیں، مرید کے شیخ پر، لیکن یہ پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے اور وہ بھی صرف روح پر، لیکن حضور ﷺ پر یہ پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر ہوتی ہے۔ (مرقات)

انبیاء کے اجسام زمین کھا سکتی ہی نہیں چنانچہ وہ گلنے سے محفوظ ہیں، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وفات کے بعد چھ ماہ یا ایک سال نماز کی ہیئت پر لکڑی کے سہارے کھڑے رہے پھر دیمک نے آپ کی لاشی تو کھائی مگر آپ کا پاؤں شریف نہ کھایا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے زخموں پر جراثیم نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے آپ کا گوشت کھایا، کوئی اور بیماری تھی، کیونکہ پیغمبر کا جسم کیرا نہیں کھا سکتا۔ جنہوں نے یہ واقعہ درست مانا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بعد وفات ہے، زندگی میں یہ امتحان کے طور پر ہو سکتا ہے۔ جیسے تلوار، جادو اور ڈنگ ان پر اثر کر دیتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ زندگی بھی دنیاوی، جسمانی اور حقیقی ہے۔ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں۔

(اشعۃ)

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال القبور میں فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اپنی قبروں میں فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے بے نیاز ہیں۔ لیکن نماز پڑھتے ہیں قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ کی لذت پاتے ہیں۔ (مرقات)

حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ اپنی حیات بیان فرما رہے

ہیں، یعنی انبیاء بعد وفات زندہ ہی رہتے ہیں۔ فرمایا تمہارے درود مجھ پر جس طرح اب پیش ہو رہے ہیں اسی طرح پھر بھی پیش ہوتے رہیں گے۔ (مرآت)

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان کی موت کو انتقال یا وفات کہتے ہیں اور موت کے دن کو عرس کہتے ہیں کیونکہ دو لہا کی طرح یہاں سے وہاں منتقل ہوتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا فرمانا کہ مجھے خوف ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑ یا کھا جائے گا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہاں بھیڑیے سے مراد خود ان کے بھائی ہیں ورنہ پیغمبر کے جسم کو مٹی اور جانور نہیں کھا سکتا۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (مرقات)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حضرت بعد وفات مختلف وقتوں میں مختلف جگہ تشریف فرماتے ہیں، یہ عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا (اے محبوب ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ مسئلہ پوچھو) معلوم ہوا گزشتہ انبیاء حضور ﷺ کے زمانہ میں زندہ ہیں کہ آپ ﷺ ان سے بات چیت اور سوال و جواب بھی کر سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ انبیاء کرام بعد وفات زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان پر زندوں کے بعض احکام جاری ہوتے ہیں۔ ان کی بیویاں دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ پر ہر نمازی سلام عرض کرتا ہے ہم کلمے میں پڑھتے ہیں "مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ" محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو کہا جاتا کہ اللہ کے رسول تھے۔ غرضیکہ حدیث پاک کی تائید قرآنی آیات سے بھی ہے اور دیگر

عقلی و نقلی دلائل سے بھی - خیال رہے آیت کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اَنْتُمْ مَمِيَّتُونَ ترجمہ - بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے -

اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہاں موت سے مراد حسی موت ہے، جس پر بعض موت کے احکام جاری ہو جاتے ہیں - جیسے غسل، کفن اور دفن وغیرہ اور یہاں زندگی سے مراد حقیقی زندگی ہے - نیز آیت مذکورہ میں روح کا جسم سے علیحدہ ہونا مراد ہے، اور یہاں زندگی سے مراد روح کا جسم میں تصرف کرنا ہے، جیسے ہماری سلطانی روح نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو زندہ رکھتی ہے یوں ہی ان کی مقامی روح بوقت وفات جسم سے نکل کر بھی زندگی باقی رکھتی ہے - اسی لئے آیت کریمہ میں حضور ﷺ کے لئے میت الگ بولا گیا، اور دوسروں کے لئے مَمِيَّتُونَ الگ -

اگر حضور ﷺ کی وفات بھی دوسروں کی طرح ہوتی تو یوں فرمایا جاتا اِنَّكَ وَّ اِنَّهُمْ مَمِيَّتُونَ - صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ روح ہیں سارا عالم جسم ہے، حضور ﷺ جڑ ہیں اور سارا عالم درخت ہے، اگر حضور ﷺ فنا ہو گئے ہوتے تو عالم بھی ختم تھا - جیسے درخت کی سبز شاخیں جڑ کی زندگی کا پتہ دیتی ہیں اور جسم کی جس و حرکت روح کا پتہ دیتی ہے - ایسے ہی عالم کا قیام بقا حضور ﷺ کی حیات کا پتہ دے رہا ہے - جسم کا سوکھا ہوا عضو اگر بے کار ہو جائے تو سڑتا گلتا نہیں کیونکہ ابھی روح سے وابستہ ہے، اسی طرح ہم بے کاروں، گنہگاروں، بدکاروں اور سیاہ کاروں کا دامن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہے، اس لئے عذاب الہی نہیں آتا - اگر حضور ﷺ ہم میں نہ رہے ہوتے تو ہماری بد کاریوں کے سبب ہم پر عذاب آجانا چاہئے تھا - فرمان باری تعالیٰ ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَّ اَنْتَ فِيْهِمْ

(اللہ ان کو عذاب نہیں کرے گا درآں حال کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں)
 وہ شہداء جو حضور ﷺ کے غلامانِ غلام ہیں جب ان پر فدا ہو کر زندہ و
 جاوید ہو گئے تو خود حضور ﷺ کی زندگی کیسی اہم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور
 ﷺ اور صدیق اکبرؓ دفن رہے میں بے حجاب وہاں جاتی تھی۔ لیکن جب عمر فاروقؓ
 دفن ہوئے تو میں بے حجاب جاتے ہوئے شرماتی ہوں۔ اگر وہ حضرات زندہ نہیں تو
 یہ شرم کس سے ہے؟ بعض اولیاءِ کرام کے اجسام صد ہا برس کے بعد اب بھی
 درست دیکھے جاتے ہیں۔ اگر وہ بالکل مردے ہیں تو پھر جسم گلتا کیوں نہیں؟
 (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۷

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ شَكَأَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
 ﷺ قَحْوَةَ الْمَطَرِ فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوَضَعَ لَهُ فِي لِمَصَلِّي
 وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَخَرَجَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ بَدَأَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَعَدَ عَلَى
 لِمَنْبَرٍ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ قَالَ إِنَّكُمْ شَكُوتُمْ جَدَبَ
 دِيَارِكُمْ وَاسْتِيخَارِ الْمَطَرِ عَنِ آبَانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ
 أَمَرَ كُمْ اللَّهُ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ تَسْتَجِيبَ لَكُمْ ثُمَّ
 قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُلِكِ
 يَوْمِ الدِّينِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ اللَّهُمَّ أَنْتَ اللَّهُ
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا
 لَعْنَتَكَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حِينٍ ثُمَّ
 رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَتْرِكِ الرَّفْعَ حَتَّى بَدَأَ بِيَاضِ ابْطِئِهِ ثُمَّ
 حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلْبَ أَوْ حَوْلَ رِذَاءِهِ وَهُوَ
 رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ
 فَأَنْشَأَ اللَّهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ امْطَرَتْ بِإِذْنِ
 اللَّهِ فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهُ حَتَّى سَأَلَتِ السَّيُولُ فَلَمَّا رَأَى
 سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكَنِ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَقَالَ
 أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَإِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَ
 رَسُولُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ باب الاستسقاء)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش رُک جانے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے منبر کا حکم فرمایا جو عید گاہ میں چھا دیا گیا۔ اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ کیا جب لوگ نکلیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سورج کا کنارہ چمکا تو تشریف لے گئے منبر پر بیٹھے اللہ کی تکبیر اور حمد بیان کی۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے شہر کے قحط کی بارش کے وقت سے ہٹ جانے کی شکایت کی۔ اللہ نے تمہیں دُعا مانگنے کا حکم دیا اور تم سے دُعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا۔ پھر فرمایا تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کی ہیں۔ جو مہربان رحم والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ الٰہی تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بے پرواہ ہے ہم فقیر ہیں ہم پر بارش برسا اور جو تو اتارے اُسے ہمارے لئے قوت اور مطلوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اتنے اٹھائے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی پھر لوگوں کی طرف پشت مبارک فرمائی اور اپنی چادر پھیری حالانکہ ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے منبر سے اترے دو رکعتیں پڑھیں اللہ نے ایک بادل پیدا کیا جو اللہ کے حکم سے گر جا چمکا پھر برسا۔ آپ ﷺ مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ سیلاب آگیا۔ جب حضور ﷺ نے لوگوں کو پناہ گاہ کی طرف دوڑتے دیکھا تو ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دند ان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

(ابوداؤد)

☆ تشریح

صحابہؓ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ بارش کا زمانہ ہے مگر ہوتی نہیں معلوم ہوا کہ قحط کی شکایت حضور ﷺ سے کی جاسکتی ہے تاکہ حضور ﷺ سفارش کریں اور ہماری بگڑی بن جائے۔ رب تعالیٰ خود حضور ﷺ سے بندوں کی شکایت کرتا ہے۔ فرماتا ہے اَنْظُرْ كَيْفَ صَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالُ (دیکھئے وہ کس طرح آپ کے لئے مثالیں بناتے ہیں)

یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کبارؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الہی میں اپنا بڑا وسیلہ جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے اعمال کی مقبولیت یقینی نہیں۔ حضور ﷺ یقیناً مقبول ہیں۔ اسی لئے وہ ایسے موقعوں پر خود نمازیں اور دعائیں ادا نہ کر لیتے بلکہ دوڑتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے قرآن میں یہ آیت پڑھی تھی اَدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مجھے پکارو میں قبول کرونگا) معلوم ہوا بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا صحابہؓ کی سنت ہے۔

فرمایا فلاں دن تم سب جمع ہو کر جاؤ ہم بھی پہنچ جائیں گے شاید قبولیت کی گھڑی اسی دن میں ہوگی جس طرح یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ سَأَسْتَغْفِرُ لَكُمْ یعنی تمہارے لئے دعائے مغفرت ابھی نہیں پھر کرونگا۔

فرمایا تم میرے وسیلہ سے دعا کر رہے ہو میں تمہارے لئے دعا اور شفاعت کرتا ہوں۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اس دن یوں نہ فرمایا کہ جاؤ خود دعائیں مانگ لو میرے پاس کیوں آئے ہو۔

حضور ﷺ نے پہلے اللہ کی حمد بیان فرمائی پھر دعا مانگی۔ معلوم ہوا دعا سے

پہلے اللہ کی حمد اپنی فقیری اور نیاز مندی کا اظہار کرنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ بارگاہ الہی میں اپنے لئے جو کلمات چاہیں استعمال کریں لیکن اگر کوئی اور حضور ﷺ کو فقیر کہے گا تو کافر ہوگا۔ (عالمگیری)

حضور ﷺ تو وہ غنی داتا ہیں جن کی گلیوں میں تاجدار بھیک مانگتے پھرتے ہیں آپ ﷺ تو باذن اللہ غنی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے :-
أَعْنَىٰ هُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (انکو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا) رب سے مانگنا مدد کی شان ہے۔

حضور ﷺ نے آج خطبہ اور دعا پہلے پڑھی نماز بعد میں۔ غالباً اس لئے کہ جب آپ ﷺ جنگل میں پہنچے تو سورج نکل رہا تھا اور وقت مکروہ تھا۔ ورنہ خطبہء استسقاء اور دعا نماز کے بعد ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کے ہنسنے سے مراد تبسم اور مسکرانا ہے۔ آپ ﷺ بقبہ مار کر کبھی نہ ہنسے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی اور تعجب کا تھا کہ ابھی تو یہ لوگ بارش مانگ رہے تھے جب بارش آئی تو اب بھاگ رہے ہیں۔ ناجذہ دانتوں کی کیلوں کو بھی کہتے ہیں اور آخری داڑھ کو بھی یعنی عقل داڑھ کو۔

معلوم ہوا کہ بارش حضور ﷺ کا معجزہ تھی اور آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل یعنی آج حضور ﷺ نے اپنی نبوت صحابہ کو آنکھوں سے دکھادی اور اس کی یقینی گواہی دی بھی اور دلوائی بھی۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۹۸

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى إِذَا بَتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتِيهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيدُ عَيْنَيْهِ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض و ثواب المرض)

☆ ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں میں مبتلا کر دوں پھر وہ صبر کر جائے تو میں ان کے عوض اسے جنت دوں گا۔

(بخاری)

☆ تشریح

اس طرح کہ اسے اندھا کر دوں یا اس کی پیمائی ایک دم کمزور کر دوں، بعض روایتوں میں ایک آنکھ کا بھی ذکر ہے۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ اس مصیبت پر ان انبیاء و اولیاء کے حالات میں غور کرے جو ناپہنا ہو کر صابر و شاکر تھے۔ سیدنا عبد اللہ ابن عباسؓ آخری عمر میں ناپہنا ہو گئے تھے تو یہ پڑھا کرتے تھے :-

إِنْ يَذْهَبَ اللَّهُ مِنْ عَيْنِي نُورَهُمَا
فِي لِسَانِي وَقَلْبِي لِلْهُدَى نُورًا

یعنی اگر میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو کیا ہوا - میری زبان اور دل میں
تو ہدایت کا نور ہے۔ (مرآت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابیناؤں کے لئے جنت کی بھارت ہے۔ یہ دنیا ان
کے لئے اندھیری ہے لیکن آخروی زندگی میں روشنی کی بھارت ہے۔

☆ حدیث نمبر ۹۹

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ
مَرِضْتُ لَمْ تَعُدَّنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ
الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرِضَ فَلَمْ
تَعُدَّهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدَّتَهُ لَوَجَدْتَ نَبِيَّ عِنْدَهُ يَا ابْنَ
آدَمَ اسْتَطَعَمْتُكَ فَلَمْ تَطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ
أَطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ
اسْتَطَعَمَكَ عَبْدِي فَلَانٌ فَلَمْ تَطْعِمَهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ
لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ
اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تُسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ إِسْقِيكَ

وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فَلَانَ لَمْ
تُسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَّ ذَلِكَ عِنْدِي رَوَاهُ
مُسْلِمٌ - (مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے انسان میں
بیمار ہوا تو تو نے میری مزاج پر سی نہ کی مدد کئے گا الہی میں تیری عیادت کیسے کرتا تو
تو جانوں کا رب ہے۔ فرمائے گا کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں مدد بیمار ہوا تو تو نے
اس کی بیمار پر سی نہ کی۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے
پاس پاتا اے آدمی میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا۔ عرض کرے گا الہی
تجھے میں کیسے کھلاتا تو تو جانوں کا رب ہے فرمائے گا کیا تجھے علم نہیں کہ تجھ سے
میرے فلاں مدد نے کھانا مانگا تو نے اسے نہ کھلایا کیا تجھے پتہ نہیں کہ اگر تو اسے
کھلاتا تو میرے پاس پاتا۔ اے انسان میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے نہ پلایا
عرض کرے گا مولا میں تجھے کیسے پلاتا تو تو جانوں کا رب ہے۔ فرمائے گا تجھ سے
میرے فلاں مدد نے پانی مانگا تو نے اسے نہ پلایا اگر تو اسے پلاتا تو آج میرے پاس
وہ پاتا۔ (مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک میں اشارتاً فرمایا گیا ہے کہ مدد مومن بیماری کی حالت میں اللہ

تعالیٰ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس جانا گویا اللہ کے پاس ہی جانا ہے اور اس کی خدمت گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ فقط شرط یہ ہے کہ بیمار صابر و شاکر ہو کیونکہ بیمار مومن کا دل ٹوٹا ہوتا ہے اور ٹوٹے دل بیمار کا شانہ عیار ہیں۔ حدیث قدسی ہے اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لَا جَلِيَّ فِي تَوَلُّوهُ دِلَّ وَالْوَالِدِ فِي تَوَلُّوهُ اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ بیمار پر سی کھانا کھلانے اور پانی پلانے وغیرہ اعمال سے افضل ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اس کا ذکر پہلے فرمایا۔ دوسرا عمل کھانا کھلانا ہے۔ فرمایا اس کھانے کا ثواب یہاں پاتا۔ خیال رہے کہ بیمار پر سی کے بارے میں فرمایا کہ تو بیمار کے پاس مجھے پاتا اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے بارے میں فرمایا کہ تو اس کا ثواب یہاں پاتا۔ معلوم ہوا کہ بیمار پر سی بہت اعلیٰ عبادت ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ فقراء، مساکین اللہ کی رحمت ہیں۔ ان کے پاس جانے ان کی خدمت میں کرنے سے رب مل جاتا ہے تو اولیاء اللہ کا کیا پوچھنا ان کی صحبت اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں :-

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشید در حضور اولیاء

ترجمہ = جو اللہ تعالیٰ سے ہم نشینی چاہتا ہے تو وہ اولیاء اللہ کی حضوری میں آجائے۔

گر جدا بینی ز حق تو خواہد را

گم کنی ہم متن وہم دیباچہ را

(ترجمہ = اگر بیخ کو حق سے جدا کیجھے گا تو متن اور دیباچہ سب ضائع کر بیٹھے گا)

قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا.....

لَوْجَدُ اللّٰهَ تَوَابًا الرَّحِيمًا ☆

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو گنہگار تمہارے پاس آجائے وہ خدا کو پالے گا۔ مولانا کے شعر کا ماخذ یہ آیت اور حدیث پاک ہے۔

محبوبِ خدا کسی بیمار کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو فرماتے کوئی ڈر نہیں خدا نے چاہا تو یہ صفائی ہے۔

یعنی گناہوں سے صفائی ہے اور بہت سی بیماریوں سے چاؤ کیونکہ بعض چھوٹی بیماریاں بڑی بیماریوں سے انسان کو محفوظ کر دیتی ہیں۔

مسلم شریف میں بروایت حضرت ثوبانؓ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

چونکہ بیمار پر سی کا ثواب جنت ہے اس لئے جو بیمار پر سی کرنے گیا، گویا جنت ہی میں چلا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو ریل میں بیٹھ گیا گویا منزل تک پہنچ گیا۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۰

عَنْ عَلِيٍّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أُمِّهِ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ
عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ تَبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ
تَخْفَوهُ يُحَاسِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ وَعَنْ قَوْلِهِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا

يُجْزِيهِ فَقَالَتْ مَا سَأَلْنِي عَنْهَا أَحَدٌ مِنْهُ سَأَلْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَذِهِ مُعَاتِبَةُ اللَّهِ
 الْعَبْدُ بِمَا يُصِيبُهُ مِنَ الْحُمَىٰ وَاللَّنْكَبَةِ حَتَّىٰ أ
 لْبَضَاعَةَ يَضَعُهَا فِي يَدِ قَمِيصِهِ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْرَعُ لَهَا
 حَتَّىٰ أَنْ الْعَبْدَ لِيَخْرُجَ بِهِ مِنْ ذُنُوبِهِ كَمَا يَخْرُجُ التَّبْرُ
 لِأَحْمَرٍ مِنَ الْكَبِيرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

روایت ہے علی ابن زید سے وہ امیہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ
 سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا کہ (خواہ تم اپنے دل کی باتیں ظاہر
 کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا) اور اس فرمان کے بارے میں (جو کوئی
 گناہ کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا) حضرت عائشہؓ بولیں جب سے میں نے اس
 بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مجھ سے یہ کسی نے نہ پوچھا۔ حضور ﷺ نے
 فرمایا کہ یہ اللہ کا بندوں پر عقاب ہے کہ جو اسے خاریا مصیبت پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ جو
 مال اپنی قمیص کی آستین میں رکھے پھر اسے گم پائے تو اس سے گھبرا جائے۔ یہاں
 تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے پیلا سونا بھٹی سے نکل کر
 کندان بن جاتا ہے۔

(ترمذی)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کا نام علی ابن زید عبدالرحمن ابن جدعان ہے۔ قریشی ہیں تھی ہیں تابعین بصرہ سے ہیں اور امیہ تابعین میں سے ایک بی بی ہیں۔ جو حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں۔ علی ابن زید کی دادی ہیں جنہوں نے انہیں علی کی ماں کہا وہ مجازاً کہا۔

سوال کا مقصد یہ ہے کہ یہ آیات بظاہر معافی کی آیات کے بھی خلاف ہیں اور اس کے بھی کہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا۔ جب ہر خطا کی سزا ہے اور دل کے خیال تک کا حساب ہے تو معافی کیسی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تمہارا سوال بہت ہی اچھا ہے اور تم سے پہلے کسی کو یہ سوال نہ سوجھا۔ اچھا ہوا تم نے پوچھ لیا ورنہ آیت کی تفسیر میرے ساتھ ہی جاتی۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ تم سمجھی ہو ہر ظاہر و باطن خطا کا عذاب قیامت میں ہوگا اور کسی خطا کی معافی نہ ہوگی یہ صحیح نہیں بلکہ دنیا میں جب مومن کو معمولی سی تکلیف پہنچ جاتی ہے وہ اس کی خطا کا عوض بن جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب و عتاب یہاں ہی پورا کر دیتا ہے۔ لہذا آیات معافی میں آخرت کی معافی مراد ہے اور عذاب کی نفی ہے۔ یہاں دنیا کی تکالیف مراد اور عتاب کا ثبوت ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں خیال رہے کہ عذاب دشمن کو دیا جاتا ہے اور عتاب دوست پر ہوتا ہے۔ جو غلطی سے جرم کر بیٹھے۔ یہاں گناہوں سے مراد حقوق اللہ کے گناہ صغیرہ ہیں ورنہ شرعی حقوق یوں ہی مددوں کے حقوق بیماری وغیرہ سے معاف نہیں ہوتے۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مقروض یا بے نماز جب کبھی بیماری سے اٹھے تو گزشتہ قرضے بھی

معاف ہو گئے اور نہ پڑھی ہوئی نمازیں بھی۔ (مرآت)

لیکن اللہ چاہے تو نمازیں معاف کر دے کیونکہ یہ حق اللہ ہیں اور قرض حق العبد ہے۔ وہ تو ہمہ ہی معاف کر سکتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۱۰۱

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَانَ عَلَى طَرِيقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِيلَ لِلْمَلِكِ الْمُؤَكَّلِ بِهِ أَكْتُبْ لَهُ مِثْلَ عَمَلِهِ إِذَا كَانَ طَلِيقًا حَتَّى أَطْبِقَهُ أَكْفَتَهُ إِلَى رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

حضرت عبد اللہ ابن عمرو سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ عبادت کے اچھے راستہ پر ہوتا ہے پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اس پر مقرر شدہ فرشتہ سے کہا جاتا ہے تو اس کے تندرستی کے زمانہ کے برابر اعمال لکھ۔ یہاں تک کہ میں اسے شفا دے دوں یا اپنے پاس بلا لوں۔

(شرح سنہ)

☆ تشریح

ہم جیسے گناہ گار بندوں کو جو تکلیف یا ہماری آتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور ہماری سے گناہ جھڑتے ہیں۔ بے گناہ چے یا انبیاء اور بعض اولیاء کو جو ہماری آتی ہے وہ ان لوگوں کے درجات بڑھانے کے لئے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سی خطاؤں سے درگزر فرمادیتا ہے۔ بعض پر معمولی پکڑ کرتا ہے۔ وہ بھی تمہیں آگاہ کرنے اور آئندہ احتیاط رکھنے کے لئے اس پکڑ میں بھی اس کا کرم ہے۔

حدیث پاک میں اچھے راستے سے مراد اس کا تندرستی میں عبادت کرنا ہے۔ رب سے غافل نہیں ہونا پھر وہ بیمار پڑ جاتا ہے اور عبادت سے مراد نقلی عبادت مسجد میں حاضری وغیرہ ہے۔ اگر مدد ہماری میں یہ نہ کر سکے تو اسے مراد ان کا ثواب پہنچتا ہے۔ اس سے اشارتاً معلوم ہو رہا ہے کہ اگر مدد سخت بیماری یا غشی کی وجہ سے فرض نماز نہ پڑھ سکا پھر بغیر صحت ہوئے اسی حالت میں اسے موت آگئی تو انشاء اللہ پکڑ نہ ہوگی۔ (مرآت معاضافہ)

☆ حدیث نمبر ۱۰۲

وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ابْتَلَى الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِي جَسَدِهِ قِيلَ لِلْمَلِكِ أَكْتُبْ لَهُ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ فَإِنْ شَفَاهُ غَسَلَهُ وَطَهَّرَهُ وَإِنْ قَبِضَهُ غَفِرَ لَهُ وَرَحِمَهُ رَوَاهُ فِي

شَرْحِ السُّنَّةِ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے کہ تو اسکی وہی نیکیاں لکھ جو یہ پہلے کرتا تھا۔ پھر اگر رب اسے شفا دیتا ہے تو اسے دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر وفات دیتا ہے تو اسے غسل دیتا ہے اور رحم کرتا ہے۔

(شرح سنہ)

☆ تشریح

سبحان اللہ کیسا مبارک فرمان ہے کہ ہمارا کو تندرستی کی نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ مگر تندرستی کے گناہوں کا عذاب نہیں ہوتا یعنی اگر چور بد معاش بیماری کی وجہ سے چوری بد معاشی نہ کر سکے تو اس کے نامیہ اعمال میں چوری وغیرہ لکھی نہ جائے گی بلکہ ممکن ہے کہ توبہ کی توفیق مل جائے۔ جس سے اس کے گناہوں کی معافی ہو جائے۔ یہاں صالح عمل ارشاد ہوا یہ سب اس لئے ہے کہ ہم اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔

مومن کی بیماری میں گناہوں کی توہش ہو جاتی ہے مگر بد ستور نیکیاں لکھی جاتی رہتی ہیں۔ گویا بیماری روحانی غسل ہے یا میلے دل کا صابن۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۳

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ السُّلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ
 إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنْرِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتِلَاءٌ
 اللَّهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى
 ذَلِكَ حَتَّى يَبْلُغَهُ الْمَنْزِلَةُ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ
 رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت محمد ابن خالد سلمی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا
 سے مروی ہیں - فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بندہ کے لئے
 کوئی درجہ اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا
 تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے اس پر
 صبر بھی دیتا ہے حتیٰ کہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لئے
 مقدر ہو چکا ہوتا ہے -

(احمد ابو داؤد)

☆ تشریح

یہ روایت محمد بن خالد کے دادا سے ہے جو صحابی ہیں۔ ایک عرصہ تک جناب مصطفیٰ ﷺ کی صحبت پاک میں رہے۔ نام شریف علاج امین حکیم ہے۔ حدیث پاک سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

- ۱- مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ملتا ہے نہ کہ اپنی ہمت و جرات سے۔ اور صبر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔
- ۲- درجات اعمال سے ملتے ہیں اور بخشش اللہ کے کرم سے ہوتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں داخلہ اللہ کے فضل سے ہوگا مگر وہاں کے درجات مومن کے اعمال سے۔ مگر کبھی دوسرے کے عمل بھی کام آجاتے ہیں۔ صابر مومن کی چھوٹی اولاد اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہے گی اگرچہ کچھ عمل نہ کر سکی کیوں؟ ماں باپ کے عمل سے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **وَالْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ** (ان کی اولاد ہم ان سے ملا دیں گے) انشاء اللہ حضور ﷺ کے اعمال میں 'امام حسینؑ کے صبر میں ہم گناہگاروں کا حصہ ہے۔ سخی کے مال میں فقیروں کا حصہ ہوتا ہے۔ ان سرکاروں کے اعمال میں ہم بدکاروں کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ

(ترجمہ - انکے اموال میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے)

۳- یہ کہ انسانوں کے درجات وغیرہ پہلے سے ہی مقرر ہو چکے ہیں جہاں لامحالہ پہنچنا ہے۔ قیامت کے دن اس کا ظہور ہوگا۔
(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۴

عَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ وَ مَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْإِنْفَاقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَأَنْ لَبِعِيرٍ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَذْرِ لِمِ عَقْلُوهُ وَلِمِ أَرْسَلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْأَسْقَامُ وَاللَّهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز)

☆ ترجمہ

حضرت عامر رامؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

بھاریوں کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ مومن کو جب بھاری پہنچتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے آرام دے دیتا ہے تو یہ گذشتہ گناہوں کا کفارہ من جاتی ہے اور آئندہ کے لئے نصیحت۔ اور جب منافق بھار ہوتا ہے پھر اسے آرام دیا جاتا ہے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے مالکوں نے باندھ دیا پھر کھول دیا۔ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کھولا گیا۔ تو ایک شخص بولا یا رسول اللہ ﷺ بھاریاں کیا ہیں؟ اللہ کی قسم میں تو کبھی بھار ہوا ہی نہیں۔ تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ تم ہم میں سے نہیں ہو۔

(ابوداؤد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کا نام عامرؓ ہے۔ صحابی ہیں۔ تیر اندازی کرتے تھے اس لئے رام لقب ہوا۔ آپ سے صرف یہی ایک حدیث مسند مجہول مروی ہے۔ مومن آدمی بھاری میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ بھاری میرے کسی گناہ کی وجہ سے آئی اور شاید یہ آخری بھاری ہو۔ جس کے بعد موت ہی آجائے اس لئے اسے شفاء کے ساتھ مغفرت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور منافق غافل تو یہی سمجھتا ہے کہ فلاں وجہ سے میں بھار ہوا تھا اور فلاں دوا سے مجھے آرام ملا۔ اسباب میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ مسبب الاسباب پر نظر ہی نہیں جاتی نہ تو توبہ کرتا ہے اور نہ ہی اپنے گناہوں پر غور کرتا ہے۔ جس آدمی کو دربار رسالت سے نکال دیا گیا تھا وہ شخص منافق تھا اور اس کا کفر پہ مرنا حضور ﷺ کے علم میں تھا اس لئے اس سختی سے اسے یہ جواب دیا گیا۔ بعض

روایات میں ہے کہ اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ جو دوزخی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔
(مرقات)

ورنہ حضور ﷺ سر اپا اخلاق ہیں۔ محض ہمار نہ ہونے پر ایسی سختی نہ فرماتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اچھے بُرے انجام کی خبر دی ہے۔ حالانکہ یہ علوم خمسہ سے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ کفار پر سختی کرنا ہی اخلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اَشِدَّاءُ عَلٰى اَلْكُفَّارِ رَحَمًاۗۤاۤ بَيْنَهُمْ (مومن کفار پر سختی کرنے والے ہیں اور آپس میں بڑے رحیم ہیں) سانپ کا سر کچلنا ہی اخلاقِ حسنة ہے۔ حضور ﷺ نے ان کفار پر نرمی برتی ہے جن کے ایمان کی امید تھی۔
(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۵

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ اَللُّسَنَةِ تَخْفِيفُ اَلْجُلُوسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِى اَلْعِيَادَةِ عِنْدَ اَلْمَرِيضِ
قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَ لَعَطُهُمْ وَ اِخْتَلَفَهُمْ قَوْمُوْا عِنِّى رَوَاهُ رَزِيْنٌ -

(مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کم بیٹھا اور کم شور کرنا سنت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہؓ کی آوازیں اور اختلاف بڑھ گیا تو فرمایا ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (رزین)

☆ تشریح

مریض کے پاس کم وقت بیٹھنا چاہئے کیونکہ تمہاری وجہ سے اس کی تیماردار عورتیں پردے میں رہیں گی اور دوسروں سے وہ بے تکلف بات چیت نہ کر سکے گا۔ نیز تمہارے شور سے اسے تکلیف ہوگی اس لئے اس کے پاس کم بیٹھو یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف ہمارے پرہیز کے لئے جائیں۔ تیمارداری نہ کریں۔

در اصل واقعہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کی وفات شریف سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن صحابہ کرامؓ دولت خانہ پر حاضر تھے۔ فرمایا قلم دوات اور کاغذ لاء میں تمہیں کچھ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد بہک نہ سکو۔ بعض صحابہؓ سمجھے کہ یہ امر ہے اس کی اطاعت واجب ہے اور بعض نے خیال کیا کہ یہ مشورہ ہے۔ حضور ﷺ تو سارے تبلیغی احکام پہنچا چکے۔ یہ صرف امت پر شفقت فرمانے کے لئے فرما رہے ہیں۔ مرض کی شدت زیادہ ہے اب آپ ﷺ کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے۔ اس اختلاف رائے پر مجموعی آوازیں اونچی ہو گئیں تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ کے لئے خلافت لکھنا چاہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے تحریر نہ ہونے دی۔ نیز صحابہ کرامؓ بارگاہ نبوی میں

اوپنی آواز سے بولنے لگے۔ اس سے نعوذ باللہ وہ مرتد ہو گئے۔ اور ان کے اعمال بھی ضبط ہو گئے۔ لیکن یہ دونوں اعتراضات غلط ہیں۔ خود جناب علیؑ نے ابو بکرؓ کی بیعت کرتے وقت سب کے سامنے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابو بکرؓ سے راضی تھے کہ میرے ہوتے ہوئے انہیں امامت کے مصلیٰ پر کھڑا کیا۔ نیز حضور ﷺ نے کسی کے دباؤ سے حق نہ چھپایا تو یہاں کیسے کسی کے کہنے پر خاموش رہتے۔ نیز حضور ﷺ کی وفات اس واقعہ کے چار دن بعد ہوئی۔ اس دوران تحریر کیوں نہ فرمادی۔ نیز حضرت حسینؑ نے ناجائز خلیفہ یزید کی بیعت نہ کی اور سردے دیا۔ تو حضرت علیؑ ناجائز خلیفہ کی بیعت کیسے کر سکتے تھے۔ حالانکہ ابو سفیان نے علی المر تھمیؑ سے اس وقت عرض کیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ابو بکرؓ کے مقابلے میں آپ کے لئے میں لشکر سے جنگل بھر دوں تو جناب علیؑ نے انہیں ڈانٹ دیا۔

(مرقات وغیرہ)

دوسرا اعتراض اس لئے غلط ہے کہ اس کی زد میں حضرت علیؑ وغیرہ ہم بھی آجائیں گے۔ کیونکہ یہ شور تو سب کی گفتگو سے مچا نیز نہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا نہ حضور ﷺ نے۔ خیال رہے حضور ﷺ کے سامنے بلند آواز ہونا منع نہیں صحابہ کرامؓ تلبیہ میں ' تکبیر تشریق میں ' اذان و اقامت میں ' اوپنی آوازیں کرتے ہی تھے۔ وعظ کے دوران نعرہ تکبیر بلند فرماتے تھے۔ بلکہ حضور ﷺ کی آواز پر اپنی آوازیں اوپنی کرنا جس سے سرکار ﷺ کی آواز دب جائے یہ ممنوع ہے۔ یہاں سب کی آوازیں ہلکی تھیں۔ مگر بہت سی ہلکی آوازیں مل کر شور کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۶

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلَّى عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ
يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلَّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ باب المشی بالجنائزۃ والصلوة علیہا)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں فرمایا کہ
ایسا کوئی میت نہیں جس پر مسلمانوں کی جماعت نماز پڑھے جماعت کی تعداد سو کو پہنچے
وہ سب اس کی شفاعت کرتے ہیں مگر اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول ہوتی
ہے۔

(مسلم)

☆ تشریح

ایک دوسری حدیث میں جماعت کی تعداد چالیس ہے۔ اور اس میں تعداد سو
(۱۰۰) ہے۔ اور یہ روایت چالیس کی روایت کے خلاف نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اولاً
سو کی قید ہو پھر اللہ نے اپنی رحمت وسیع فرمادی ہو اور چالیس کی نماز پر بھی عیش کا
وعدہ فرمایا ہو۔ بعض روایات تو اور بھی امید افزا ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کی

نیکی کی چار آدمی گواہی دے دیں گے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور تین؟ فرمایا اور تین بھی۔ ہم نے کہا اور دو؟ فرمایا اور دو بھی۔ پھر ہم نے حضور ﷺ سے ایک کے بارے میں نہ پوچھا۔

یہ حدیث بہت امید افزاء ہے کہ دو مسلمانوں کا بھی کسی کو اچھا کہنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔ رحمت والے نبی ﷺ کی رحمت دیکھو کہ اس عدد میں شر کا ذکر نہیں صرف خیر کا ذکر ہے۔ یعنی دو ایک آدمیوں کے گناہوں سے جہنمی نہ کہا جائے گا۔ ہاں ان کے اچھا کہنے سے جنتی کہا جائے گا۔

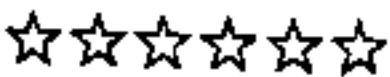
صاحبِ مرقات فرماتے ہیں کہ شریعت میں گواہی کے نصاب دو ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ أَشْهَدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ (اور آپس میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنا لو) تو جیسے دو گواہیوں سے مقدمہ ثابت ہو جاتا ہے یوں ہی دو کی گواہی سے جنتی ہونا ثابت ہوگا۔

(مرقات)

یہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ جو حضور ﷺ کے منہ سے نکلتا ہے وہی رب کے ہاں ہوتا ہے۔ صحابہؓ کی عرض پر حضور ﷺ گواہوں کی تعداد میں کمی کرتے گئے تو وہاں بھی کمی ہو گئی۔

(مرآت)

ان کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی



☆ حدیث نمبر ۱۰۷

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ أَلَا
أَبْعَثُكَ عَلِيٍّ مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْنًا إِلَّا أَطْمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا
مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ -

(مشکوٰۃ باب دفن الميت)

☆ ترجمہ

حضرت ابی ہیاج اسدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت
علیؑ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا
تھا کہ تم کوئی تصویر نہ دیکھو مگر منار اور اونچی قبر نہ دیکھو مگر زمین کے برابر کر دو۔
(مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کا نام حیان ابن حصین ہے کنیت ابو الہیاج ہے قبیلہ
بنی اسد سے ہیں۔ حضرت عمارؓ ابن یاسر کے کاتب تھے تابعی ہیں اور منصور ابن حیان
مشہور تابعی کے والد ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جس کام کے لئے مجھے نبی اکرم ﷺ نے بھیجا تھا اسی

کام کے لئے میں تمہیں بھیجتا ہوں۔ تصویروں اور مجسموں کو مٹانا اور اونچی قبروں کو مٹانا اور گرا کر زمین کے ہموار کر دینا۔ خیال رہے یہاں قبروں سے مراد یہود و نصاریٰ کی قبریں مراد ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔ چند وجوہات سے۔

۱- یہ کہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں صحابہ کرامؓ کی قبریں اونچی کیسے بن گئیں۔ جنہیں مٹانے کے لئے حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کیونکہ ان بزرگوں کا کفن دفن حضور ﷺ کی موجودگی میں اور آپ کی اجازت سے ہوتا تھا۔

۲- یہ کہ قبر کو فوٹو و مجسمہ سے کیا نسبت۔ مسلمانوں کی قبروں پر نہ فوٹو ہوتے ہیں نہ مجسمہ۔ ہاں عیسائیوں کی قبریں بہت اونچی بھی ہوتی ہیں اور ان پر میت کا مجسمہ یا فوٹو بھی ہوتا ہے۔

۳- یہ کہ مسلمان کی قبر زمین کے برابر نہیں کی جاسکتی بلکہ وہ ایک بالشت یا ایک ہاتھ اونچی رکھی جائے گی اور یہاں برابر کر دینے کا حکم ہے۔

۴- یہ کہ اس کی تائید حاری شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے باب میں ہے۔ کہ حضور ﷺ نے مشرکین کی قبریں اکھیڑنے کا حکم دیا تو اکھیڑ دی گئیں اسی کام کے لئے حضرت علیؓ مامور ہوئے تھے۔

۵- یہ کہ فتح الباری شرح حاری نے اس حدیث پر عنوان قائم کیا کہ مشرکین جاہلیت کی قبریں اکھیڑی جاسکتی ہیں۔

اُنکے علاوہ نبیوں اور ان کے تبعین کی نہیں کیونکہ ان کی قبریں اکھڑنے میں ان کی توہین ہے۔

۶- یہ کہ فتح الباری میں ہی آگے جا کر فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مملوکہ مقبرے میں تصرف جائز ہے اور پرانی قبریں اکھڑ دینا جائز ہیں بشرطیکہ وہ قبریں حرمت والی نہ ہوں۔

۷- یہ کہ مسلمان کی اونچی قبر بنانا منع ہے لیکن اگر بن گئی ہے تو اسے گرانا جائز کہ اس میں قبر اور صاحبِ قبر کی توہین ہے۔ جب مسلمان کی قبر سے تکیہ لگانا اور اس پر چلنا پھرنا منع ہے تو اس پر پھاوڑے چلانا کب جائز ہوگا۔

۸- یہ کہ بخاری کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ عثمانی میں تھے اور ہم میں بڑا بہادر وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔ معلوم ہوا کہ وہ قبر اتنی اونچی بنائی گئی تھی جسے پھلانگنا دشوار تھا۔ اور یہ قبر حضور ﷺ نے خود بنائی تھی۔

۹- مشکوٰۃ شریف میں ہی حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ نے عثمان ابن مظعون کی قبر کے سرہانے کی طرف ایک اونچا پتھر لگایا تھا جسے پھلانگنا دشوار تھا۔ بہر حال اگر یہاں مسلمانوں کی قبریں مراد ہوں تو یہ حدیث بہت احادیث کے خلاف ہوگی اور اس میں ایسی مشکلات پیدا ہوگی جو حل نہ ہو سکیں گی۔ افسوس نجدیوں نے اس حدیث کو آڑ

ہنا کر حرمین طیبین میں صحابہ کبار اہل بیت اطہار کی قبروں کو تو گرا دیا مگر اسی علاقہ میں امریکن تیل کمپنی جس کا ٹھیکہ امریکہ کو دیا گیا ہے ان کے فوت شدہ انگریزوں کی بڑی بڑی قبریں اونچی ہیں مگر ہاتھ نہ لگایا گیا۔ یعنی جن کے لئے حدیث تھی ان پر عمل نہ کیا گیا اور مسلمانوں کی قبروں پر یہ ستم ڈھایا گیا۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۰۸

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ لَمَّا جَاءَ لَعْمَى جَعْفَرَ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا لِأَلِ جَعْفَرَ
طَعَامًا فَقَدْ آتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ -

(مشکوٰۃ باب البكاء على المیت)

☆ ترجمہ

حضرت عبد اللہ ابن جعفرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفرؓ کی موت کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ کہ ان کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے بازر کھے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

☆ تشریح

حضرت جعفرؓ ابو طالب کے فرزند 'حضرت علی مرتضیٰؓ کے بھائی ہیں آپ کی شہادت ۸؎ غزوہ موہ میں ہوئی۔ موہ تبوک کے پاس ایک جگہ کا نام ہے۔ حضور ﷺ نے کھانا پکانے کا حکم اپنے اہل بیت کو دیا اس کھانے کو جو اہل میت کے لئے پکایا جائے عربی میں رُفَعَه 'اردو میں بھتی اور پنجابی میں کوڑاؤ کہتے ہیں۔ یہ کھانا بھجنا سنت ہے۔ بلکہ چاہئے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے۔ انہیں ساتھ کھانے پر مجبور کرے صرف پہلے دن کھانا بھجنا جائے جس دن فوت ہو یا فوت ہونے کی خبر آئے ' بعد میں نہ بھجے۔ تین دن کا رواج غلط ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والے آج غم کی وجہ سے کھانا پکانا سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ لے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کھانا یا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے پکانا سکیں یا باہر کے مہمان جو شرکتِ دفن کے لئے آئے ہیں۔ عام برادری والوں کی دعوت اس وقت ممنوع ہے۔ حضرت جریر ابن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابہؓ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے۔ اسی کو فقہاء منع کرتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلہ و برادری والوں اور میت والوں کے لئے کھانا بھجنا اور پھر تیسرے دن خود میت والوں کے ہاں برادری کی روٹی ہونا دھوم دھام سے اسے کھانا یہ دونوں کام سخت منع ہیں۔ خصوصاً جبکہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے متروکہ مال سے روٹی کی جائے تو اس کا کھانا اور کھانا سخت حرام ہے کیونکہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے۔ الغرض اہل میت کی رسمی

دعوت ممنوع ہے اور یہ کھانا ناجائز ہے۔

(مرات)

☆ حدیث نمبر ۱۰۹

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَتَوَفَّى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ إِلَّا أَدْخَلَهُمَا اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمَا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ اثْنَانِ قَالَ أَوْ اثْنَانِ قَالُوا وَاحِدٍ قَالَ أَوْ وَاحِدٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ السَّقَطَ لَيَجْرُأُ مَهْ بِسَرِّهِ إِلَى الْجَنَّةِ إِذَا أَحْتَسَبْتَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ مِنْ قَوْلِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ -

(مشکوٰۃ باب البكاء على الميت)

☆ ترجمہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے دو مسلمان نہیں جن کے تین بچے فوت ہو جائیں مگر اللہ اپنے فضل سے انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے لوگ بولے یا رسول اللہ ﷺ یا دو فرمایا یا دو بولے ایک فرمایا، ایک پھر فرمایا، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری

جان ہے کہ کپا چو اپنی ماں کو اپنے نارو سے جنت کی طرف کھینچے گا جبکہ وہ طالبِ ثواب ہو۔ (احمد ابن ماجہ نے وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ سے روایت کی)

☆ تشریح

حدیث پاک میں دو مسلمانوں سے مراد ماں باپ ہیں جن کے چھوٹے بچے فوت ہو جائیں اور وہ صبر کریں۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کی دو فرمایا دو پھر عرض کیا گیا ایک تو آپ نے فرمایا ایک۔ معلوم ہوا حضور ﷺ رحمتِ الہی کے باختیار قاسم ہیں اور حضور ﷺ کی زبان مبارک کُن کی کنجی ہے کہ یہ حضور ﷺ نے نہ فرمایا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے تین سے فوت ہونے کے متعلق فرمایا تھا۔ اچھا اب جب جبرائیل آئیں گے تو ان کے ذریعہ رب سے پوچھو لیں گے بلکہ خود ہی جواب دے دیا۔ مزید یہ کہ اس ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ کمال و نقصان کی طرف اشارہ ہے یعنی اول نمبر اور کامل سکتی رحمت تو وہ ہیں جو تین چوں پر صبر کریں پھر وہ بھی جو دو یا ایک پر صبر کریں کہ یہ دونوں پہلے کے ساتھ ملحق ہیں۔

(مرقات)

'سُرُر' عربی میں نارو کو کہتے ہیں جو بچے کے ناف میں لہسا سا ہوتا ہے جسے عموماً دانی کاٹی ہے اگرچہ وہ کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے مگر قیامت میں اس بچے کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اجزائے بدن کو وہاں جمع فرمادے گا۔ حتیٰ کہ قلفہ یعنی تختہ کی کھال بھی وہاں موجود ہوگی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ اگرچہ یہ چوہاں

باپ دونوں ہی کو جنت میں لے جائے گا مگر ماں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ماں کو صدمہ زیادہ ہوتا ہے اور صبر کم ہوتا ہے۔

(مرآت)

شرح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ صرف قسم پورا کرنے کے لئے چھوئے گی۔ سفیانؒ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں .. وہ صرف قسم پوری ہونے کے لئے آگ میں داخل ہوگا۔

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۱۰

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلَاثَةً مِنْ أَوْلَادِهِ لَمْ يَبْلُغُوا الْجَنَّةَ كَانُوا لَهُ حِصْنًا حَصِينًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ أَبِي ابْنُ كَعْبٍ أَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَاءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَوَاحِدًا رَوَاهُ ابْنُ لَتْرِمِذِي وَابْنُ مَاجَةَ وَ قَالَ ابْنُ لَتْرِمِذِي هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ -

(مشکوٰۃ باب البكاء علی المیت)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے تین نابالغ بچے آگے بھیج دے تو وہ اس کے لئے آگ سے مضبوط قلعہ ہونگے۔ حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا،، دو تو میں نے بھی بھیج دئے،، فرمایا دو بھی۔ قاریوں کے سردار ابو المذراہلی ابن کعبؓ بولے میں نے ایک بھیج دیا ہے۔ فرمایا ایک بھی۔

(ترمذی، ابن ماجہ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

☆ تشریح

جس طرح مضبوط و محفوظ قلعہ میں چور ڈاکو، باہر کی آفتیں، سیلاب کا پانی نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح اس شخص تک دوزخ کی آگ، وہاں کے سانپ چھو اور دیگر عذاب ان جوں کے سبب سے نہ پہنچ سکیں گے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کی کنیت ابو المذرہ ہے اور نبی اکرم ﷺ نے آپ کو سید القراء کا بھی خطاب دیا اور سید الانصار کا بھی اور حضرت عمر فاروقؓ نے سید المسلمین کا خطاب دیا، ہر خطاب آپ کے لئے موزوں ہے اور آپ پر تجا ہے وہاں سے تمام خطاب صحیح ملتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچا چہ اپنے رب سے جھگڑے گا جب اللہ اس کے ماں باپ کو آگ میں داخل کرے گا۔ تو فرمایا جائے گا اے رب سے جھگڑنے والے کرے چہ اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تب وہ

انہیں اپنے ناز سے کھینچے گا حتیٰ کہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ خیال رہے یہاں
بچے کا جھڑنا ناز و محبت کا جھڑنا مراد ہے۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى
لِنَاسٍ تَرُدُّ اللَّقْمَةَ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةَ وَاللِّمْرَتَانِ
وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطِنُ
بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ مُتَّفَقًا
عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب من لا تحل له الصدقة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
مسکین وہ ہیں جو لوگوں پر چکر لگاتا پھرے اسے ایک دو لقمے یا ایک دو چھوہارے لوٹا
دیں۔ لیکن مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس سے لوگوں سے لا پرواہ ہو جائے اور
اسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اسے صدقہ دے دیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال

کرے۔

(کاری و مسلم)

☆ تشریح

یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صامروں کے ڈمرہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دوزدھوپ کر سکتا ہے تو وہ کمانے کے لئے بھی کر سکتا ہے۔ ہاں صام مسکین وہ ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے۔ اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس مسکین کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا کہ :-

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

(اصل حق ان حاجتمندوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں مقید ہو گئے ہوں)

یہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور ﷺ نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکسار ہونا، عجز اور غرور نہ ہونا۔ ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے۔ جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی جگہ تھی ہے جو فتنہ میں مبتلا کر دے۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۲

عَنْ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلِيًّا

لصَدَقَةٍ فَلَمَّا فَرَعْتُ مِنْهَا وَ أَوَيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَ لِي بِعَمَالَةٍ
 فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ وَأَجْرِي عَلَى اللَّهِ قَالَ خُذْ مَا
 أَعْطَيْتَ فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلِنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا
 مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَهُ فَكُنْ وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

(مشکوٰۃ باب لا تحل له المسئلة ومن تحل له)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت ابن ساعدیؓ سے - فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے
 صدقہ پر عامل بنایا۔ جب میں اس سے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں ادا کر
 دیا تو مجھے اجرت کا حکم دیا، میں نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کام کیا
 ہے، میری اجرت اللہ پر ہے۔ فرمایا جو تمہیں دیا جائے لے لو، میں نے بھی زمانہ نبوی
 ﷺ میں یہ عمل کیا تھا۔ مجھے حضور ﷺ نے اجرت دی تھی تو میں نے بھی
 تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں
 بغیر مانگے ملے وہ کھا لو اور صدقہ کرو۔

(ابو داؤد)

☆ تشریح

حدیث پاک کے راوی کو ابن ساعدیؓ اور ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کینت میں مشہور تھے۔ صحابیؓ تھے اور آپ نے شام میں ۷۵ھ میں وفات پائی۔
(اشعۃ)

ابن ساعدیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال، جانور، زرعی پیداوار وغیرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی زکوٰۃ کا باقاعدہ محکمہ ہوتا تھا۔ جس میں ان لوگوں کو زکوٰۃ سے اجرت دی جاتی تھی اور انہیں عامل کہا جاتا تھا۔ قرآن پاک میں مصارف زکوٰۃ میں ان کا بھی ذکر ہے فرمایا :- وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا (زکوٰۃ وغیرہ لینے کے لئے کام کرنے والے)

حضرت ابن ساعدیؓ کا خیال یہ تھا کہ اجرت لینے سے ثواب ختم ہو جاتا ہے اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے۔ اس لئے اجرت لینے سے انکار کیا۔ سبحان اللہ کیسی پیاری تعلیم فرمائی گئی کہ بغیر مانگے جو اللہ دے اسے نہ لینا گویا اللہ کی نعمت کا ٹھکرانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ لہذا یہ ضرور لو۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ نیک اعمال کی اجرت لینا جائز ہے۔ چنانچہ علماء، قاضی، مدرسین حتیٰ کہ خود خلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی جائے گی۔ سوائے حضرت عثمان غنیؓ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے۔
دوم یہ کہ جب کام کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ

ثواب کم نہ ہوگا۔ صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے۔ تنخواہ تو گزارے کے لئے وصول کرے اصل مقصد دینی خدمت ہو۔

سوم یہ کہ غنی بھی یہ اجرتیں لے سکتا ہے صرف فقیر ہی کو اجازت نہیں۔ پھر لے کر خود بھی کھا سکتا ہے۔ اس سے خیرات بھی کر سکتا ہے۔

خیال رہے اس حدیث کی بناء پر امام احمدؒ کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے جبکہ باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبالی ہے۔

(مرأت)

مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام پر واجب ہے کہ ایسے علماء مفتیوں، مدرسوں کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنی ذات کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو۔

(مرقات)

اس دور میں چونکہ سلطان اسلام عموماً دینی امور سے لا تعلق رہتا ہے اس لئے دینی اداروں کے سربراہ، علماء اور مدرسین کی خدمات کے ذمہ دار ہوتے۔ حدیث پاک سے اشارتا معلوم ہوا کہ دینی طلباء سے ختم قرآن کے بعد ان کی دعوت کرنا اور انہیں کچھ نقدی بھی دینا جائز ہے۔ یا علمائے دین سے وعظ کرا کر کرایہ اور نذرانہ دیا جاسکتا ہے کیونکہ ختم قرآن اور وعظ فی سبیل اللہ ہے۔ اور ان کی خدمات بھی فی سبیل اللہ ہیں۔ اسی دم اور تعویذ کی اجرت بھی لی جاسکتی ہے کیونکہ یہ علاج کی اجرت ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ صحابہؓ نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر مار گزیدہ پر دم کیا اور اجرت میں تین بھریاں لیں جن کا گوشت

حضور ﷺ نے بھی ملاحظہ فرمایا۔ ہاں علماء اور حفاظ دینی کام کرتے وقت نیت فی سبیل اللہ کی رکھیں۔ اس نیت سے انشاء اللہ دین و دنیا سنور جائیں گے۔ یہ بات تجربہ شدہ ہے۔

(مرأت مواضافہ)

شرح مسلم میں حضرت عمرو بن ميمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ کرامؓ نے ان کے لئے دو ہزار مقرر کئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس میں اضافہ کرو کیونکہ میرے عیال ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تب صحابہ کرامؓ نے پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ و ضین عن عطاء میان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمرؓ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ہر ماہ دیتے تھے۔ تعلیم قرآن پر اجرت کا مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔ خیال رہے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں یہ ایک مجبوری ہے۔ وہ یہ کہ اُمت کے بغیر سلسلہء تعلیم قرآن ختم ہو سکتا ہے۔

(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۱۳

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ

مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرْتُ بِئْرًا وَقَالَ
هَذَا لِأُمَّ سَعْدٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقة)

☆ ترجمہ

حضرت سعد ابن عبادہؓ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
ﷺ اُمّ سعد وفات پاگئیں۔ تو اب کونسا صدقہ بہتر ہے۔ فرمایا پانی۔ لہذا سعدؓ نے
کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں اُمّ سعد کا ہے۔

(ابوداؤد، نسائی)

☆ تشریح

حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ میں کونسا صدقہ دے کر ان کی رُوح کو اس کا
ثواب بخشوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ
کا ثواب عطا سنت ہے قرآن پاک میں جو ہے:-

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(اس کو ثواب بھی اس کا ملے گا جو ارادہ سے کرے اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہو گا جو
ارادہ سے کرے) یا فرمایا :-

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى

”انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی،“

جن سے معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی ہی نیکیاں فائدہ مند ہیں۔

وہاں بدنی فرائض مراد ہیں اسی لئے وہاں گَسَبَتْ اور سَعَى ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا۔ ثواب ہر عمل کا عطا کیے جاتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں۔ قرآن کریم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکیوں کی برکت سے مڑوں کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:-

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا (ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا)

فرمایا ان کی طرف سے پانی کی خیرات کرو۔ کیونکہ پانی سے دینی دنیاوی منافع حاصل ہوتے ہیں خصوصاً ان گرم و خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو۔ بعض لوگ جیلیں لگاتے ہیں، عام مسلمان ختم، فاتحہ وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے۔

لَا مَ سَعِدٍ فرما کر بتایا کہ اُمّ سعد کی روح کے ثواب کے لئے ہے یہ لام نفع کا ہے نہ کہ ملکیت کا۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ ثواب عطا ہونے کے وقت ایصالِ ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سحتِ صحابہؓ ہے کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ دوسرا یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام آجانے سے وہ شے حرام نہ ہوگی۔ دیکھو حضرت سعدؓ نے اس کنوئیں کو اپنی مرحومہ ماں کے نام پر منسوب کیا۔ وہ کنوئیاں شام آباد بھی آباد ہو اور اس کا نام بھڑا اُمّ سعد ہی تھا۔ یہ مَا أُحِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں۔ یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے۔ ابو داؤد کی ایک سند میں یوں ہے۔

عَنْ أَبِي اسْحَاقَ الْبَسِيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ

چونکہ اس میں عَنْ رَجُلٍ آگیا اس لئے یہ سند مجہول ہو گئی۔ دوسری سند میں یوں ہے عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ أَنَّ سَعْدًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْخ یہ اسناد ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان میں بھی ہیں

تیسری سند یوں ہے - عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيْبِ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ يَهْدِيهِمَا اسناد منقطع ہیں۔ کیونکہ سعید ابن مسیب اور حسن بصری کی ملاقات حضرت سعد بن عبادہ سے نہ ہوئی (مرقات)

مگر یہ انقطاع و جمالت کوئی مضر نہیں، چند وجوہات سے۔ ایک یہ کہ یہ حدیث اس بناء پر زیادہ سے زیادہ ضعیف ہو سکتی ہے اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ثبوت استنباب میں کافی ہوتی ہے۔ دیکھئے کتب فقہ اور شامی وغیرہ۔ ایصالِ ثواب فرض یا واجب نہیں بلکہ صرف سنتِ مستحبہ ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ کسی حدیث صحیح کے متعارض نہیں۔ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ ایصالِ ثواب حرام ہے تاکہ یہ حدیث چھوڑ دی جائے۔

تیسرا یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت سی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور انور ﷺ ایک قربانی اپنی اُمّت کی طرف سے کرتے تھے اور فرماتے تھے الہی ا سے اُمّتِ مصطفیٰ کی طرف سے قبول فرمائے۔

(ہاری و مسلم)

اور سیدنا علی المرتضیٰؑ ہمیشہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے رہے

فرماتے تھے مجھے حضور ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

چوتھا یہ کہ اس حدیث کی تائید آیتِ قرآنی سے بھی ہوتی ہے فرمانِ باری

تعالیٰ ہے۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ

(اور انکے اموال میں سائل اور محروم کا بھی حق ہے) اور فرماتا ہے۔

وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ

(اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ

اور رسول ﷺ کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں)

پانچواں یہ کہ ہمیشہ سے سارے مسلمان ایصالِ ثواب پر عمل کرتے رہے

اور عملِ امت کی وجہ سے حدیثِ ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

چھٹا یہ کہ جب امامِ بخاریؒ کی تعلیق قبول ہے جن میں وہ اسنادِ میان ہی نہیں

کرتے۔ سیدھے کہہ دیتے ہیں۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ کیونکہ امامِ بخاریؒ ثقہ ہیں تو

حضرت سعید ابن مسیبؒ اور خواجہ حسن بھریؒ کا اتطاع بھی قبول کیونکہ یہ دونوں

حضرات امامِ بخاریؒ سے کم ثقہ نہیں بلکہ اپنے یقین کامل کی بناء پر براہِ راست

حضرت سعد کا واقعہ بیان کر دیا۔

(مرآت)

شراحِ مسلم علامہ سعیدیؒ حوالہ امامِ بخاریؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل

فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو گئیں

انہوں نے بارگاہِ رسالتؐ میں عرض کیا کہ اگر میں والدہ کی طرف سے کچھ صدقہ

کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ سعد نے عرض کی یا رسول

اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

(شرح مسلم ج (۷) صفحہ ۹۲)

حدیث نمبر ۱۱۲

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنْهَا قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا
كَتْفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتْفِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
صَحَّحَهُ -

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقة)

☆ ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل بیت نے بکری ذبح کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس میں سے کیا چاودہ بولیں کہ کندھے کے سوا کچھ نہ چا۔ فرمایا کندھے کے سوا سب کچھ چا گیا۔

(ترمذی اور ترمذی نے اسے صحیح فرمایا)

☆ تشریح

بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض اہل بیت۔ چونکہ ازواج

مطہرات کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکور ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا۔

حضور ﷺ کے پوچھنے پر ازواج مطہرات نے عرض کیا سارا گوشت خیرات کر دیا گیا ہے صرف ایک شانہ چاہے۔ غالباً یہ گھر کے خرچ کے لئے رکھا گیا ہوگا۔ اور یہ بخری صدقہ کے لئے ذبح کی گئی ہوگی کیونکہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لئے نہیں رکھا جاتا تھا۔

حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو راہِ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لئے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ

(اور جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا)

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۵

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ وَثَلَاثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمُ اللَّهُ فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَ لَهُمُ بِاللَّهِ وَكَمْ يَسْأَلُهُمْ لِقَرَابَةِ بَيْنِهِ وَبَيْنَهُمْ فَمَنْعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِرًّا لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِي

أَعْطَاهُ وَقَوْمَهُ سَارُوا لَيْلَتَهُمْ حَتَّىٰ إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ
 إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعَدُّلُ بِهِ فَوَصَّوْا رِءُوسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَلَّقُنِي وَ
 يَتْلُو آيَاتِي وَرَجُلٌ كَانَ فِي سِرِّيَةِ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهَزَمُوهُ
 فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّىٰ يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ
 يُبْغِضُهُمُ اللَّهُ الشَّيْخُ الْلَزَائِمِيُّ وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ
 وَالْغَنِيُّ الظُّلُومُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(مشکوٰۃ باب فضل الصدقة)

☆ ترجمہ

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض۔ جن سے وہ محبت
 کرتا ہے ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا
 اپنی آپس کی قرابت داری کی وجہ سے نہ مانگا لوگوں نے اسے منع کر دیا تو ان ہی میں
 سے ایک شخص پیچھے ہٹا اسے چھپ کر کچھ دے دیا۔ جس کا عطیہ اللہ کے سوا اور
 اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک وہ قوم جو رات بھر چلتی رہی حتیٰ کہ
 جب انہیں نیند ہرما سوا سے پیاری ہو گئی تو سر کھ کر سو گئے۔ تو یہ شخص کھڑے ہو
 کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں۔ اور وہ شخص جو کسی لشکر میں
 تھاد ثمن سے جنگ کی لوگ بھاگ پڑے تو یہ اپنا سینہ تان کر کھڑا ہوا حتیٰ کہ قتل

کر دیا گیا۔ یا اس کی وجہ سے فتح ہو گئی۔ اور وہ تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بڑھائی، دوسرا متکبر فقیر اور تیسرا ظالم غنی۔

(ترمذی، نسائی)

☆ تشریح

اللہ تعالیٰ کی محبت سے مراد خصوصی محبت ہے اور ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمام کفار اور فاسقوں سے ناراض ہے۔ قوم کے پاس آنے والا شخص اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں بلکہ وہ تو دینے والا ہے۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ اس کے صدقہ کی اہمیت دکھانے کے لئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا۔

(لغات)

اگرچہ قرامت دار فقیر کو دینے میں دو گنا ثواب ہے۔ مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی نادان فقیر کو دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوائے رضاء الہی کے اور کوئی چیز فقیر کی منوینت وغیرہ ملحوظ نہ تھی۔

لفظ اَعْطَاهُ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو۔ دوسرا یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو۔ مطلب یہ کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا کہ کون دے گیا، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا۔ اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی۔ اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔

عرب میں عموماً اب بھی رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں۔ چونکہ اس تہجد خواں نے تین بہادریاں کیں اس لئے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا۔ ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا۔ سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سونا۔ عابدوں میں عبادت آسان ہے غافلوں میں مشکل۔ اور تہجد کی نماز غافلوں میں رہتے ہوئے پڑھنا مشکل کام ہے۔

حدیث پاک میں لفظ تَمَلَّقُ ملق سے ما بمعنی دوستی و نرمی ، ناجائز نرمی کا نام چاپلوسی ہے اور جائز نرمی کا نام خوشامد نیاز مندی وغیرہ ہے۔ یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندے و رب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق کا باعث ہے یہ حال قال سے وراہ ہے۔

وہ شخص جو جنگ میں گیا ، ڈٹا رہا۔ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرات ہمت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی۔ پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکٹڑ گئے تھے۔ حضور ﷺ میدان میں جمے رہے پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے ، جم کر لڑے اور میدان جیت لیا۔

الشَّيْخُ الزَّانِبِيُّ سے ظاہر ہے کہ بوڑھا آدمی نہ کہ شادی شدہ جوان۔ چونکہ بوڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے۔ شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ بوڑھا بہت تکلف سے ہی صحبت کر سکتا ہے اس لئے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے کہ اسے نہ موت کا خوف اور نہ اللہ و رسول کا شرم۔

اگرچہ ہر محترم آدمی ہے مگر فقیر کا محترم زیادہ ہے کیونکہ اس کے پاس اس کے

اسباب نہیں ہیں۔ محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے۔ خیال رہے کہ محترم، استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جانا محترم ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ و رسول ﷺ ہی کا محتاج جانتا بہت اعلیٰ وصف ہے۔ اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ، نے یوں فرمایا :-

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کام نہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں نیچے دیکھ کے تلو تیرا

کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو
صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ کفار اور مشکبرین کے مقابلہ میں محترم کرنا عبادت ہے۔

(مرقات)

اشعة اللمعات میں ہے کہ حضرت بشیر ان حارثؓ نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقیروں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقیروں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے محترم کرنا اس سے بھی اچھا ہے۔

الْغِنَى الظَّالِمُ یعنی اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں جائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے۔
(مرآت)

شارح مسلم علامہ سعیدیؒ ایک دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بوڑھے آدمی کی طویل زمانہ گزر جانے اور محدود تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جماع کے اسباب اور شہوت کم ہو جاتی ہے اگر تھوڑی ہو بھی تو حلال ذرائع موجود ہوتے ہیں تو پھر اس کا زنا کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ زنا کا محرک شباب، حرارت، غریزہ، قلت معرفت، غلبہ شہوت، ضعف عقل اور کم عمری ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بوڑھے کا زنا بہت ہی بُرا ہے۔ اسی طرح فقیر کا عجز کرنا بہت بُرا ہے۔ کیونکہ عجز کا سبب اپنے ہم عمروں پر فائق ہونا دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے پاس مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دستِ نگر اور محتاج ہو تو اس کا عجز کرنا بہت بُرا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ - ۱)

☆ حدیث نمبر ۱۱۶

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ أَيْكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَيْتُ يَطْعَمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب متفرق)

☆ ترجمہ

حضرت ابو یزید سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا تو کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

روزہ کا وصال یہ ہے کہ رات کو بغیر افطار کئے، بغیر کچھ کھائے پئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے۔ حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے۔ اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں۔ وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے، وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں۔ وصال میں جوئیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری امت کے لئے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ۔

حضور ﷺ صرف ایک دن کا نہیں بلکہ لگاتار کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزہ رکھتے تھے۔ اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنت رسول اللہ ﷺ ہونا چاہئے۔ منع کیوں ہے؟

أَيْكُمْ مِثْلِي فِي اسْتِفْهَامِ انْكَارِي هِيَ وَأَيْكُمْ فِي صَحَابَةٍ أَوْ تَمَامِ

انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں۔ جب صحابہ حضور انور

ﷺ کی مثل نہ ہو سکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہمسری کا دعویٰ کئے۔
ہمارا تو عقیدہ ہے۔

نسبت خود بصحت کر دم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت ہنگ کوئے تو شد بے ادبی است

ترجمہ = اپنی نسبت تیرے کتے سے کی ہے لیکن بہت شرمندہ ہوں،
کیونکہ تیرے کتے کے ساتھ اپنی نسبت کرنا سخت بے ادبی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خالص بشریت
میں تشبیہ ہے جس میں الْوَبِيَّتُ کا خلط نہ ہو یعنی میں تمہاری طرح
خالص بشر ہوں نہ خدا، نہ خدا کا سا جہی، پھر میری بشریت سے نبوت کا خلط ہوا جسے
يُوحَى الْمَسِيءَ نے بیان کیا۔ لہذا یہ حدیث آمتِ قرآنی کے خلاف نہیں تمام جہان
کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہو سکتے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن
دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے۔

علماء نے اس کھلانے پلانے کی بہت توجیہیں بیان کی ہیں بعض نے کہا کہ اس
سے قوت برداشت مراد ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذا میں مراد ہیں۔
بعض کے نزدیک فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس سے
بھوک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے۔ لیکن حضرت عشق کا فتویٰ نرالا ہے کہ حدیث بالکل
ظاہری معنی پر ہے اور اس میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر
فرمایا ایک یہ کہ تم سب اپنے بی بی چوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب
کے پاس۔

فرشی و براوج عرش منزل امی و کتاب خانہ زر دل
امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

ترجمہ = زمین پر رہتے ہیں لیکن عرش کی بلندیوں پر منزل ہے۔ کسی سے پڑھا نہیں لیکن تمام کتابیں دل میں ہیں۔ امی ہیں اور تمام جہاں کی گہرائیاں جاننے والے ہیں۔ اجناسیہ نہیں لیکن تمام جہاں کے لئے سایہ ہیں۔

دوسرا یہ کہ میں اللہ کے پاس رہ کر خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے۔ کھلانے والا اس کا دستِ کرم ہے۔ کھانے والا میں۔ تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے اور نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سمیلِ تسنیم وغیرہ کے شرمٹ۔

چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتا۔ جب انسان کو مطلق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا تو نبوت اور وحی کی عفتوں نے بھی حضور ﷺ کو تمام انسانوں سے ذاتی طور پر ممتاز کر دیا۔ دوسرا یہ کہ اگر حضور ﷺ بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑ دیں تو خواہ بغفتوں نہ کھائیں ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی۔ اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے۔ چونکہ آپ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں شرمٹ کی جوہر ٹری ہے۔ تیسرا یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضور ﷺ کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی۔ بعض اولیاء خواب میں کھا پی لیتے ہیں کہ کھانے کی خوشبو

میداری کے بعد ان کے منہ میں پائی جاتی ہے مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے۔ دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا۔ چوتھا یہ کہ بعض مہدوں کو اسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں، حضرت مریمؑ کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ پانچواں یہ کہ حضور ﷺ کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو۔ خصوصیاتِ مصطفویٰ ہمارے لئے سنت نہیں۔ ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، روزہ وصال ہمارے لئے نہ سنت ہیں نہ لائق عمل سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔

(مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۱۷

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَلَمْ أَخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

وَاقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ
ذَلِكَ قَالَ صُمْ أَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوُدَ صِيَامَ يَوْمٍ
وَإِفْطَارِ يَوْمٍ وَاقْرَأْ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَى
ذَلِكَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ باب صیام التطوع)

☆ ترجمہ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاصؓ سے، فرماتے ہیں کہ مجھے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے عبداللہ کیا مجھے یہ خبر نہ ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ
رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو، میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔
فرمایا ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، قیام بھی کرو اور آرام بھی کیونکہ
تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری
بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے۔ جس نے عمر بھر روزے
رکھے، اس نے روزے رکھے ہی نہیں۔ ہر مہینہ تین روزے ساری عمر کے روزے
ہیں۔ ہر مہینہ میں تین روزے رکھو اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو۔ میں نے عرض
کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا تو تم بہترین روزے، روزہ داؤد
رکھو۔ ایک دن روزہ ایک دن افطار۔ اور سات راتوں میں قرآن پاک ختم کرو۔ اس
سے زیادہ نہ کرو۔

(بخاری، مسلم)

☆ تشریح

فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم سوائے پانچ ممنوعہ دنوں کے باقی سال بھر کے مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات کو عبادات کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو۔ تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے اور نفل کی وجہ سے فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب ہے نہ ہی شرعاً ٹھیک ہے۔ خیال رہے اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے۔ جو چیز فرائض چھوڑا دے وہ حرام ہے۔ خیال رہے ہمیشہ روزہ رکھنے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور پڑ جانے کا خطرہ ہے۔

سرکار ﷺ کا کیا حکیمانہ جواب ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے اور شب بیداری کرنے سے تم کمانہ سکو گے اور بیوی کو منہ نہ لگاؤ گے، ملاقاتی لوگ اور مہمان چاہتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ کھاؤ پیو اور رات کو دو گھڑی ان سے بات چیت کرو تم یہ بھی نہ کر سکو گے۔ معلوم ہو ہمیشہ روزے رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے۔ جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں۔ جن کے لئے ہمیشہ روزہ اور رات بھر کا جاگنا نہ کورہ حقوق سے آڑ نہ ہو۔ ان کے لئے اس میں حرج نہیں۔ مگر ایسے بہادر لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں جیسے حضرت طلحہؓ اور تابعین میں امام ابو حنیفہؒ وغیرہ۔ جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے روزے رکھے ہی نہیں کا مطلب یہ کہ کامل روزے نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے۔ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ اس ترتیب سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہو گا۔

بہتر یہ ہے کہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۳ اور ۱۵ کو رکھے جائیں۔

.. ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو.. یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے

کی اصل ہے۔ زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سورتوں اور منزلوں پر تھی۔

رکوع اور پاروں پر نہ تھی۔ پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کئے گئے کہ

حضرت عثمان غنیؓ تراویح کی رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے اس کا

نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر .. ع .. کا نشان لگایا گیا۔ تاکہ تراویح کا باقاعدہ

رواج دینے والے جناب عمرؓ اور اس رواج کو دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمانؓ کی

طرف اشارہ ہو۔ تراویح روزانہ جس رکعت ہوتی تھیں اور ستائیسویں شب کو ختم

قرآن۔ اس طرح قرآن پاک کے 540 (پانچ سو چالیس) رکوع ہوئے۔ بہت

عرصہ کے بعد قرآن پاک کے تیس پارے کئے گئے تاکہ روزانہ تلاوت کرنے

والوں کو آسانی رہے اور اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم

کرنایا کریں۔ بعض حفاظ کو میں نے دیکھا ہے بلکہ الحمد للہ خود بھی اس پر عمل پیرا

ہوں کہ جس رکعت تراویح میں جس رکوع تلاوت کرنے سے ستائیسویں شب ختم

قرآن ہوگا۔

عبداللہ ابن عمرؓ نے عرض کی مجھے زیادہ عبادت کی اجازت عطا فرمائی

جانے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی اس ممانعت سے ان کے لئے اتنے نوافل

اور روزے ناجائز ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ خوشامد کر کے زیادہ کی اجازت طلب کر

رہے ہیں۔ اس سے جہاں حضور انور ﷺ کے خدا داد اختیارات معلوم ہوئے وہاں

صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی

عبادات کا شوق عطا فرمائے۔ آمین

سات راتوں میں ختم قرآن کہ روزانہ فی ہشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو۔ یاد رہے یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو حضرت عبداللہؓ جیسی طاقت رکھتے ہوں، کمزور لوگ مہینہ میں ختم کریں۔ اور زیادہ قوی لوگ ہفتہ سے بھی کم وقت میں ختم کر سکتے ہیں۔ جو مہینہ میں بھی ختم نہ کر سکے وہ بڑا محروم ہے۔

(مرات وغیرہ)

☆ حدیث نمبر ۱۱۸

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنْتُ أَصَلِي
وَالنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ مَعَهُ
فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ ا
لصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ
لِنَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ تُعْطَى
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ -

(مشکوٰۃ باب الصلوة علی النبی وفضلها)

☆ ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب میں بیٹھا اور اللہ کی حمد سے ابداء کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پھر میں نے اپنے لئے دُعا کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مانگ لے دیا جائے گا، مانگ لے دیا جائے گا۔

(ترمذی)

☆ تشریح

یہ حضرات نماز سے فارغ ہو کر مسجد میں ہی تشریف فرما تھے میں نوافل وغیرہ پڑھ رہا تھا کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ علیحدہ فرض نہیں پڑھتے تھے بلکہ جماعت سے پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا سنت ہے۔

حدیث پاک سے چند ایک مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز کے بعد دُعا مانگنا سنت ہے۔ دوسرا یہ کہ دُعا میں ترتیب یہ چاہئے کہ پہلے حمد الہی کرے۔ پھر درود شریف پڑھے پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگے پھر دعا مانگے۔ شامی نے فرمایا کہ دوران دُعا بار بار درود شریف پڑھتا رہے۔ درودوں سے بھری ہوئی دُعا انشاء اللہ رد نہیں ہوتی۔

ترمذی . نسائی میں حضرت فضالہ ابن عبیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر کہا الہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا اے نمازی تو نے جلدی کی

جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کی حمد کر جس کے وہ لائق ہے اور مجھ پر درود بھیج پھر دعا کر۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے نماز پڑھی اللہ کی حمد اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے نمازی مانگ قبول ہوگی۔

معلوم ہوا رب دینے والا ہے اور اس کے صیب دلوانے والے اور بانٹنے والے ہیں یا اس طرح کہو کہ رب سے مانگنا ہے تو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانگو۔ لہذا حمد و صلوة کے بعد دعا مانگی جائے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی دعا بغیر حمد و صلوة قبول نہیں ہوتی۔ یہ دونوں دعا کی قبولیت کی شرطیں ہیں۔

(مرآت)

غالباً اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے عامۃ المسلمین دعا عموماً اس طرح شروع کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اور دعا ختم کرتے ہوئے اس طرح درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ۔

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں کہ دعا کے اول و وسط اور آخر میں درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ شاطبی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنا قطعی طور پر مقبول ہے اور جب کوئی شخص درود شریف کے ساتھ کوئی دعا مانگے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی جائے گی۔ نیز علامہ فاسی فرماتے ہیں کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود لیکن درود شریف

صرف مقبول ہے مردود نہیں۔

(شرح مسلم ج (۱) صفحہ ۱۱۷۳)

☆ حدیث نمبر ۱۱۹

عَنْ أُمِّ هَانِيٍّ قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتَحَ
مَكَّةَ جَاءَتْ فَاطِمَةٌ فَجَلَسَتْ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِيٍّ عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتْ
لَوْلِيْدَةً بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَنَأَى وَلْتَهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَأَوَلَهُ
أُمُّ هَانِيٍّ فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ
وَكَنتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا أَكُنْتَ تَقْضِينَ شَيْئًا قَالَتْ لَا
قَالَ فَلَا يَضُرُّكَ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
وَالْبُرْمَذِيُّ وَاللَّيْثِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالْبُرْمَذِيُّ
نَحْوَهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا إِنِّي كُنْتُ صَائِمَةً
فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوُّعُ أَمِيرٌ نَفْسِهِ إِنْ شَاءَ صَامَ وَإِنْ
شَاءَ أَفْطَرَ -

(مشکوٰۃ باب متفرق الصوم)

☆ ترجمہ

حضرت اُمّ ہانیؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہؓ آمیں اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور اُمّ ہانیؓ حضور ﷺ کے دائیں طرف تھیں تو ایک لونڈی ایک مدت لائیں جس میں شرم تھی حضور ﷺ کو پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس سے پیا پھر اُمّ ہانیؓ کو دے دیا انہوں نے پیا۔ پھر بولیں یا رسول اللہ ﷺ میں نے روزہ توڑ لیا، میں تو روزہ دار تھی۔ تو فرمایا کہ کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں۔ بولیں نہیں۔ فرمایا اگر نفل روزہ تھا تو تمہیں کچھ ضرر نہیں۔ ابوداؤد، ترمذی، دارمی اور احمد ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ بولیں یا رسول اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفل روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کرے اگر چاہے افطار کرے۔

☆ تشریح

غالباً مجلس کی یہ ترتیب حضور ﷺ کے حکم سے تھی کیونکہ اُمّ ہانیؓ فاطمہ الزہراءؓ کی نزدیکی تھیں اور پھوپھی بھی۔ عمر میں آپ سے بڑی تھیں اس لئے انہیں حضور ﷺ نے بائیں طرف بٹھایا اور اُمّ ہانیؓ کو دائیں طرف۔ اب بھی اجتماع کے موقعہ پر نشست گاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب چاہئے۔ غالباً یہ واقعہ حضرت اُمّ ہانیؓ کے گھر میں نہ ہوا کیونکہ اگر آپ کے گھر ہوتا تو آپ خود میزبانی کا شرف حاصل کرتیں۔ یہ واقعہ کسی دوسرے کے گھر ہوا ہوگا۔ خیال رہے حضرت اُمّ

ہائی نے مکہ معظمہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔

(مرآت)

سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے پھر واہنی طرف دور چلے اگرچہ اس طرف چھوٹا آدمی یا چوہ ہی کیوں نہ ہو اور بائیں جانب اگرچہ بڑا آدمی ہو پھر بھی واہنی طرف سے دیا جائے۔ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عزیز قرامت دار مرد و عورت ایک دوسرے کا جو ٹھاپانی پی سکتے ہیں جن روایات میں ہے کہ عورت مرد کا اور مرد عورت کا جو ٹھانے پئے وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں۔

سبحان اللہ حضرت امّ ہانیؓ کا کیا عجیب عمل ہے کہ پہلے آپ نے روزہ توڑا پھر مسئلہ پوچھا ان کے نزدیک حضور ﷺ کا پس خوردہ تہرک پینا روزے سے افضل تھا۔ ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کر لوں گی۔ مگر حضور ﷺ کا جو نما پھر کہاں سے گا۔ عشق کے رنگ ہی نرالے ہیں۔

نہست این باران از میں امّ شام

ہست باران دیگر و دیگر سا

ترجمہ = یہ اس بادل کی بارش نہیں ہے۔ یہ بارش بھی اور ہے اور آسماں

بھی دوسرا ہے

عشق کا مدرسہ ہی دوسرا ہے اور اس کے آسمان و زمین ہی کچھ اور ہیں۔

حضور ﷺ نے حضرت امّ ہانیؓ کو گویا بتایا کہ اگر یہ روزہ نذر یا قضائے

رمضان کا تھا تب تو اس کا توڑنا منع تھا۔ اور اگر محض نفلی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ

اس کی قضاء واجب۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرید یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے ترک کھانے کے لئے نفلی روزہ توڑ سکتا ہے۔ دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے۔

حدیث پاک کے ظاہری الفاظ سے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نفلی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں لیکن یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی ہے نہ قضاء کی۔

أَمِيرِنَفْسِهِ كَامَطْلَبِ يَهِيَ كَه نَفْلِي رُوْزَه دَار كِسِي مَوْقَعَه پَر اَفْطَار بَهْتَر سَمْجِه
تو توڑ سکتا ہے۔ (مرآت)

☆ حدیث نمبر ۱۲۰

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ أَتَاهُ اللَّهُ الْفُتْرَانَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ أُنَاءَ اللَّيْلِ وَأُنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ أَتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ أُنَاءَ اللَّيْلِ وَأُنَاءَ النَّهَارِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ -

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

☆ ترجمہ

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف دو آدمیوں پر غِبْطَہ ہے ایک وہ جس کو اللہ نے علمِ قرآن دیا وہ دن رات اسے پڑھتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا وہ دن رات اس سے خیرات کرتا ہو۔
(بخاری و مسلم)

☆ تشریح

حدیث پاک میں لفظ حسد بمعنی غِبْطَہ، رشک ہے۔ حسد تو کسی پر جائز نہیں نہ دنیا دار پر نہ دین دار پر۔ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر ان کی دینی عظمت پر حسد ہوا تھا نہ کہ دنیاوی مال و دولت پر۔ مگر وہ مارا گیا۔ حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا اور رشک کے معنی ہیں دوسرے کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا۔ دینی چیزوں میں رشک جائز ہے۔

علمِ قرآن ملنے سے مراد ہے کہ وہ آدمی عالمِ دین ہو دن رات نمازیں پڑھتا ہو قرآن پر عمل کرتا ہو، ہر وقت اس کے مسائل سوچتا ہو اس میں غور و تامل کرتا ہو۔ تلاوتِ قرآن کرتا ہو۔ لفظ یَقُومُ میں یہ سب کچھ داخل ہے۔ مبارک ہے وہ زندگی جو قرآن و حدیث میں تامل و غور کرنے میں گزر جائے اور مبارک ہے وہ موت جو قرآن و حدیث کی خدمت میں آئے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔
آمین۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

انسان جس شغل میں جئے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اٹھے گا۔
مشکوٰۃ شریف میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورۃ ملک پڑھتے سُنے گئے۔
چونکہ خفیہ خیرات علانیہ خیرات سے افضل ہے اس لئے یہاں رات کا ذکر
پہلے آیا یعنی وہ مالدار خفیہ بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی۔ خیال رہے کہ سنت کی
نیت سے اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔
(مرات)

شرح مسلم میں ہے کہ علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں کہ حسد کی دو قسمیں
ہیں۔

مذموم اور محمود، مذموم یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر
جو اللہ کی نعمت ہے وہ زائل ہو جائے اور حسد محمود (بمعنی رشک) کی حقیقت یہ
ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے
پاس بھی رہے اور تم کو بھی حاصل ہو جائے اس کو منافستہ بھی کہتے ہیں اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ
(اور رغبت کرنے والوں کو اسی (نیک جھتی لوگوں) میں رغبت کرنی چاہئے)
(شرح مسلم)

☆ حدیث نمبر ۱۲۱

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكَلَّ اللَّهُ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ حَتَّى يُمِيسَ وَإِنْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُمِيسُ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ -

(مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

☆ ترجمہ

حضرت معقل ابن یسارؓ، وہ نبی کریم ﷺ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہے کہ میں سننے والے، جاننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔ پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر (70) ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا جو شام تک اُسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اُس دن مر جائے تو شہید مرے گا اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھ

لے تو اسی درجہ میں ہوگا۔

(ترمذی، دارمی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

☆ تشریح

أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ یعنی میری بات سننے والے میرا
درد دل جاننے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ خیال رہے کہ أَعُوذُ جملہ خبریہ ہے۔
بمعنی اثناء یعنی اے اللہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ تاکہ دن بھر وہ مردود مجھے پہنکا
نہ سکے، عبادتوں میں دھیان بٹانہ سکے۔ چونکہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت
ہے اس لئے خصوصیت سے اسی وقت یہ دعا پڑھوائی گئی۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي سَآءِ سُوْرَةٌ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ تک یہ
آیات خالص حمد کی ہیں۔

یہاں فرشتوں کی دُعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں ورنہ فرشتے
عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں۔ اور شہید سے مراد
شہادت حکمی ہے کہ مدہ اگرچہ اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں اس کا شمار ان
شہداء میں ہو جو راہِ خدا میں مارے گئے۔

لغت میں صبح آدھی رات سے زوال تک کو کہتے ہیں اور مساء زوال سے
اول نصف رات تک کو مگر اوراد، وظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ
بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات گئے یعنی وقتِ عشاء
آنے سے پہلے تک۔

(مرقات)

☆☆☆☆☆

تمام شد

تمام شد فصل الخطاب حصہ ثانی

بِتَوْفِيقِ اللَّهِ وَاحْسَانِهِ

حصہ ثالث کا کام شروع ہے انشاء اللہ جلد ہی

آپکی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہ ہے

کہ در وے بود قیل و قال محمد

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ لہ شریف

زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ لہ شریف

ادارہ ہذا ایک سو اکٹھ (161) سال سے تشنگان علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔ شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کی ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور میٹرک تک مقامی و غیر مقامی طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم مختیر حضرات کا تعاون قابل صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو ذیل ہیں:-

☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ و جلوس

☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ

☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم

☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبد الرسول رحمۃ اللہ علیہ

☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب: ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ لہ شریف (ضلع جہلم)

خوشا مسجد و منبر و خانقاہ ہے
کہ دروے بود قیل و قال محمدؐ

دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ لہد شریف
زیر سرپرستی صاحبزادہ الحاج پیر محمد مطلوب الرسول للہی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ لہد شریف

ادارہ ہذا ایک سواکشفہ (161) سال سے تشنگان علم و ادب کو سیراب کر رہا ہے۔
شعبہ حفظ و ناظرہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث وغیرہ اور مشرک تک مقامی وغیر مقامی
طلباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ قیام و طعام اور لباس ادارہ کے ذمہ ہے۔ غریب طلباء کو
وظائف بھی دئے جاتے ہیں۔ اس وقت دو سو طلباء نور قرآن سے اپنے قلوب منور کر رہے ہیں۔ یہ
سب کچھ حکومتی تعاون کے بغیر ہو رہا ہے۔ تاہم محیر حضرات کا تعاون قابل صد تحسین ہے۔ دارالعلوم میں
آٹھ اساتذہ متعین ہیں مزید برآں ادارہ میں سال بھر میں مذہبی تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ جو
ذیل ہیں :-

- ☆ ۱۲ ربیع الاول میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم . جلسہ و جلوس
- ☆ عرس اعلیٰ حضرت حافظ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۲۶ رجب المرجب شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم
- ☆ ۷ رمضان المبارک عرس حضرت ثالث عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ ۱۸ ذوالحجہ عرس ثانی حضرت دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

منجانب :- ادارہ دارالعلوم جامعہ مقبولیہ مطلوبیہ نقشبندیہ لہد شریف (ضلع جہلم)